علم کا حاصل ہے بس عشق خدا
وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ دوست

آہ سب دھوکہ ہے بس اس کے سوا
وہ مدرسہ وبال ہے جہاں یادِ حق نہ ہو

چراغ اصلاح

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

﴿مرتب﴾

حضرت مولانا محمد علاء الدین قاسمی حفظہ اللہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ و مکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور در بھنگہ (بہار)

علم کا حاصل ہے بس عشق خدا
وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ دوست

آہ سب دھوکہ ہے بس اس کے سوا
وہ مدرسہ وبال ہے جہاں یاد حق نہ ہو

چراغ اصلاح

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

حضرت مولانا محمد علاء الدین قاسمی حفظہ اللہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)

جملہ حقوق بہ حق مؤلف محفوظ

۱۴۳۹ھ —— ۲۰۱۸ء

نام کتاب : چراغ اصلاح

مرتب : علاءالدین قاسمی

افادات : حکیم الامتؒ

کمپیوٹر کتابت : عبداللہ علاءالدین قاسمی

صفحات : 453

اشاعت : 2018

تعداد :

قیمت : =/110

ملنے ♦ خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ بہار (انڈیا)

کے ♦ مولانا عبدالمجید صاحب قاسمی: صدر: دارالعلوم محمودیہ سلطان پوری دہلی (انڈیا)

پتے ♦ محمد وزیر صاحب ناگلوئی مبارک پور نئی دہلی (انڈیا)

KHANQUAH ASHRAFIA MAKTABA RAHMAT E ALAM (india)

Phone:7654132008

Mobi:7631355267

Email:Abdullah1994@gmail.com

فہرست مضامین

مضامین		صفحات
❖ بابرکت کلمات	حضرت مولانا ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ	20
❖ دعائیہ کلمات	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب	22
❖ تقریظ سعید	حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب	24
❖ تقریظ عالی	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	26
❖ تقریظ سعید	حضرت مولانا محمد غلام وستانوی صاحب	29
❖ تقریظ عالی	حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب پاکستان	35
❖ تقریظ	حضرت مولانا شیر افگن ندوی صاحب	37
❖ تقریظ	حضرت مولانا فہیم اختر ندوی صاحب	42
❖ تقریظ	حضرت مولانا سید توحید عالم ندوی صاحب	45
❖ تقریظ	حضرت مولانا فرمان ندوی صاحب	48
❖ تأثرات	مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی مدظلہ العالی	51
❖ مقدمہ	حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی	54
❍ حق بات اگر مخالف کی بھی ہو تو قبول کریں		58
❍ جدید تعلیم یافتہ کے دل میں اسلامی تعلیمات پر شبہات کی وجہ محبت الٰہی دل میں نہ ہونا ہے		60
❍ جب کسی کی عظمت دل میں ہوتی ہے تو اس کے اقوال و احکام پر سوالات ہی پیدا نہیں ہوتے		60
❍ اشراف نفس کیا ہے؟		61
❍ جنت میں درجات مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے حسد نہ ہوگا		63
❍ بزرگوں کی شان میں گستاخی سخت مضر اور کبھی نا قابل علاج ہو جاتی ہے		64
❍ دعاء کافر کی بھی قبول ہو سکتی ہے		66
❍ تصوف کی حقیقت فناء ہے یعنی اپنی خواہشات کو مرضی مولٰی پر قربان کرنا		66

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بابرکت کلمات

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ
بانی و مہتمم دارالعلوم محمدیہ وصدر آل انڈیا مدارس کرناٹک

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

’’اصلاح کا تیر بہدف نسخہ‘‘ ابھی ہاتھوں میں آیا ہی تھا کہ عزیز القدر حضرت مولانا علاؤالدین صاحب قاسمی زیدقدرہ نے ایک اور کتاب ’’چراغِ اصلاح‘‘ ارسال فرمائی کہ کچھ تحریر فرمادیں۔ کتاب کا جائزہ لیا تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے افادات وارشادات سے ماخوذ ایسا جامع مواد حضرت قاری صاحب نے جمع فرمایا ہے جو نہ صرف قابل تحسین ہے بلکہ قابل مبارکباد بھی ہے۔

اس تالیف میں عصرِ حاضر کی دکھتی رگ پر جہاں انگلی رکھی گئی ہے وہیں ضروری واہم مسائل اور اصلاحِ معاشرہ سے متعلق قیمتی ارشادات ’’واقعات‘‘ کی روشنی میں تحریر کیئے گئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مذہب بیزار شخص کی فطری کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب حضرت قاری علاءالدین صاحب مدظلہ نے مرتب کی ہے

تو بے جا نہ ہوگا۔

کتاب کی ابتداء میں بہت سے مؤقر علمائے کرام کی تقاریظ شامل ہیں، مجھ جیسا حقیر فقیر بھلا کیا لکھ سکتا ہے؟ لیکن موصوف مدظلہ کی محبت والفت اور اکابر واسلاف سے مخلصانہ عقیدت نے مجبور کیا تو چند سطور ارسال کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی اس کاوش کو دیگر کتب کی طرح مقبولِ عام وتام فرمائے اور ہم سبھی کے لئے ذریعہ آخرت وفلاح بنائے، آمین!

خاکپائے آستانہ حضرت حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی

خانقاہ رحیمی احاطہ دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۸ دسمبر بروز سنیچر ۱۴۴۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

دعائیہ کلمات

مرشدالامت: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ادام اللہ فیوضہم

ناظم: دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (الہند)

الحمد لله و كفى و سلامٌ على عباده الذين اصطفى امابعد:

بزرگوں کی محبت اوران کے ملفوظات اورمکتوبات وغیرہ کی تاثیر میں سب اتفاق رکھتے ہیں، اوراس موضوع پر چھوٹی بڑی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، ہماری رابطۂ ادب اسلامی اپنا ایک مذاکرۂ علمی مواعظ وملفوظات کے موضوع پر حیدرآباد میں منعقد کرچکی ہے، جس میں ہر دور کے بزرگوں کے مواعظ وملفوظات کی تاثیر واہمیت کو پیش کیا گیا تھا، کتابیں جواس موضوع پر سامنے آتی رہی ہیں حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اقوال سلف بہت مقبول ہوئی جس کے سات حصے شائع ہوچکے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کے مواعظ وملفوظات سے ہرجگہ خوب فائدہ اٹھایا گیا ہے، حسن العزیز، الافاضات الیومیہ کمالات اشرفیہ اور دوسرے مجموعے ہیں جو ان کے خلفاء ومتوسلین نے جمع کئے، اوران کے انتخاب اورتسہیل کا الحمدللہ سلسلہ جاری ہے۔

مولانا مفتی محمد زید صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی اس سلسلہ میں کئی کتابیں سامنے آچکی ہیں۔

پیش نظر کتاب ''چراغ اصلاح'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے مواعظ وملفوظات سے دارالعلوم دیوبند کے ہمارے ایک فاضل حضرت مولانا علاء الدین صاحب قاسمی نے مرتب کیا ہے۔

اس سے ان شاء اللہ لوگوں کو صحیح ایمانی واسلامی زندگی گزارانے میں مدد ملے گی اور فائدہ حاصل ہوگا، اللہ رب العزت اس کتاب کو قبول فرمائے اور مبارک کرے۔(آمین)

رابع حسنی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۳ ربیع الاول بروز جمعرات ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ سعید

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری ادام اللہ فیوضہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین: دارالعلوم دیو بند (الہند)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۰ھ - ۱۳۶۲ھ - ۱۸۶۳ء - ۱۹۴۳ء) کا نام نامی اور اسم گرامی ہی کسی مضمون کے اطمینان کے لئے کافی ہے، موصوف نے اسلامی کتب خانوں کو اپنی تصانیف سے بھر دیا ہے، اردو زبان میں ان سے بڑا مصنف نہ تھا اور نہ اب تک پیدا ہوا، آٹھ سو سے زیادہ کتابیں شمار کرنے والوں نے شمار کی ہیں، آج بھی ان کی تصانیف سے متنوع انداز کی تالیفات سامنے آرہی ہیں اور قبول عامہ حاصل کررہی ہیں۔

عزیز القدر جناب مولانا علاء الدین قاسمی زید مجدہٗ نے بھی حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے افادات کے انتخاب اور ان کی ترتیب کا سلسلہ شروع کیا ہے، تزکیہ واصلاح باطن سے متعلق ملفوظات ونگارشات سے قیمتی قیمتی موتیوں کو چن چن کر خوشنما ہار تیار کررہے ہیں، میں نے بھی اس

کو متعدد جگہوں سے دیکھا، اور فائدہ حاصل کیا، انتخاب عمدہ ہے۔ یہ مجموعہ موصوف کی اس موضوع پر دوسری تالیف ہے۔

غرض یہ کہ تالیف کا یہ سلسلہ بہت عمدہ ہے، اللہ کرے کہ اس کو عوام وخواص میں صاحب افادات کی تصانیف کی طرح قبولیت حاصل ہو۔

وماذالک علی اللہ بعزیز۔

سعید احمد پالنپوری

خادم: دارلعلوم دیوبند

۱۵ / ۳ / ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ عالی

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی (مدظلہ العالی)

جنرل سیکریٹری آل انڈیا فقہ اکیڈمی وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اردو زبان میں یہ زبان زد عام وخاص شعر ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

چوں کہ عجمی نژاد لوگوں میں مبالغہ اور غلو کا مزاج زیادہ پایا جاتا ہے؛ اس لئے وہ ہر سطح کے علماء وادباء کو اس شعر کا مصداق قرار دے دیتے ہیں؛ لیکن تاریخ میں جو چند دیدہ ور پیدا ہوئے ہیں، جن کی مثال صدیوں میں نہیں ملتی ہے، ان میں ایک شخصیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں، وہ علوم قرآنی کے رمز شناس بھی تھے، علم حدیث کے غواص بھی، فقہ میں تو اجتہادی شان رکھتے تھے؛ لیکن احسان وسلوک میں بھی ان کی کوئی مثال نہیں تھی، عام طور پر لوگ تصوف کے اشغال کے لئے بزرگوں کے واقعات اور اہل اللہ کی حکایات کو مآخذ بنانے تھے؛ لیکن انہوں نے براہ راست قرآن وحدیث سے ان مسائل کا استنباط کیا ہے، اس پہلو سے ان کی کتاب

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک ایک منفرد کتاب ہے۔

حضرت تھانویؒ کی مجالس اورآپ کے ملفوظات میں بھی کثرت سے احسان وتصوف کے مسائل آئے ہیں، اورایسی رہنماہدایات آگئی ہیں، جودلوں کی سرد انگیٹھیوں کوشعلہ فشاں کردیں، اوردل ودماغ کی دنیاکوبدل کررکھ دیں، یہ طالبان راہ سلوک کے لئے چراغ راہ ہیں، جیسے طبیب امراض جسمانی کی نباضی کرتا ہے، حضرت تھانویؒ اپنے ملفوظات میں امراض روحانی کی نباضی کرتے نظر آتے ہیں، یہ ملفوظات کئی جلدوں میں ہیں، اوران کی ضخامت ان لوگوں کے لئے استفادہ میں رُکاوٹ بن جاتی ہیں، جوکم وقت میں کام کی باتیں جاننا چاہتے ہیں، اورجن کے لئے زیادہ پڑھنااوردقیق باتوں کوسمجھنے کے لئے ذہنی ریاضت کوبرداشت کرنامشکل ہوتاہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیرعطافرمائے محبی فی اللہ جناب مولاناعلاء الدین قاسمی زیدت حسناتکم کو، کہ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی اور بصیرت مندی کے ساتھ ان ملفوظات کاعطرکشیدکرکےاس کوزیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی ہے، اورمختلف مضامین سے متعلق ملفوظات کوبڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کیاہے، یہ ان کے حُسن انتخاب،فکررسااوربصیرت کی بات ہے۔

مؤلف موصوف دارالعلوم دیوبندجیسی بابرکت دینی درسگاہ کے فاضل ہیں، ایک مدت تک سعودی عرب میں امامت اورتعلیم

واصلاح کا فریضہ انجام دے چکے ہیں، اوراب اپنے وطن پالی، گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار) میں خانقاہ اشرفیہ اور مکتبہ رحمت عالم کی بنیاد رکھی ہے، ماشاء اللہ اُن کوسلسلہ تھانوی کے ایک بزرگ مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے، اوراب وہ اسی خانقاہ میں تزکیہ واصلاح اور دینی کتابوں کی تصنیف وتالیف کی خدمت کے لئے وقف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کوقبول فرمائے۔

اسی اصلاحی سلسلہ کے مؤلف کی سابق کتاب بنام ''اصلاح کا تیر بہدف نسخہ'' شائع ہوکر مقبول عام وخاص ہوچکی ہے، اب آپ کے ہاتھوں میں موصوف کی یہ دوسری کتاب ''چراغ اصلاح'' اسی سلسلہ کی ایک نئی اور دل کش اورنہایت مفید کڑی ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کوبھی قبول فرما کر بندگان خدا کے واسطے ذریعۂ اصلاح وہدایت بنائے۔

خالد سیف اللہ رحمانی　　۷/ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

۱۹/اگست ۲۰۱۸ء

تقریظ سعید

حضرت مولاناالحاج غلام وستانوی صاحب ادام اللّٰہ فیوضھم

(خلیفہ ومجاز عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ)

(سرپرست مدرسہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کواں نندوبار مہاراشٹر)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حکیم الامت حضرت ،مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک ایسی عہدساز، وعہد آفریں ،ہستی کا نام ہے جن کوان کے معاصر علماء واولیاء کرام نے بجا طور پر مجدد الملت کے مبارک وممتاز اور عظیم خطاب سے یاد کیا ہے۔

علمی وعملی دنیا میں آپ کی عظیم شخصیت اس ہشت پہل ہیرے کی مانند ہے جس کا جس سمت سے نظارہ کیا جائے اپنی آب وتاب سے دلوں کو منور، روح کو معطر، اور آنکھو ں کو بالیقین سامان دلکشی عطا کرے۔

حضرت مجدد الملت امام تھانویؒ آفتاب طریقت کی ایسی حسین تمثیل ہیں جو افق طریقت سے غروب ہونے کے بعد بھی آسمان طریقت کی نورانی انجمن کیلئے اپنے پیچھے ان گنت پرنور سیارے ایسے مشائخ واولیاء اور مصنفین ومؤلفین کی شکل میں چھوڑ کر چلا گیا ہو جن

کے انوار ہدایت سے آج تک ایک جہاں کو مسلسل روشنی مل رہی ہے

یہ کمال زندگی ہے جب آفتاب ڈوبے
تو فلک کو نور دے کر نئی انجمن سجا دے

خداوند قدوس نے صغر سنی سے ہی آپ کو علم و عمل اور اوصاف حمیدہ کا پیکر بنایا تھا آپ ۱۰ سال کی عمر سے ہی معمول کا تہجد پڑھنے لگے تھے، دارالعلوم دیوبند کے اولین صدرالمدرسین، خضر طریق، بحرالعلوم، استاذ الاساتذہ، مجذوب صالح ومستجاب الدعوات عالم حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ سے زمانۂ طالبعلمی ہی سے علمی تشنگی بجھانے کے ساتھ ساتھ آپ کو ان سے روحانی صحبت وتربیت حاصل کرنے کا بھی قدرت نے طویل موقعہ عنایت فرمایا۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ نے سید الطائفہ قطب زماں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرصۂ دراز تک روحانی واصلاحی فیوض وانوار حاصل کئے۔ حاجی صاحبؒ کی اس سراپا نورانی صحبت وتربیت نے حضرت حکیم الامتؒ کو نہ صرف اولیاءاللہ کی صفوں میں لاکھڑا کیا بلکہ علوم طریقت کا امام ومجتہد بنادیا۔

اردو زبان میں ''سلاسل اربعہ'' کے تمام مشائخ آپ کے ملفوظات ومواعظ کے ایک صدی سے محتاج بنے ہوئے ہیں اور

ماضی قریب سے لیکر حال تک کے تمام مشائخ ومسترشدین اور قارئین کے لئے آپ کی کتابیں مرکز توجہ واصلاح بن چکی ہیں مختلف علوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کتابوں کے آپ رحمۃ اللہ علیہ مصنف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر فن کا امام بنایا تھا، معاصر اہل علم حضرات اور گزشتہ سے پیوستہ تاریخ تک بھی شاہد عدل ہے کہ وقت کے بڑے بڑے اہل علم اور نابغۂ روزگار ہستیوں نے آپ سے روحانی وتربیتی فیوض اٹھانے میں اپنی سعادتیں سمجھیں۔

آپ ایک ولی محض اور صالح بزرگ ہی نہیں تھے بلکہ فیاض قدرت نے آپ کو عظیم و بے مثال مصلح ومربی بھی بنایا تھا۔ جس شخص کی اصلاح سے وقت کے بڑے بڑے مشائخ عاجز ہو جاتے اس کو آپ کی پُر اثر اور حکیمانہ تربیت سے چند ہی روز میں اصلاح وہدایت کی دولت بالیقین نصیب ہو جاتی۔

اصلاح وتربیت کا خدا نے آپ کو ایسا راسخ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ پچھلی کئی صدیوں میں اہل خانقاہ کے دائروں اور حلقوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

رب ذوالجلال نے آپ کو مردم سازی وتعمیر انسانیت کے اعلیٰ انفرادی کمالات اور صلاحیتوں سے بھی بھرپور نوازا تھا۔ حیوان صفت انسان کو باکمال بنانے کا عظیم ہنر اللہ نے آپ میں کوٹ کوٹ کر

بھر دیا تھا اسی لئے آپ کا یہ مبارک ارشاد حق بجانب ہے کہ اگر کوئی ولی، غوث، قطب، اور بزرگ بننا چاہتا ہو تو دوسری خانقاہوں میں جائے اور جسے انسان بننا ہو میرے پاس تھانہ بھون آجائے۔

آج جب کہ انسانیت کے انحطاط وزوال کا دور دورہ ہے ،انسانی اقدار تباہی کے دھانے پر ہیں، دنیائے انسانیت میں شیطانیت وحیوانیت کا مکمل راج ہو چکا ہے ،انسانیت دن بدن دفن ہوتی جارہی ہے، ہر طرف گمراہی کا جنگل تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے، ایسے پُر آشوب دور میں تمام اہل فکر ونظر پر دو اور دو چار کی طرح یہ عیاں ہو چکا ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے اصلاحی ارشادات وہدایات کی ضرورت دنیا کے لئے قدم قدم پر بڑھتی جارہی ہے، تمام مسلمانوں سے بالخصوص علماء کرام ودانشوران قوم سے گزارش کروں گا بلکہ نہایت مفید اور گزشتہ وموجودہ تمام اکابر کا آزمودہ مشورہ پیش کرتا ہوں کہ حضرت حکیم الامتؒ کے ان اصلاحی وتربیتی علوم سے ضرور فائدہ اٹھائیں تاکہ ہمارے اعمال کی اصلاح ہو سکے اور ہم سب اخلاص کی دولت سے فائز المرام ہو جائیں۔

بدون اصلاح اعمال کے اخلاص کا حصول مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا تھا کہ ’’اخلاص تو صرف اہل اللہ ہی کی صحبت سے حاصل ہوگی‘‘۔راقم کہتا ہے کہ اور اخلاص ہی فلاح انسانیت کا مدار ہے ۔

بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے اور مبارکباد کے مستحق ہیں مولانا علاء الدین قاسمی صاحب جوخود ہمارے سلسلۂ تھانویؒ کے ایک خادم ومجاز ہیں آپ نے حضرت حکیم الامت کے ملفوظات وارشادات کے وسیع ومتنوع ذخیرہ سے موجودہ وقت کے قومی، ملی ،فکری، خانگی ،اورسماجی سرگرم تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اہم اہم ملفوظات وارشادات کے قیمتی ومفید اصلاحی جواہر پاروں کو امت مسلمہ کیلئے منتخب اور تحقیق کرکے نئے ودلکش اسلوب میں جمع ومرتب فرمادئے ہیں تاکہ سہولت پسند اور مصروف افراد کیلئے کم وقتوں میں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہونے کا سامان ہوجائے۔

زیر نظر کتاب ''چراغ اصلاح'' بلاشبہ موجودہ دینی واصلاحی تقاضوں کیلئے روشنی کا سامان فراہم کرنے والی ہے ،کتاب کا نام خود ایسا جامع المعانی ہے جو اپنے مشمولات ومضامین کی افادیت واہمیت پر روشن دلیل ہے۔

مؤلف کی چند مہینے قبل بھی ایک کتاب ''اصلاح کا تیر بہدف نسخہ'' جوحضرت حکیم الامت کے مواعظ وملفوظات وارشادات کے اہم عناوین پر مشتمل ہے مقبول خاص وعام ہوکر منظر عام پر آچکی ہے ۔ضلالت وفتن کے اس نازک ترین دور میں کتاب کا ہر مضمون آپ کی رہبری میں انشاءاللہ ممد ومعاون ثابت ہوگا۔

قارئین کو چاہئے کہ دونوں کتابوں سے ضرور فائدہ اٹھائیں تنقید

وتنقیص سے بالاتر ہوکر عقیدت کے ساتھ ان کو پڑھیں اور روح کی پاکیزگی، قلب کی تطہیر وصفائی، اور نفس کے تزکیہ وتصفیہ کے لئے ان سے پورا پورا استفادہ کیا جائے۔تاکہ ہمارے ملک ووطن میں ایک صالح معاشرہ کی تشکیل وتعمیر ہو سکے اور برادران وطن کی محفلوں اور آشیانوں میں ہمارے اعلیٰ وخوبصورت اخلاق کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی اور بھینی بھینی خوشبوؤں کا پیغام پہونچ سکے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امت کے لئے ہدایت اور مؤلف کے لئے ذریعۂ مغفرت ونجات بنائے اور راقم الحروف کو بھی اس سعادت میں شریک فرمائے (آمین)

حضرت مولانا محمد غلام وستانوی صاحب ادام اللہ فیوضہم

سرپرست مدرسہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کواں

(مہاراشٹر)

۱۱ ذی قعدہ بروز بدھ ۱۴۳۹ھ

(خادم: المعھد العالی الاسلامی حیدرآباد)

تقریظ عالی

متکلم اسلام: حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ

امیر: عالمی اتحاد اہل سنۃ والجماعۃ

سرپرست: خانقاہ ومرکز اہل سنۃ والجماعۃ سرگودھا چیف ایگزیکٹیو: احناف میڈیا سروسز

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ (متوفی ۱۳۵۲ھ) اللہ تعالیٰ نے گونا گوں صفات سے نوازا تھا۔اس
اخیر زمانہ میں اصلاح وارشاد کا جو کام اللہ تعالیٰ نے آپ سے لیا وہ فقط آپ ہی کا حصہ ہے۔آپ نے بیک وقت علم وحکمت اور اصلاح وارشاد کے میدانوں میں جو خدمات سرانجام دیں وہ رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔

اصلاح امت کے حوالے سے آپ کے ارشادات ،آپ کی تصنیفات،تالیفات،خطبات،مواعظ اور ملفوظات بکثرت موجود ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''چراغ اصلاح'' میں حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی زید مجدہ نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے انہی افادات سے انتخاب کر کے موزوں عنوان دے کر اصلاح کی باتیں ،معاشرے میں رہنے کے آداب اور تعلیم وتربیت کے انمول موتی ایک جگہ جمع کر دئے ہیں جو ان شاء اللہ طالبین اصلاح

کیلئے مفید ثابت ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ کتاب ’’چراغ اصلاح‘‘ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، طالبین اصلاح کیلئے نافع بنائے اور مولانا علاء الدین صاحب قاسمی مجدہ کو شایانِ شان اجر عطا فرمائے۔(آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم)۔

محتاج دعا
محمد الیاس گھمن
۱۷ اکتوبر ۲۰۱۸ء

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر شیرافگن صاحب ندوی مدظلہ العالی

استاذ مدرسہ عالیہ عرفانیہ عبدالعزیز روڈ چوک، لکھنؤ (یوپی)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا شماران نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے تعلیم وتزکیہ دونوں ہی مقاصد نبوت کو(یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ)اپنی اصلاحی کوششوں کا محور بنایا، آپ نے اپنی للّٰہیت اور موہوبی علمی لیاقت کے ذریعہ امت کی اصلاح کا بیڑہ ایسے پرآشوب دور میں اٹھایا جب انگریزی سامراجیت اپنے تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ برصغیر میں دین حنیف کی بیخ کنی کے لئے نت نئے مہرے استعمال کررہی تھی ،عوام الناس شرک وبدعت

کے نرغے میں تھے اور خود ساختہ رسوم ورواج معاشرہ میں شریعت کا روپ لے چکے تھے ،تصوف وسلوک کا طاہر ومطہر سلسلہ بھی فریبی صوفیوں اور جاہل پیروں کی نفسانی خواہشات کا آماجگاہ بنا ہوا تھا، ایسے پرفتن دور میں حضرت حکیم الامتؒ کے قلم سے جہاں بے شمار علمی واصلاحی کتابیں منظر عام پر آئیں وہیں اصلاح وتربیت کے شعبہ میں آپ کی حق گوئی وبے باکی نے فریبیوں کے من گھڑت اقوال پر کاری ضرب لگایا جس کے سبب برصغیر کے مسلمانوں کا بڑا طبقہ گمراہی کے دل دل میں پھنسنے سے محفوظ رہا ،حکیم الامتؒ کی علمی نگارشات میں سمندر کی گہرائی وگیرائی پائی جاتی ہے جس کی تہہ تک پہنچنا کم علم کے بس کی بات نہیں ،آپ کی دعوتی واصلاحی عمل کا ایک اہم بیش قیمت ذخیرہ آپ کی مجالس کے ملفوظات اور مسترشدین کے خطوط کے جوابات کی شکل میں موجود ہے ،ان ملفوظات میں حالات حاضرہ سے متعلق درپیش ہزاروں

سوالوں کے جواب ہیں جن میں علمی نکات، فقہی مسائل، اصلاحی نسخے اور تربیتی مواد انتہائی مختصر عبارت میں موجود ہے، لیکن یہ شہ پارے آپ کی مختلف تحریروں میں بکھرے ہوئے ہیں جن کو مناسب عنوان دیکر یکجا کرنے اور ایک لڑی میں پرو دینے کا کام حضرت قدس سرہ کے تربیتی واصلاحی مزاج کو سمجھنے والا اور ان سے ذہنی مناسبت رکھنے والا باذوق شخص ہی بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے،

ہم مولانا علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی کو اس مبارک کام کیلئے مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اس عظیم کام کی توفیق دی، انہوں نے بڑے سلیقہ سے ان ملفوظات کو برمحل عنوان دیکر تسبیح کے دانوں کی طرح کتاب کے قالب میں پرودیا ہے، مؤلف نے ''چراغ اصلاح'' کیلئے اپنے حسن ذوق کا استعمال کرتے ہوئے ان جواہر پاروں کو چنا ہے جن کی افادیت حالات حاضرہ کے تناظر میں بہت بڑھ گئی ہے، ان میں تصوف وسلوک سے متعلق ملفوظات بھی ہیں

جو تصوف کی اصل حقیقت کو واشگاف کرتے ہیں اور اس پر انگلی اٹھانے والوں کو تشفی بخش جواب مہیا کرتے ہیں، اسی طرح سماج میں رائج بہت سی برائیوں اور شیخ طریقت سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ان سے بخوبی ہو جاتا ہے، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجموعہ ہدایت کا سراج منیر ہے، جس کی روشنی سے بدعات وخرافات کی تاریکیاں کافور ہوں گی اور حق وصداقت کے راستے واضح ہوں گے۔

مؤلف کی اسی نوعیت کی ایک دوسری تالیف ''اصلاح کا تیر بہدف نسخہ'' بھی چند مہینوں پہلے شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے ، جس میں سلوک سے متعلق اصطلاحات اور ان کا صحیح مفہوم واضح کیا گیا ہے ساتھ ہی اصلاح نفس کیلئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے گرانقدر روحانی نسخوں کو جمع کیا گیا ہے جن کو پڑھ کر سالک سلوک کے منازل سے متعلق علمی حقائق اور نقطوں کو سمجھ سکتا ہے، اور افراط وتفریط سے محفوظ رہ کر راہ ہدایت کا کامیاب راہی بن سکتا ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف کی ان کوششوں کو قبولیت عطا فرمائے اور اپنے بندوں کی اصلاح کا مفید ذریعہ بنائے، واللہ ہوالموفق وہوولی التوفیق۔

شیر افگن ندوی

خادم مدرسہ عالیہ عرفانیہ چوک، لکھنؤ

۲۱ جولائی ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

معروف محقق اور مشہور اسلامی اسکالر ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب
صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

حَامِدَوَّ نُصَلِّیاً امابعد: انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، اس کی شخصیت کی تعمیر اور ابدی کامیابی کے لئے یہ دونوں ہی یکساں اہمیت کے حامل ہیں، جس طرح جسم سے صحت کی لا پرواہی اسے خطرناک امراض کی آغوش میں پہونچا سکتی ہے، اسی طرح روحانی صحت کی جانب سے غفلت اسے ناکامی کے غار میں پہونچا سکتی ہے، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ روحانی صحت کو جسمانی صحت پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ یہی انسان کا ذریعۂ کمال، یہی اخلاقیات کی بنیاد اور یہی اس کی برتری اور فوقیت کا راز ہے۔

روحانی اصلاح کی ضرورت ہر دور میں اور ہر انسان کو رہی ہے اور ایسے روحانی طبیب امت کا قیمتی سرمایہ تصور کئے جاتے ہیں مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب میں ملت اسلامیہ ہندیہ کی ایسی ہی ایک عظیم المرتبت شخصیت رہے ہیں آپ نے دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ اور قرآن وسنت کی مستند تعلیمات کی روشنی میں امت کی اصلاح اور تربیت کا فریضہ انجام دیا۔

آپ کے گہربار قلم سے ایسے ان گنت جواہر پارے نکل چکے ہیں جنھوں نے بے شمار مردہ دلوں کی مسیحائی کی ہے اور آپ کے خوان اصلاح سے کتنے ہی اہل فضل وکمال نے اپنی تشنگی علم وعمل کا سامان کیا ہے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور اصلاحی اقوال کے پیش نظر امت نے بجا طور پر آپ کو حکیم الامت کا لقب دیا ہے۔ آپ کے یہ اقوال اور فرمودات یقیناً اس قابل ہیں کہ انہیں ''چراغ راہ'' بنایا جائے، کیونکہ وہ بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی ہیں۔

اگر یہ روحانی نسخے اور اصلاحی اقوال واقتباسات ضرورت

مندوں کو دستیاب ہوتے رہیں تو اس سے نہ جانے کتنے دلوں کی کھیتیاں سیراب، کتنی نگاہیں روشن اور کتنی زندگیاں سنور جائیں گی۔ضرورت تھی کہ ان بے شمار اصلاحی اقوال اور ملفوظات کے ذخیرہ سے کوئی ایسا گلدستہ تیار کر دیا جائے جس کی بھینی بھینی خوشبو ہر مشام جان کو معطر اور ہر روح کو سیراب کر دے۔

زیر نظر کتاب ''چراغ اصلاح''اسی ضرورت کی ایک حسین تعبیر ہے۔حضرت مولانا علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی نے اس کام کو انجام دیکر بڑا مستحسن قدم اٹھایا ہے۔کتاب میں ذیلی عناوین بڑے متنوع ہیں اور بہت سے عنوانات موجودہ وقت کے سوالات کا شافی جواب فراہم کرتے ہیں ۔یہ کتاب یقیناً مفید اور بابرکت ثابت ہوگی۔اللہ رب العالمین اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

فہیم اختر ندوی

۲۷ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولاناسید توحید عالم ندوی مدظلہ العالی

استاذ: تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی (الہند)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَالصّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْن مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن :امابعد

یہ قرآنی عالم گیر حقیقت ہے کہ قلب انسانی کی تطہیر اورفکر انسانی کی تعمیر کے بغیر ظاہری اصلاح کوششیں وکاوشیں صدابصحر اء ثابت ہوتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہ الصلوۃ والتسلیمات کا سب سے پہلا مقصدانسانی قلوب کی تمام قسم کی گندگیوں سے تطہیر ہوا کرتا ہے، پھر معاشرے میں وہ صالح انقلابات ظاہر ہوتے ہیں ،مگر ملکوت کے عنادل اورآسمان کے فرشتے اس سرزمین کے باشندوں پر رشک کرتے ہیں اوردن رات ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں اوران

کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں۔

آج کی یہ فضائے رنجور اور عالم دیجور میں جہاں خواہشات نفسانی قلوب انسانی پر اپنے شکنجے گاڑے ہوئے ہیں اور مادیت کا بھوت اور شہرت طلبی کا دیو فکر انسانی پر اپنے پنجے جما چکا ہے، ایسی فضا میں قلب کی تطہیر اور فکر کی تعمیر کی یہ مؤثر کوششیں بہت قابل ستائش اور لائق تعریف اور وقت کی ضرورت ہیں۔

اسی مبارک سلسلہ کی ایک اہم شخصیت جناب الحاج حضرت مولانا علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی ہیں جنہیں کئی اصلاحی مؤثر شخصیتوں سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے، الحمدللہ اس سے پہلے ان کی اہم کتاب ''اصلاح کا تیر بہدف نسخہ'' منظر عام پر آچکا ہے جو قبول عام ہوا اور ابھی یہ دوسری کتاب ''چراغ اصلاح'' کے نام سے آرہی ہے جو طالبین حق کے لئے ایک نسخۂ کیمیا ہے، اور مریض قلب کیلئے علاج روحانی اور دواء قلب ہے۔

میں مرتب کی اس کتاب پر کچھ لکھنا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ خداوند کریم اپنے لطف عمیم اور فضل جسیم سے قبولیت سے سرفراز فرمائے (آمین)

سید توحید عالم ندوی

امام وخطیب کپورتھلہ جامع مسجد لکھنؤ

۲۰ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

حضرت مولانا الحاج فرمان صاحب ندوی مدظلہ العالی

.استاذ تفسیر وادب: دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یوپی)

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡن وَالصّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡن مُحَمَّدِ وَآلِهِ صَحۡبِهِ اَجۡمَعِيۡن :امابعد

بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے کہ ’’چراغ اصلاح‘‘ کے نام سے ایک اہم کتاب منظر عام پر آرہی ہے ۔بلاشبہ اصلاح ودعوت وقت کی ضرورت ہے۔اسی مشن کو لے کے انبیاء بھیجے گئے اوراسی نہج پرصلحاءامت نے اپنا سفر جاری رکھا۔بیسوی صدی عیسوی تک یہ سلسلہ بلاکسی انقطاع کے جاری رہا۔اوران شاء اللہ جاری بھی رہے گا ۔اللہ تعالیٰ نے ابتداہی سے ہدایت ورہنمائی کے لئے افراد اور کتاب کا انتظام فرمایا ہے۔اصلاح وتربیت کے لئے دونوں عناصر ضروری ہیں ۔اگرایک کو چھوڑا گیا تو الٰہی مشن سے

انحراف ہوگا اور نتیجہ صفر کی صورت میں ظاہر ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کو پہاڑوں اور بیابانوں میں نہیں اتارا۔ بلکہ انبیاء پر اتارا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی قوم کے سامنے نمونہ پیش کرتے ہیں، اگر پہاڑوں پر یہ کتابیں اتاری جاتیں تو یہ نمونہ حاصل نہ ہوتا ، نبی کا کام صرف ڈاکیہ کانہیں کہ خط پہونچادیا اور فارغ ہو گئے ، بلکہ پہونچانے کے ساتھ اس کو عملی شکل میں پیش کرنا ہوتا ہے ۔اس امت میں ایسے افراد کا وجود الٰہی کے فیصلہ کے مطابق ازحد ضروری ہوا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:یَـا اَیُّھَـا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا للّٰہَ وَکُوْنُوْ مَعَ الصَّادِقِیْن ۔اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو، یہ سچے افراد ہر زمانے میں پائے گئے ہیں ۔اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں ضرورت ہے کہ معاشر کا ہر فرد ان کو تلاش کر کے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے ۔اور اپنی اصلاح کا سامان بہم پہونچائے ۔

پیش نظر کتاب ''چراغ اصلاح'' اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے لکھی گئی ہے،اس کے مطالعہ سے علم وعمل کی دولت ان شاء اللہ حاصل ہوگی اور پڑھ کر عمل کرنے والے سعادت دارین سے سرفراز ہوں گے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ زید مخدوم حضرت مولانا علاء الدین صاحب قاسمی زید مجدھم کے ذریعہ اسی طرح مفید ونافع سلسلہ کو قائم ودائم رکھے (آمین)

ناچیز محمد فرمان، مسجد نبویؐ مدینہ منورہ

خادم، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی (الہند)

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

تأثرات

مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی مدظلہ العالی

مدرس: دارالعلوم دیوبند یوپی (الہند)

حدیث شریف میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لقمان علیہ السلام کی ایک قیمتی نصیحت نقل فرمائی کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہوکر فرمایا:

یَابُنَیَّ عَلَیْکَ بِمَجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ ،وَاِسْتِمَاعِ کَلَامِ الْحُکَمَاءِ ،فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُحْیِي الْقُلُوْبَ بِنُوْرِ الْحِکْمَةِ کَمَا یُحْیِیُ الْاَرْضَ بِوَابِلِ الْمَطَرِ. (طبرانی)

ترجمہ: پیارے بیٹے اہل علم کی مجلسوں میں بیٹھنے اور اہل دانش کی باتوں کے سننے کا التزام کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں جس طرح بارش کے قطرات سے زمین کو زندہ کرتے ہیں:

اس حدیث شریف سے اہل علم اور اہل دانش کی اہمیت کے ساتھ ان کی مجلسوں اور ان کے ملفوظات کی اہمیت بھی واضح ہو گئی ، چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے ، اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا اللہ والا بن جاتا ہے ، اہل مجلس بھی معرفت الٰہی سے

محظوظ ہوتے ہیں، دل کی تاریکی دور ہوتی ہے، گمراہی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، دراصل انسان کی طبیعت میں اخلاق واعمال کے نقل کرنے کی استعداد رب العالمین نے رکھ دی ہے، اس استعداد کی برکت سے بزرگوں کے پاس رہنے سے عشق خداوندی ان کے دل سے طالب کے دل میں منتقل ہونے لگتا ہے، اہل مجلس کیلئے ان کے دیگر اعمال وعادات کے نقل کی توفیق ارزانی نصیب ہونے لگتی ہے۔

حضرت تھانویؒ کے حوالے سے ایک جگہ لکھا دیکھا کہ "بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے، یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ہے۔" (کمالات اشرفیہ)

اور دوسری جگہ دیکھا کہ "اصل چیز اصلاح کیلئے صحبت ہے اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جو کچھ ملا، صحبت ہی سے ملا۔" (کمالات اشرفیہ)

غرض یہ کہ بزرگوں کے پاس بیٹھنا، ان کی باتوں کو سننا فائدے سے خالی نہیں، بنجر زمین میں روئیدگی اور مردہ دلوں میں زندگی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے لائق فائق فاضل، ضلع دربھنگہ بہار کے مایہ ناز فرزندار جمند جناب مولانا علاء الدین صاحب قاسمی زید مجدہٗ وَعَمَّ فیضہٗ نے بھی حضرت تھانویؒ کی کتابوں سے اہم اہم ہیرے جواہرات کی جمع وترتیب اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ قائم فرمایا ہے ،متعدد تالیفات میں ''چراغ اصلاح'' بھی گلہائے رنگارنگ سے مزین گلدستہ ہے، ''ہر گلے رارنگ وبوے دیگراست'' کا مصداق ہے،خواص وعوام کیلئے بیحد مفید ہے۔

مؤلف موصوف نے اپنی خانقاہ اشرفیہ اپنے آبائی وطن رحمت گنج جھگڑوا سے متصل پالی بازار ضلع دربھنگہ بہار سے یہ سلسلہ شروع فرمایا ہے، اللہ کرے کہ کتاب کی افادیت عام اور تام ہو اور مؤلف کے فیوض سے خلق عام فائدہ حاصل کرتی رہے۔ **وَمَاذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز۔**

راقم حروف

اشتیاق احمد قاسمی

مدرس: دارالعلوم دیوبند

۱۲ربیع الاول بروز بدھ ۱۴۴۰ھ

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡن مُحَمَّدٍ الۡمُصۡطفٰی وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡماً:

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام کے بعد :
راقم السطور بارگاہ خداوندی میں شکر گزار ہے کہ جس طرح اس سے قبل اس نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے چند چیدہ چیدہ اصلاحی جواہر پاروں کا ایک نسخہ بنام ''اصلاح کا تیر بہدف نسخہ'' قارئین متعلقین، ومسترشدین، کی خدمت کیلئے تحریر کیا تھا، جسے الحمدللہ تمام حضرات نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور خاص وعام تمام حلقوں میں اس کی پذیرائی کی گئی۔ بتوفیق الٰہی اسی کی یہ ایک سنہری کڑی بنام ''چراغ اصلاح'' حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات وفرمودات کے قیمتی

مجموعہ کے نام سے قارئین کی روحانی ہدایات وکیفیات میں وسعت ،وتنوع اورارتقاء واضافہ کیلئے نظرنواز ہے، اللہ تعالیٰ گذشتہ کتاب کی طرح اس کو بھی زیورطبع سے آراستہ فرما کرآپ حضرات کی خدمت کیلئے قبول فرمائے وَمَاتوْفِیْقِیْ اِلَّابِاللّٰہ۔

خداوندقدوس کے فضل وکرم اور بزرگان دین واکابرین وصلحاء امت کی دعاؤں اور ہمت افزائیوں کے گھنیرے چھاؤں میں احقر کی دلی تمنا ہے کہ یہ سلسلۂ طلائے ناب تادم آخر جاری وساری رہ کر خود مرتب کی اصلاح کے ساتھ ساتھ خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی کا سامان ہوجائے۔

اندرون قلب سے بار بار یہ نداء آتی ہے اورعصر حاضر کے سرگرم والمناک دینی تقاضے مسلسل دل کو دستک دے رہے ہیں کہ فتن وضلالت کی تاریک راتوں میں اصلاح کی یہ چھوٹی چھوٹی قندیلیں ظلمت زدہ راہوں کیلئے انشاءاللہ کچھ نہ کچھ ضرور روشنی کا کام دیں گی۔

ایسے نازک ترین دور میں جب کہ دین کی حقیقت وحقانیت فتنوں کی گھٹا ٹوپ ظلمتوں میں مستور ہوتی جارہی ہے، عوام سے زیادہ خواص اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے پل پل تڑپ رہے ہیں، ہرطرف یاس وقنوط کے اندھیرے ڈیرہ ڈالتے جارہے ہیں، بڑے بڑے اہل علم وحلم اسلامی ودینی صحیح قیادت وتربیت کے فقدان کی بنا پر اپنے ایمان وعقیدہ، عمل صحیح اوراخلاص کے تحفظ وحصول کیلئے افکار واحوال کے منجدھار میں پیچ وتاب اور ہچکو لے کھا رہے ہیں۔

ہر شخص کی دلی آرزو ہے کہ ساحل نجات تک پہنچنے کیلئے کوئی ٹھوس اوراطمینان بخش سراغ اورسہارا کہیں مل جائے۔

ایسے مایوس کن حالات میں اپنے مشائخ کے مبارک نصائح اور روحانی ونورانی ہدایات جو در اصل قرآن وسنت کے مبارک چشمہائے صافی کا عطراورروح ہیں، ہمارے لیئے مشعل ہدایت اور ذریعہ نجات اور دینی ودنیوی راحتوں اور رحمتوں کی یافت کیلئے قیمتی

متاع، اور فتنوں کی شب دیجور میں شمع فروزاں کی مانند ہیں۔ جن سے فیضیاب ہوکر ہم اپنے حال و مستقبل کے تمام دینی ودنیاوی مسائل واحوال کو صحت منداور مقبول عنداللہ بنانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

اس لئے مجدد الملت امام تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بصیرت افروز، چشم کشا، ارشادات کے اس مبارک سلسلہ کو دواماً وپیہم جاری رکھنے کی ادنیٰ سی سعی کی جارہی ہے۔

رب کریم اس عمل کو ریاء سے پاک فرماکر قبول فرمائے اور دارین میں ذریعۂ نجات وفلاح بنائے، آمین۔ واللّٰہ مِن وَّرَاءِ الْقَصد۔

علاء الدین قاسمی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور

دربھنگہ (بہار)

۱۱ جولائی، ۲۶ شوال المکرّم بروز بدھ ۱۴۳۹ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡن وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالۡمُرۡسَلِیۡن وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡماً کَثِیۡراً کَثِیۡرا:

﴿آغازِ کتاب﴾

حق بات اگر مخالف کی بھی ہوتو قبول کریں۔

فرمایا: سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدسرہٗ نے جب رد بدعات پر کچھ رسالے لکھے تو اہل بدعت کی طرف سے سب وشتم کی بوچھار ہوئی۔ بعض مشہور اہل بدعت کی طرف سے بہت سے رسالے ان کے خلاف سب وشتم سے بھرے ہوئے یکے بعد دیگرے شائع ہوتے تھے۔

حضرت گنگوہیؒ کی بینائی اس وقت نہیں رہی تھی، مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کاندھلوی والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے خادم خاص اور معتمد تھے

، آنے والی ڈاک پڑھ کر سناتے تھے اور پھر جواب لکھنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ ان میں وہ رسالے بھی ہوتے تھے جو ان حضرات کی طرف سے آتے تھے۔ کچھ دن ایسے گزرے کہ حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحبؒ نے ایسا کوئی رسالہ نہیں سنایا۔ تو حضرت گنگوہیؒ نے پوچھا کہ مولوی یحیٰی کیا ہمارے دوست نے ہمیں یاد کرنا چھوڑ دیا ہے؟ بہت دنوں سے ان کا رسالہ نہیں آیا مولانا یحیٰی صاحب نے عرض کیا کہ رسالے تو کئی آئے ہیں مگر وہ مجھ سے پڑھے نہیں جاتے حضرت نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان میں تو گالیاں بھری ہیں۔

آپ نے اوّل فرمایا: ارے میاں کہیں دور کی گالی بھی لگا کرتی ہے؟ پھر فرمایا کہ: وہ ضرور سناؤ۔ ہم تو اس نیت سے سنتے ہیں کہ ان کی کوئی بات قابل قبول ہو تو قبول کریں ہماری کسی غلطی پر صحیح تنبیہ کی گئی ہو تو اپنی اصلاح کریں۔

جدید تعلیم یافتہ کے دل میں اسلامی تعلیمات پر شبہات کی وجہ محبت الٰہی دل میں نہ ہونا ہے

فرمایا: نو تعلیم یافتہ حضرات کے جتنے شبہات اسلامی تعلیمات کے متعلق ہوتے ہیں کہ اس تعلیم کے اثر سے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت قلوب سے اٹھ جاتی ہے اور جب وہ نہ رہی تو ہر حکم میں سینکڑوں سوال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جب کسی کی عظمت دل میں ہوتی ہے تو اس کے اقوال واحکام پر سوالات ہی پیدا نہیں ہوتے

دیکھو موجودہ حکومت کی عظمت جبری طور پر لوگوں کے قلوب پر چھائی ہوئی ہے اس لئے اس کے مقرر کردہ قوانین کی لم اور حکمت پوچھنے کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوتی کہ ڈاکخانہ میں ڈھائی تولہ تک دو پیسے اور اس کے اوپر پانچ تولہ پر ایک آنہ لفافہ کا محصول ہے۔اس پر سب عالم، جاہل خواندہ ناخواندہ عمل کرتے جاتے ہیں کسی کو یہ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ اس

قانون میں حکمت کیا ہے؟ اور اگر کوئی کسی سے پوچھے بھی تو جواب دینے والا یہ جواب کافی سمجھتا ہے کہ بھائی قاعدہ قانون یہی ہے، مگر اسلام کی تعلیمات وقوانین کے لئے یہ جواب کافی نہیں سمجھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔ یہ سب پھل پھول اسی کے ہیں کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دلوں میں کم ہوگئی ہے۔

اشراف نفس کیا ہے؟

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ہدیہ بلا کسی طمع اور اشراف نفس کے ملے اس میں برکت ہوتی ہے اور اشراف نفس ہونے کی صورت میں برکت نہیں ہوتی۔

اشراف کے معنی انتظار کے ہیں مراد یہ ہے کہ اگر پہلے سے کوئی ہدیہ لینے کی توقع ہو اور نفس کو انتظار ہو کہ فلاں شخص سے یہ ہدیہ ملے گا تو یہ اشراف نفس ہے جس کے ساتھ ہدیہ قبول کرنا اہل باطن کیلئے ایسا ہے جیسے کسی سے سوال کر کے کوئی چیز لی جائے۔

حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں: اشراف نفس کے معاملہ میں حضرت نے ایک واقعہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی کا نقل فرمایا کہ ریاست بہاولپور کے ایک رئیس دیندار آدمی تھے۔ اکثر کچھ علماء، صلحاء کو دعوت دیتے رہتے تھے اور واپسی کے وقت کچھ ہدیہ بھی پیش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ دیوبند سہارنپور کے بزرگ اور حضرتؒ وہاں مدعو تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ قدس سرہٗ اپنے وقت کے فقیہ اور بزرگ تھے۔ ان کو خیال آیا کہ اس رئیس کی عادت معلوم ہے کہ کچھ ہدیہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اسلئے یہاں آتے ہی یہ خطرہ ہوتا ہے یہ کچھ دیں گے تو اشراف نفس ہو گیا۔ اس کے ساتھ قبول ہدیہ مناسب نہیں حضرت نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک اشراف نفس وہ ہے جس کے خلاف ہونے میں کلفت اور شکایت ہو۔

تشریح: ماشاء اللہ قربان جائے حضرت تھانویؒ کی اس تشریح

حدیث پر بے شک یہ حضرات اصحاب الہام تھے۔اشراف نفس کی حقیقت کا الہام اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کس طرح واضح فرما دیا۔

طالبین ہدیہ اور مترددین فی الھدیہ آپ نے دونوں کی الجھنوں کو دور فرمادی ،اللہ تعالے آپ کی قبرِ مبارک کو نور سے بھر دے آمین (مرتب)

پھر فرمایا: اور جب کلفت وشکایت نہ ہوتو وہ محض ایک وسوسہ ہے اشراف نفس نہیں،حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے میرے جواب کو پسند فرمایا اور تصدیق فرمائی۔

جنت میں درجات مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے حسد نہ ہوگا

فرمایا: کہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اہل جنت کے درجات متفاوت ہوں گے۔ایک درجہ اور دوسرے درجہ میں بڑا فرق ہوگا۔انسانی فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ چھوٹے درجے والے کو بڑے درجے والے پر اگر حسد بھی نہ ہوتو کم از کم غبطہ اور اس کے نتیجہ میں

ایک قسم کی حسرت ہوتی ہے۔ جنت میں حسد تو نہ ہوگا کیونکہ وہ فعل حرام ہے، مگر یہ سوال ہوتا ہے کہ غبطہ بھی ہوا تو ایک قسم کی حسرت اور کلفت تو ہوگی اور جنت سب کلفتوں سے پاک جگہ ہے۔ وہاں کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ فرمایا: کہ جنت کے حالات کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا وہاں حق تعالیٰ سب کو ایک وصف قناعت عطا فرمائیں گے کہ ہر شخص اپنے مقام پر خوش اور مگن رہے گا، بڑے درجے کے لوگوں کو دیکھ کر اس کے دل میں کوئی حسد وبے چینی پیدا نہ ہوگی۔

بزرگوں کی شان میں گستاخی سخت مضر اور کبھی نا قابل علاج ہو جاتی ہے

حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ فرماتے ہیں: حضرت گنگوہیؒ نے نقل فرمایا کہ: تفسیر سورہ یوسف منظوم کے مصنف حضرت میاں جی کی شان میں کچھ گستاخانہ الفاظ کہا کرتے تھے۔ پھر تنبہ ہوا تو بہ کی اور حضرت میاں جی صاحبؒ سے بیعت کی

درخواست کی۔ بیعت کرلیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد تنہائی میں ان سے فرمایا کہ میاں اشرف !اس طریق کی بنیاد اخلاص پر ہے اسلئے تم سے بات چھپانا نہیں چاہتا۔ بات یہ ہے کہ میں جب بغرض افاضہ تمہاری طرف توجہ کرتا ہوں تو تمہارے وہ سب کلمات جو پہلے کہے تھے میرے سامنے آکر حائل ہو جاتے ہیں۔ ہر چند تمہیں نفع پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں ،مگر اس کی صورت نہیں بنتی ،اسلئے بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور شیخ سے بیعت کرلو میں بھی تمہاری سفارش کروں گا۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: یہ کوئی حقد وکینہ نہیں بلکہ غیر اختیاری امر ہوتا ہے جس کا انسان مکلّف نہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشیؓ کو مسلمان ہونے کے بعد ہدایت فرمائی کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو مجھے حضرت حمزہؓ کا صدمہ تازہ ہوجاتا ہے۔ وہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔

دعاء کافر کی بھی قبول ہوسکتی ہے۔

فرمایا: کہ آیت قرآن وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلَالٍ۔ سے استدلال کر کے یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ کافر کی دعاء قبول نہیں ہوتی کیونکہ یہ آیت آخرت کے معاملہ میں ہے۔ وہاں کسی کی کوئی دعاء قبول نہ ہوگی ۔ دنیا میں حق تعالیٰ سب کی دعاء قبول فرماتے ہیں، یہاں تک کہ اکفرالکفار ابلیس کی دعاء قبول فرمالی اور دعاء بھی ایسی عجیب قسم کی کہ مجھے قیامت تک عمر طویل دے دیجئے تاکہ میں اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں حق تعالیٰ نے یہ دعاء بھی قبول فرما کر اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ کا اعلان فرمادیا۔

تصوف کی حقیقت فناء ہے یعنی اپنی خواہشات کو مرضیٔ مولیٰ پر قربان کرنا

ارشاد فرمایا: کہ لوگ اس طریق میں سالک ہونے کو بڑی چیز سمجھتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز سالک ہونا نہیں، ہالک

ہونا ہے۔یعنی اپنے کو مٹا دینا اور مٹا دینا بھی وہ معتبر ہے کہ اس مٹانے کو بھی مٹا دے کہ اس کی طرف کوئی التفات نہ ہو جیسے اصلی اور گہری نیند وہی ہے جس میں سونے والے کو اپنے سونے کی بھی خبر نہ رہے ورنہ پھر وہ نیند نہیں، اس کو اونگھ کہیں گے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

تشریح: حضرت مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نے عبادت واطاعت کی اصل روح کی طرف ہدایت فرمائی ہے کہ کمالات علمی ہوں یا عملی کتنے ہی مجاہدے اور عبادات ہوں اپنی ذات میں مقصود نہیں، مقصود رضائے حق جل شانہ ہے۔اور رضائے حق انسان کے عجز وانکسار اور شکستگی کے احساس میں ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اپنے کو قاصر

سمجھے اور اپنی کوتاہی پر استغفار کرے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے برابر کون عبادت واطاعت کرسکتا ہے،مگران کا بھی یہی عمل تھا کہ ساری رات عبادت کرنے کے بعد بھی استغفار کرنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْن ۔یعنی اللہ کے مقبول وہ بندے ہیں جورات کا بڑا حصہ عبادت میں گزارتے ہیں اور آخر شب میں استغفار کرتے ہیں ۔اس میں علماء ،خطباء مصنفین اور اسلامی معاملات میں جدوجہد کرنے والوں کیلئے اہم ہدایت ہے کہ یہ کوئی ناز کی اور فخر کی چیز نہیں، بلکہ جوکمال یا جو نیک عمل کسی سے ہوا ہے اس سب کوحق تعالیٰ کا عطیہ سمجھ کراس پر شکر گزار رہو۔اوراس میں حق تعالیٰ شانہ کے جلال کے مطابق نہ ہونے کی جو کوتاہی لازمی ہے اس سے استغفار کرے۔

جب تک امراض باطنہ کا علاج نہ ہو بعض اوقات ذکرو شغل نفلی عبادات مضر ہو جاتی ہیں

فرمایا: کہ جس طرح لطیف غذا خلط غالب کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے جس کے جسم میں صفراء بڑھا ہوا ہے غذا میں احتیاط نہ کی جائے تو وہ بھی صفراء ہی بڑھاتی ہے۔اسلئے مسہل کی ضرورت ہے۔مقوی غذا بعد میں دی جاتی ہے۔اسی طرح امراض باطنہ عجب،تکبر،ریاء، کے موجود ہوتے ہوئے اذکار واوراد کی کثرت بعض اوقات مرض کو بڑھا دیتی ہے یہاں بھی مجاہدات کا مسہل دینے کی ضرورت ہے تاکہ نیک عمل کر کے عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امراض باطنی کی اصلاح کو اذکار واوراد پر مقدم کرنا چاہیئے۔

مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں متقدمین صوفیاء میں اس کا بڑا اہتمام تھا۔اب لوگوں کو توجہ نہیں رہی اسی لئے مشائخ کی خدمت میں رہ کر ذکر و شغل میں مشغول رہنے

کے باوجود بہت سے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔امراض باطنہ جو درحقیقت کبیرہ گناہ ہیں وہ جوں کے توں رہتے ہیں۔ یہ کچھ خوابیں دیکھ کر اپنے کو ولی اور مقبول سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ معاصی کی عادت کے ساتھ ولایت ومقبولیت کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔

اچھا لباس پہننا بُرا نہیں ہاں اگر اظہار فخر کیلئے ہے تو حرام ہے

اچھا لباس اپنا دل خوش کرنے کیلئے پہنا جائے تو جائز ہے،مگر تفاخر کیلئے پہنا جائے تو جائز نہیں۔اور دونوں میں فرق پہچاننے کیلئے علامت یہ ہے کہ جس کی خلوت اور جلوت میں فرق نہ ہو دونوں حال میں اچھا لباس پہنتا ہے تو یہ علامت لطافت مزاج کی ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں،اوراگران دونوں میں فرق ہو کہ خلوت میں معمولی لباس اور جلوت میں عمدہ کا اہتمام ہوتو وہ تفاخر کیلئے ہے، جو حرام ہے۔

ضعف وناتوانی بھی نعمت ہے اس سے رنجیدہ نہ ہوں

فرمایا: کہ ضعفاء اور بیکس و بے سامان کو رنجیدہ ہونے کے بجائے خوش ہونا چاہیئے کیونکہ کہ ماں باپ کمزور بچے کی حفاظت کی زیادہ فکر کرتے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ حق تعالیٰ جو مربی خلائق ہیں ان کی نظر بھی ایسے کمزوروں خستہ حالوں پر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ایک حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: **انا عند المنکسرة قلوبھم** . ترجمہ: یعنی میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں۔

صالحین سے اگر غلطی ہوجاتی ہے تو متنبہ کرنے پر باز آجاتے ہیں

حضر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے قرن اول میں صدر مدرس تھے۔اوائل عمر میں ان کو سرکاری ملازمت کی نوبت آئی۔اجمیر شریف میں مدارس کے

انسپکٹر مقرر ہوئے وہاں ایک صاحب فن موسیقی کے بڑے استاد اور ماہر تھے مولانا جامع علوم وفنون اور ہر فن میں بڑے محقق تھے ۔ہر علم وفن حاصل کرنے کا شوق تھا اس ماہر موسیقی سے یہ فن بھی سیکھ لیا اور اس فن میں بڑے ماہر ہو گئے ۔

ایک روز بالا خانہ پر موسیقی میں مشغول تھے نیچے سے ایک مجذوب گزرے اور پکار کر کہا: مولوی تیرا یہ کام نہیں تو دوسرے کام کیلئے ہے، یہ سننا تھا کہ اس کام سے بالکل نفرت ہو گئی اور اسی وقت توبہ کر لی ۔ان کی توبہ کی خبر ان کے استاد کو پہنچی تو اس نے بھی توبہ کر لی ۔

آجکل مسلمانوں کے اجتماعی کام آفتوں اور فتنوں سے خالی نہیں

فرمایا: آجکل مسلمانوں کے اجتماعی کام آفتوں اور فتنوں سے خالی نہیں، اول تو اجتماع ہی نہیں ہوتا، اور ہو بھی تو قلـــوبھـــم شتی ۔کا مظاہرہ ہوتا ہے ۔ان کے دل متفرق اور الگ الگ ہوتے ہیں ۔اس لئے اب میں تنہا کرنے کا جو کام ہے وہ کر

لیتا ہوں جو مجمع پر موقوف ہے اس کے درپے نہیں ہوتا۔

جو شخص تمہیں پیچھے سے پکارے اس کو جواب نہ دو

فرمایا: کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امام ابو یوسفؒ کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ جو شخص تمہیں پیچھے سے پکارے۔ اس کا جواب نہ دو کیونکہ یہ طریقہ جانوروں کو ہکانے کا ہے اس نے تمہارے ساتھ وہ معاملہ کیا جو جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس لئے مستحق جواب نہیں۔

انبیاء سے زلّات کا صدور عین رحمت وحکمت ہے

فرمایا: انبیاء علیہم السلام سے بعض معاملات میں زلّت ولغزش ہونے کے جو واقعات قرآن کریم میں مذکور ہیں وہ بھی عین حکمت ورحمت ہیں۔ حضرحاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کی ہر حال میں ترقی ہوتی رہتی ہے، جن چیزوں کو زلّات کہا جاتا ہے انجام کاران کے حق میں وہ بھی ترقی کا ذریعہ بن جاتی ہیں کہ وہ ان پر متوجہ ومتنبہ ہوکر، گریہ وزاری اور استغفار کرتے ہیں۔

نواب کی دعوت سے بچنے کا خوبصورت راستہ

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کسی دینی ضرورت سے ریاست رامپور تشریف لے گئے تھے۔

نواب صاحب کو اطلاع ملی تو اپنے یہاں آنے کی درخواست کی مولانا نے کہلا بھیجا کہ میں دیہاتی آدمی ہوں امراء کے آداب سے واقف نہیں۔ اس لئے طرفین کے واسطے بے لطفی رہے گی۔

جنّات کو قید مت کرو

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ حضرت سے (قلمی مسودہ میں اس جگہ کسی بزرگ کا نام نہیں لکھا معلوم نہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ مراد ہیں یا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ)

جنات تابع کرنے کا عمل پوچھا تو فرمایا کہ میرے پاس ایسے عمل ہیں اور بہت آسان بھی ہیں۔ آپ کرو گے تو ہو بھی جائیں گے۔ مگر ایک بات سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بندہ بننے کیلئے پیدا

کیا ہے، خدا بننے کیلئے نہیں کہ دوسری مخلوق کو اپنے تابع کرتے پھرو۔ حضرتؒ نے فرمایا: کہ مجھے اسی وقت سے ایسے عملیات سے نفرت ہوگئی۔

عبادت مع الوساوس پر اجروثواب زیادہ ملتا ہے

ارشاد فرمایا کہ: حضرت مولانا گنگوہی قدس سرۂ فرمایا کرتے تھے کہ عبادت کے اندر جو وساوس اور خیالات انسان کو آتے ہیں ان کے دفع کرنے میں زیادہ تندہی سے پرہیز کرنا چاہئے کہ وہ مضر ہوتی ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ سوچنا چاہئے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ اور وہ اپنے حد اختیار تک قلب کو فارغ کر کے عبادت میں لگ جانے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر بھی جو وساوس اور خیالات غیر اختیاری طور پر آتے ہیں وہ مضر نہیں اس لئے زیادہ الجھن میں نہ پڑے اور اس کے باوجود وساوس وخیالات کے آنے پر جو طبعی رنج اس کو پیش آوے گا وہ مجاہدہ ہے۔

اس پر مجاہدہ کا ثواب ملتا ہے۔اس لئے میرے خیال میں عبادت مع الوساوس پر اجر وثواب زیادہ ملتا ہے۔

ایک عبادت کا ثواب دوسرا مجاہدہ کا۔بشرطیکہ اپنے اختیار سے وساوس کی پرورش نہ کرے اوران میں خوض نہ کرے،

شرعی لباس میں دیکھ کرایک جرمنی عیسائی نے کہا یہ آدمی بہت شریف معلوم ہوتے ہیں

ارشادفرمایا کہ: خواجہ عزیزالحسن صاحب بڑے بڑے عہدوں پر رہے،مگراپنالباس اوروضع قطع ہمیشہ سادہ اورشریعت کے مطابق رکھی۔ ایک جرمنی عیسائی نے ان کو دور سے دیکھتے ہی کہا کہ یہ آدمی بہت شریف معلوم ہوتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ جولوگ ان کی نقّالی کرتے ہیں ان کی نظر میں بھی یہ لوگ شرافت کے خلاف کام کرتے ہیں اور بالکل صحیح ہے جو اپنی قومی غیرت وحمیت نہ رکھے دوسروں کی نقالی ہی کو فخر وسعادت سمجھے۔

شہرت اور امتیاز سے نفرت

حضرت مولانا یعقوبؒ اول عمر سے عفیف اور متقی تھے شہرت اور امتیاز سے سخت نفرت تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ دو حرف علم کی وجہ سے شہرت کی بلاء میں مبتلا ہو گیا ورنہ میں تو کسی اور ہی طرح گمنامی کی زندگی گزارتا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے فرمایا قوم کی اصلاح صرف مقدس اور بزرگ ہستیوں سے ہوسکتی ہے

ارشاد فرمایا: کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے جب دہلی میں **نظارۃ المعارف** ۔ قائم فرمایا تو تھانہ بھون آئے تھے انہوں نے فرمایا کہ میں علامہ شبلی نعمانیؒ سے ملا تو مسلمانوں کی عام بے راہ روی اور مبتلائے آفات ہونے کا تذکرہ ہوا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی نظر میں قوم کی اصلاح کی تدبیر کیا ہے؟ علامہ شبلی نعمانیؒ نے کہا کہ قوم کی اصلاح

صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کا قوم پر مکمل اثر ہو اور یہ امر بغیر تقدس کے نہیں ہوسکتا اور تقدس بغیر تقوی اور کثرت عبادت وذکر اللہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔

کافر مہمان کا اکرام ہو مگر دینی مضرت سے احتیاط

ارشاد فرمایا: اگر مسٹر گاندھی بھی میرے پاس آئیں تو میں ان کا بھی اکرام کروں گا مگر ایک شرط ضرور لگاؤں گا اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے کا یہاں موقع نہیں دیا جائے گا۔

ایک آیت کی تفسیر سے شبہ کا ازالہ

ارشاد فرمایا: کہ قرآن کریم میں آیت **لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْن**: دعوت کے متعلق نہیں بلکہ دعوی کے متعلق ہے اور مراد یہ ہے کہ جو وصف تم میں موجود نہیں اسکا دعویٰ کیوں کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام تم نے کیا نہیں یا جو وصف تم میں موجود نہیں اس کا دعوی نہ کرو۔

عوام کا اعتقاد قابل التفات نہیں

فرمایا: کہ میں سوچتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرا معتقد ہو گیا تو دین کا کیا فائدہ ہوا ایسے ہی اگر کوئی معتقد نہ رہا تو دین کا کیا ضرر ہوا بلکہ غور سے دیکھا جائے تو دنیا کا بھی کوئی ضرر نہیں۔

لباس میں تکلف کی پابندی نکمّا اور پست حوصلہ ہونے کی علامت

فرمایا: کہ جب کسی کو دیکھتا ہوں کہ لباس میں تکلف کا پابند ہے تو دو چیزوں پر استدلال کرتا ہوں۔ اول یہ کہ وہ نکمّا آدمی ہے کام میں مشغول رہنے والا اس کا پابند نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ پست حوصلہ ہے کہ اس کے سامنے کوئی بڑا مقصد نہیں اگر وہ ہوتا تو اس میں لگ کر اپنے اوقات ضائع نہ کرتا۔

اذان کا جواب دینے پر رحمت حق کا عجیب واقعہ

فرمایا: ایک جاہل عورت مرنے کے وقت کچھ کلمات بول رہی تھی جو اس کے جاہل گھر والوں کے سمجھ میں نہیں آتے تھے وہ کسی

مولوی صاحب کو بلا کر لائے اور کہا کہ ذرا دیکھو یہ کیا بھونک رہی ہے مولوی صاحب نے قریب جا کر سنا تو عربی زبان کے یہ کلمات اس کی زبان سے ادا ہو رہے تھے۔ **ان هذين الرجلين يقولان ادخلى الجنة**۔ یہ دو آدمی یوں کہہ رہے تھے کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔

مولوی صاحب حیرت میں رہ گئے ۔ گھر کے جاہل لوگوں کو بتلایا کہ اس کو تو جنت کی بشارت دی جا رہی ہے ۔ اس کے اعمال کیا تھے جن کے بدلے میں اس کو یہ نعمت ملی ۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بالکل بے عمل بلکہ بد عمل عورت تھی مولوی صاحب نے فرمایا کہ غور کرو اس کا کوئی اچھا عمل اللہ کے نزدیک مقبول ہو گیا ہے ۔ وہ کیا تھا؟ بہت سوچنے کے بعد لوگوں نے بتلایا کہ اس کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ جب اذان ہوتی تو سب کام چھوڑ دیتی اور اذان کی طرف متوجہ ہو کر سنتی تھی دوسروں کو بھی اس وقت بولنے نہیں دیتی تھی ۔ مولوی صاحب نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نام کی یہ عزت کرنا ہی اس کے کام

آ گیا جس نے دوسری برائیوں پر پانی پھیر دیا۔

اللہ جل شانہٗ کی اس رحمت عامّہ کا یہ واقعہ نقل فرمانے کے بعد فرمایا کہ مجھے رحمت الٰہی کے متعلق انشاء کا یہ شعر بہت پسند ہے۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ مجھ کو آتا ہے پیار انشاء
ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ دمبدم عنایت

اس واقعہ کے ناقل حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد برزخ میں سب کی زبان خود بخود عربی ہو جائے گی، کیونکہ وہی انسان کے اصل وطن یعنی جنت کی زبان ہے اسی میں اللہ تعالیٰ کی سب کتابیں نازل ہوئی ہیں ۔پھر انبیاء نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے ترجمے امت کو سنائے۔(کذافی الاتقان السیوطی)

تیمّم کا ثواب وضو سے زیادہ

مجالس حکیم الامت میں مفتی شفیع عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور پانی کا استعمال مضر تھا۔مگر حضرتؒ تکلیف کے باوجود وضو کرتے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کیلئے تیمّم جائز ہے کیوں مشقت برداشت کرتے ہیں ۔مگر مولانا اس عزیمت پر عمل کرنے کیلئے تکلیف ومشقت برداشت کرتے تھے۔

ایک روز مولانا یعقوب صاحبؒ عیادت کیلئے آئے اور یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ ایسی حالت میں رخصت پر عمل کرنے میں احتیاط برتنا میرے نزدیک اچھا نہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بہادری جتانے کے مترادف ہے۔اس وقت آپؒ کو تیمّم کرنے ہی میں زیادہ ثواب ملے گا۔مولانا نے ان کے فرمانے کو قبول کرلیا۔

کیا ذکر جہری اور اشغالِ صوفیہ بدعت ہیں

ارشاد فرمایا کہ: عام احادیث سے ذکر اللہ میں جہر کی ممانعت مستفاد ہوتی ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی یہی

ہے۔ ہمارے بزرگوں میں سب بڑے فقیہ اور محتاط بزرگ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ تھے ان کی تحقیق اس معاملہ میں یہ ہے کہ ذکر اللہ میں جہر کوئی شخص افضل یا زیادتی ثواب کا موجب سمجھ کر کرے تو بدعت ہے۔ ہاں جمعیت خاطر اور قطع وساوس کی ایک تدبیر وعلاج کی حیثیت سے کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کی مثال بعینہ یہ ہے کہ زکام میں گل بنفشہ پکا کر پینے کو اگر کوئی شخص خاص عبادت اور ثواب سمجھنے لگے تو یہ بھی بدعت ہو جائے گا۔ اور محض علاج وتدبیر کیلئے کرے تو بدعت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

اس معاملہ میں امیر شاہ خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے ایک حدیث کی جو تحقیق نقل کی ہے وہ اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا فَھُوَ رَدٌّ ۔ یعنی جس شخص نے ہمارے

دین میں کسی نئی چیز کو بڑھایا وہ مردود ہے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ نے فرمایا: کہ حدیث میں جس چیز کی ممانعت فرمائی ہے وہ احداث فی الدین ہے، لیکن دین کے احکام کو بروئے کار لانے کیلئے جن ذرائع اور وسائل کی ضرورت پیش آئے اس کا حدیث وقرآن میں منصوص یا مذکور ہونا ضروری نہیں وہ ہر زمانہ میں ہر کام کی مناسبت سے اختیار کئے جاسکتے ہیں جیسے اس زمانہ میں حج کیلئے ہوائی جہاز اور جہاد کیلئے ٹینک اور بم وغیرہ کا استعمال ہے کہ اس کو احداث فی الدین نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ احداث للدین کہا جائے گا وہ جائز ہے۔

اسی طرح جمعیت خاطر اور قطع وساوس کیلئے ذکر میں جہر اشتغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرنا بھی احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے۔

حجاج پر اگر کوئی جھوٹا الزام لگائیگا تو انتقام لیا جائے گا

حجاج ابن یوسف اس امت کا سب سے بڑا ظالم مشہور ہے، مگر کسی بزرگ کی مجلس میں ایک شخص نے اس پر کوئی الزام لگایا اور غیبت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اگرچہ ظالم وفاسق ہے، مگر حق تعالیٰ کو اس سے کوئی دشمنی نہیں وہ جس طرح دوسرے مظلوموں کا انتقام حجاج سے لے گا اسی طرح اگر کوئی حجاج پر ظلم کریگا تو اس سے بھی انتقام لیا جائیگا۔

بزرگانِ سلف کا ادب کرنے سے تحقیق کی شان عطا ہوتی ہے

فرمایا: علمی تحقیق سے زیادہ ضرورت ادب کی ہے بلکہ بزرگانِ سلف کا ادب کرنے سے حق تعالیٰ تحقیق کی شان بھی عطا فرما دیتے ہیں۔

بزرگانِ سلف کا ادب چھوڑ کر جو تحقیق کی جائے اس میں لغزش اور غلط فہمی کا بڑا خطرہ ہے۔

اہل اللہ پُر جوش تقریر کیوں نہیں کرتے

فرمایا: جس شخص کو معرفت حق کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اس

کے نزدیک نظریات بھی بدیہیّات بن جاتے ہیں۔

اور بدیہی امور کے بیان کا کوئی آدمی خاص اہتمام نہیں کیا کرتا نصف النہار کے وقت آفتاب کا وجود ثابت کرنے کیلئے پُر جوش تقریر نہیں کی جاسکتی اسی حالت کے متعلق صوفیاء کرام نے فرمایا: **من عرف اللّٰہ کل لسانہ** ۔یعنی جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہوجائے اس کی زبان گویائی سے تھک جاتی ہے ایک حدیث میں جو ارشاد ہے۔

الحیاء والعیّ من الایمان ۔یعنی حیا اور کلام سے عاجز ہونا ایمان میں سے ہے۔اس کا مفہوم بھی کلام اور تقریر سے وہ عجز ہے جو معرفت حق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

نا اہلیت اور جہل کی وجہ سے جو عجز ہوتا ہے وہ مراد نہیں، کیونکہ وہ ایمان کا شعبہ نہیں ہوسکتا وہ شرعاً مذموم ہے۔اس پر فرمایا کہ حافظ کا مشہور شعر ہے۔ ''کجا دانند حال ما سبکساران

ساحلہا‘‘ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دریا کے پہلے کنارے پر کھڑے ہیں دریا کو عبور نہیں کر سکے اور جو لوگ دریا کو عبور کر کے اس کی مشکلات کو حل کر کے دوسرے کنارے پر پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ وہ بھی دریا کے کنارے پر ہی کھڑے ہیں مگر دونوں میں بڑا فرق ہے۔ان کے متعلق کجا دانند نہیں کہا جا سکتا وہ سب کچھ جانتے ہیں۔مگر صورت کے اعتبار سے دو کناروں پر کھڑے ہوئے یکساں نظر آتے ہیں۔اسی طرح ایک تو وہ جاہل جو کسی چیز کی حقیقت سے واقف ہی نہیں اس سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ جواب اور گفتگو سے حقیقۃً عاجز ہوتا ہے۔دوسرا وہ عارف کامل ہے جو سب چیزوں سے اتنا واقف ہے کہ نظری چیز بھی اسے بدیہی معلوم ہوتی ہیں وہ بھی زیادہ لمبی گفتگو اور بڑی تقریر سے عاجز ہوتا ہے یہی وہ عجز ہے جس کو حدیث میں جزو ایمان قرار دیا گیا ہے۔

کیا بزرگوں کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے

فرمایا کہ ایک متقی پرہیز گار نے مجھے ایک انگر کھا (اچکن) مومی چھینٹ کا دیا تھا اس کو متبرک سمجھ کر پہنتا تھا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ جب تک وہ بدن پر رہتا معصیت اور گناہ کا خطرہ تک نہ آتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے کپڑوں میں کیا رکھا ہے مگر میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے۔

اتفاق کی جڑ تواضع ہے

فرمایا کہ: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے اتفاق کی جڑ تواضع ہے ''متکبروں میں کبھی اتفاق نہیں ہوتا'' کیونکہ جب کسی شخص میں تواضع ہوتی ہے تو اس کو یہ کچھ مشکل نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے آپ کو دوسرے کا تابع بنادے اور اپنی رائے کا دوسرے کی رائے کے مقابلہ میں اصرار نہ کرے اور متکبر سے یہ کام کبھی نہیں ہوتا۔

مرتب کہتا ہے کہ آج اکثریت متکبروں کی ہے اسی لئے اتفاق نہیں ہوتا۔ تکبر کی اس جڑ کو کاٹنے کیلئے کسی شیخ کی

غلامی ضروری ہے اس کے بغیر ناممکن نہیں تو دشوار تو بہت زیادہ ہے ہی۔

خدا کی قسم میں تم میں سے ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’مجھے یونس ابن متّیٰ نبی پر فضیلت مت دو مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ نے اپنے استاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اس کے متعلق یہ سوال کیا کہ سب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل، سب کے سردار، سب کے امام ہیں۔ پھر حدیث میں حضرت یونس علیہ السلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرنے کو کیوں منع فرمایا ہے۔ یہ اشکال حدیث کے تمام شارحین نے نقل کیا ہے اور اپنی طرز کے مختلف جوابات دئے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے اصحاب کے انداز پر یہ جواب دیا کہ خود یہی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

افضلیت کی دلیل ہے کہ اپنے کو افضل کہنے سے منع فرمایا جو لوگ افضل ہوتے ہیں ان کا یہی طریق ہے۔

مولانا فخر الحسن کا اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم مجھے اپنی نسبت سے کیا سمجھتے ہو ۔مجھے اپنے سے افضل کہتے ہو یا نہیں؟ سب نے کہا کہ اس میں تو ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں حضرت گنگوہیؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر میں آپ سے کوئی بات قسم کھا کر کہوں تو آپ اس کو سچ سمجھو گے یا نہیں؟

سب نے کہا کہ بلا کسی شبہ وتردد کے اس کو سچ سمجھیں گے۔اس پر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ: خدا کی قسم میں تم میں سے ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔حضرت کی اس قسم پر سارا مجمع محو حیرت رہ گیا اور حضرتؒ مجلس سے اٹھ کر اپنے حجرہ تشریف لے گئے۔

ہاں چند کتابیں دیکھی ہیں

ارشاد فرمایا: کہ مجھے زیادہ کتب بینی کا ذوق نہیں ہوا کیوں کہ نفس علم کو مقصود نہیں سمجھا عمل کیلئے جتنے علم کی ضرورت ہے

اس میں اپنے بزرگوں پر مکمل اعتماد واعتقاد تھا۔ جو کچھ قرآن وسنت کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا تھا اس پر دل مطمئن تھا۔

ایک صاحب نے حضرت کی تصانیف جو ایک ہزار کے قریب ہیں ان کا ذکر کر کے عرض کیا کہ آپ نے اتنی تصانیف فرمائی ہیں تو ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی۔

حضرت نے فرمایا: کہ ہاں چند کتابیں دیکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا یعقوبؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ ان کتابوں نے مجھے سب دوسری کتابوں سے بے نیاز بنا دیا۔ شاید ایسے ہی حضرات کے متعلق کسی کا شعر ہے ؎

وانت الکتاب المبین الذی

باحرفه یظهر المضمر

تو ہی وہ واضح کتاب ہے جس کے حروف سے مخفی مضامین ظاہر ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام کا عظمت ومقام

ایک صاحب کو بعض حضرات صحابہ کے متعلق کچھ شبہات رہتے تھے۔

ایک مرتبہ خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہ سمندر میں اگرچہ ہزاروں گندگیاں اور نجاستیں ڈالدی جائیں مگر سمندر ہی سب پر غالب رہتا ہے گندگیوں کا اثر اس پر غالب نہیں آتا۔

نیت صحیح ہو تو عملی کوتاہی معاف

فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نظر انسان کے قلب اور اس کی نیت وارادہ پر ہوتی ہے اگر وہ خالص اللہ کیلئے ہو مگر عمل میں کوتاہی ہو جائے تو وہ اکثر معاف ہو جاتی ہے۔

کسی کو قبلہ و کعبہ کہنا کیسا ہے

حضرت سے سوال کیا گیا کہ لوگ اپنے بڑوں کو قبلہ وکعبہ لکھتے ہیں یہ کیسا ہے؟

فرمایا: کہ مجاز ہے اس لئے کوئی حرج نہیں مگر ترک اس کا اولیٰ ہے۔

اتباع سنت کی برکت

سوال کیا گیا کہ ایک شخص ایک کام سنت کے مطابق کرتا ہے ،مگر اس کو نہ اس کا سنت ہونا معلوم ہے نہ اس نے اتباع سنت کی نیت سے کیا تو کیا پھر بھی اس کو ثواب ملے گا۔فرمایا: کہ ثواب تو بغیر نیت کے نہیں ملے گا ،مگر موافقت سنت کی برکت سے پھر بھی محروم نہ رہے گا۔

بے ادبی معاصی سے زیادہ مضر

فرمایا: میں بے ادبی کو معاصی سے زیادہ مضر سمجھتا ہوں ،ایک مرتبہ فرمایا کہ مشائخ اور علماء کی شان میں بے ادبی کرنے سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے کیونکہ اس کے عواقب اور نتائج بہت خطرناک ہیں۔

رشوت کی تعریف

فرمایا: کہ رشوت کی جامع تعریف جو تمام اقسام رشوت پر حاوی ہے یہ ہے کہ کسی غیر متقوم (غیر قیمتی) چیز کا عوض لینا۔

اصل چیز صحبت شیخ ومحبت شیخ ہے

فرمایا: کہ اس طریق میں اصل چیز صحبت شیخ اور محبت شیخ ہے، تعلیم وتلقین اس کے بغیر کارگر نہیں ہوتی۔اور صحبت بلا تعلیم وتلقین کے بھی مفید ہوتی ہے۔پہلے بزرگوں کی عام حالت زیادہ تعلیم وتلقین کی نہ تھی ان کی صحبت کی برکت ہی سے اصلاح ہوجاتی تھی ۔غالباً حضرت

مولانا اسماعیل شہیدؒ نے منصب امامت میں لکھا ہے کہ بزرگوں کا فیض صحبت آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ اس کا فائدہ سب کو پہنچتا ہے۔ خواہ استفادہ کرنے والے کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور قصداً استفادہ کرے یا نہ کرے آفتاب کا فائدہ سب کو برابر ملتا ہے۔

اسی طرح خاص خاص بزرگوں کا فیض صحبت بھی ایسا ہی عام ہوتا ہے۔ اور علامت ایسے بزرگوں کی یہ ہوتی ہے کہ ان کی وفات کے وقت عام قلوب میں ایک ظلمت اور کدورت محسوس ہونے لگتی ہے۔ حضرت نے فرمایا: کہ اس کی تائید اس جملہ سے ہوتی ہے جو صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرمایا تھا۔

واللّٰہ مَا اَنْفَضْنَا اَیْدِیْنَا مِنَ التُّرَابِ حَتیٰ اَنْکَرُ نَا قُلُوْبَنَا۔ یعنی خدا کی قسم کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرنے کے بعد اپنے ہاتھ بھی مٹی سے نہیں جھاڑے تھے کہ ہمارے قلوب میں تغیر محسوس ہونے لگا۔

فرمایا: مشائخ کی صحبت میں رہنے والا ہر وقت اس سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے خواہ اس کو نفع کا احساس واستحضار ہو یا نہ ہو۔

حقیقی شجاعت

ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگوں نے ظلم و چوری اور بے رحمی کا نام شجاعت رکھ لیا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ جس شخص میں حقیقی شجاعت زیادہ ہوتی ہے اس میں ضعیفوں پر رحم بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ بے رحمی اور سنگدلی کا مظاہرہ ان ہی لوگوں سے ہوتا ہے جن میں شجاعت نہیں ہوتی ۔یہی وجہ ہے کہ ہندؤوں میں رحم و ترس نہیں ۔جب مقابلہ پر آتے ہیں تو مخالف کے ساتھ ایسے برتاؤ کرتے ہیں کہ انسانیت لرز اٹھتی ہے۔مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی شجاعت عطا فرمائی ہے۔تاریخ اس کی گواہ ہے کہ کمزور دشمن قبضہ میں آ گیا تو اس کے ساتھ بے رحمی کا معاملہ نہیں کرتے۔

ایک دن جب ایک سال کا ہوگا تو نماز کس طرح پڑھیں گے

فرمایا: کہ حدیث میں آیا ہے کہ دجّال کے زمانے میں ایک دن ایک سال کا ہوگا۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جو دن سال بھر کا ہوگا کیا اس دن میں بھی صرف پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس میں اندازہ لگا کر ہر روز پانچ نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔

مجاہدۂ تقلیل کلام (کم بولنے) پر حدیث

مشکوۃ باب حفظ اللسان میں ایک حدیث ہے۔ **العیّ من الایمان** یعنی بولنے اور کلام کرنے میں کمی اور رکاوٹ ایمان کا جز ہے۔ فرمایا کہ مومن کی اصل شان یہ ہونا چاہیے کہ اس کا قلب فکر آخرت میں ہمہ وقت مشغول ہو اور جب یہ حالت ہوگی تو اس کے ساتھ ''عیّ'' یعنی کلام کی بستگی (بندش) لازمی ہے۔

طلاقت لسان اور بیان کی روانی ایسی حالت میں نہیں ہوسکتی البتہ کسی عارضی ضرورت سے کوئی دوسرا حال غالب آجائے تو اس

وقت طلاقت لسان اور بیان کی روانی اور خطابت کا زور بھی تقریر
میں پیدا ہو جاتا ہے۔جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
خطابت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کا بیان صحابہ
کرامؓ سے منقول ہے۔

بغیر دل کے ہی ذکر شروع کردو آہستہ آہستہ دل بھی لگ جائے گا

فرمایا: جو لوگ ''تماکو'' کھانے یا پینے کے عادی ہیں ان سے
پوچھیے کہ ''تماکو'' کا عشق پہلے ان کے دل میں پیدا ہوا تھا اس کی
مجبوری سے کھانا شروع کیا یا معاملہ برعکس ہوا کہ پہلے کھانا شروع
اسی طرح جس طرح باطن میں کمال ایمان انسان کے اعمال صالح
کا سبب بنتا ہے اسی طرح بعض اوقات دل میں داعیہ نہیں ہوتا مگر
عمل شروع کر دینے سے دل میں بھی شوق ورغبت پیدا ہو جاتی
ہے اسلئے سالک اور طالب کو چاہئے کہ مرشد نے جو معمولات
بتلائے ہیں ان کے پورا کرنے میں اس کا انتظار نہ کرے کہ دل

لگے گا تو کروں گا بلکہ ہونا یوں چاہئے کہ ان کو کرنا شروع کر دے آہستہ آہستہ دل بھی لگ جائے گا۔ کیا اس سے عشق کے درجہ تک رغبت پہنچ گئی۔

کوئی نقش وتعویذ دعاء کے برابر مؤثر نہیں

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: کہ آج کل لوگ اپنے مقاصد میں اور دفع امراض ومصائب میں تعویذ گنڈے وغیرہ کی تو بڑی قدر کرتے ہیں اس کیلئے کوشش بھی کرتے ہیں۔ اور جو اصل تدبیر ہے یعنی اللہ سے دعاء اس میں غفلت برتتے ہیں، میرا تجربہ یہ ہے کہ کوئی نقش وتعویذ دعاء کے برابر مؤثر نہیں، ہاں دعاء کو دعاء کی طرح مانگا جائے اور موانع قبول سے پرہیز کیا جائے۔

کسی شخص کی ذات کو بُرا کہنے میں احتیاط کریں

فرمایا: ایک مشہور پیر صاحب بازاری عورت کو بھی مرید کر لیتے

تھے۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مجلس میں کچھ لوگ ان کو بُرا کہنے لگے تو حضرت نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ تم نے ان کا عیب تو دیکھ لیا یہ نہیں دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے عبادت گزاری اور گریہ وزاری کرتے ہیں لوگوں کو خاموش کر دیا اور اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ کسی شخص کے اچھے عمل کو اچھا اور بُرے کو بُرا کہہ دینا تو دینی حق ہے لیکن کسی شخص کو بُرا یا بھلا اس کے مجموعہ اعمال کی بنا پر کہا جا سکتا ہے جس کا عموماً لوگوں کو علم نہیں ہوتا اس لئے کسی شخص کی ذات کو بُرا کہنے میں بہت احتیاط چاہئے۔

تم تو گنہگار ہو ہی گئے

حضرت مولانا نانوتویؒ کے خاص بے تکلف مرید امیر شاہ خان صاحب نے ایک مرتبہ فضل رسول صاحب جو اس زمانے کے اہل بدعت میں سے تھے۔ان کا نام بگاڑ کر فضل رسول کے بجائے فصل رسول حرف صاد کے ساتھ کہا۔حضرت نے ناراض ہو کر سختی سے منع فرمایا کہ وہ جیسے

بھی کچھ ہوں تم تو آیت قرآن وَلَاتَنَابَذُوْا بِالْاَ لْقَاب.
(بُرے لقب سے مت پُکارو) کے خلاف کر کے گناہگار ہو ہی گئے۔

جنّات سے پیسہ لینا حرام ہے

ارشاد فرمایا کہ ملازمت کانپور کے زمانے میں ایک درویش کانپور آئے مجھ پر مہربان تھے مجھے چار روز کا ایک عمل دست غیب کا لکھ کر دے گئے ۔میں نے تحقیق کرنا چاہا کہ یہ چار روپئے کہاں سے آئیں گے تو معلوم ہوا کہ اس عمل کے ذریعہ چار روپیہ مسخر ہو جاتے ہیں وہ جہاں کہیں جاویں بعینہٖ پھر اس کے پاس آجاتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس میں جنّات کے عمل کو دخل ہوگا حضرت نے فرمایا کہ یہ تو چوری ہوئی۔ہم نے یہ چار روپیہ گھر کا کوئی سامان خریدا وہ چار روپیہ پھر واپس ہمارے پاس آگئے جو اس کا حق تھا اس لئے یہ عمل حرام ہے۔افسوس ہے کہ بعض ناواقف درویش بھی اس کو کرامت سمجھ کر خوش

ہوتے ہیں جو قطعی حرام اور گناہ ہے۔

کام کرنے والے کو شبہات کم ہوتے ہیں اور بہت جلد دفع ہوجاتے ہیں زیادہ تدقیق میں وہ پڑتے ہیں جن کو کام کرنا نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ میرا تجربہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے پیش نظر کوئی مقصد ہوتا ہے اور وہ اس کام کو کرنا چاہتے ہیں ان کو شبہات بہت کم پیش آتے ہیں۔اور ذرا سے اشارہ میں دفع ہوجاتے ہیں۔سوالات اور شبہات کی بھرمار وہ لوگ کیا کرتے ہیں جن کو کام کرنا نہیں ہوتا۔

یہاں سے دہلی جانے والے کو جب کہیں راستہ میں شبہ ہوجائے تو کسی سے راستہ پوچھتا ہے تو بقدر ضرورت معلوم ہوجانے پر چلنا شروع کردیتا ہے بہت زیادہ تدقیقات میں نہیں پڑتا نہ زیادہ قیل وقال کرتا ہے۔اسی طرح کسی بھوکے آدمی کو کھانا دیا جائے تو وہ بہت سوالات وتدقیقات میں نہیں پڑتا کہ گندم کہاں کا ہے،چاول کہاں سے آیا ہے،آٹا کہاں پیسا گیا ہے۔وہ

اپنے کام سے کام رکھتا ہے کہ کھانا بھوک کو رفع کرنے کیلئے اللہ نے دے دیا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔حضرات صحابہ کرامؓ کا دین کے معاملات میں یہی رنگ تھا کہ کام کی دھن لگی ہوتی تھی گوش برآواز رہتے تھے۔جب کسی کام کا حکم ہو فوراً اس طرف چل دیں اول تو دین کے معاملات میں ان کو شبہات وسوالات پیدا ہی نہیں ہوتے تھے اور جو ہوتے تو ادنیٰ اشارہ اور مختصر تقریر سے کافور ہوجاتے تھے اور کیوں نہ ہو کہ سچی اور صحیح بات کا یہی طبعی اثر ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔الصدق طمانینة والکذب ریبة ۔یعنی سچی بات اطمینان قلب کا سبب بنتی ہے اور جھوٹ شک وشبہ کا۔ایک طرف بات سیدھی ، سچی دوسری طرف قبول واطاعت کا جذبہ قوی اسلئے شبہات کی کوئی عمر ہی نہیں ہوتی تھی۔حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے درمیان ایک معاملہ میں اختلاف رائے پیش آیا۔صدیق اکبرؓ نے ایک دو

مرتبہ فرمادیا: واللّٰہ ھو خیر واللہ ھو خیر ۔یعنی خدا کی قسم خیر اسی میں ہے۔فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ ان کلمات سے مجھے اس معاملہ میں شرح صدر ہو گیا جس میں حضرت صدیق اکبرؓ کا شرح صدر پہلے ہو چکا تھا اور اختلاف رائے ختم ہو گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ واللہ خیر۔نہ کوئی معاملے اور مسئلے کی دلیل ہے نہ کسی بحث کا جواب مگر طالب حق کیلئے غور وفکر کی دعوت ہے وہی اس جگہ کافی ہوگئی۔

باپ جو بیٹے کو نصیحت کرتا ہے عادۃً وہ دلائل نہیں بیان کرتا، لمبی تقریر نہیں کرتا بیٹے کی مصلحت کو مختصر لفظوں میں بتلاتا ہے وہی کافی ہو جاتی ہے قرآن کریم کے ارشادات عموماً اسی رنگ کے ہوتے ہیں۔

خود کو اکمل کہنے میں تکبر ہے یا افضل کہنے میں

فرمایا: اپنے کو کسی خاص وصف میں دوسرے سے اکمل جاننا تکبر نہیں ہاں افضل اور بہتر جاننا تکبر ہے کیوں کہ افضل

اور بہتر ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول اور انجام بخیر ہونے پر ہے اس کا کسی کو علم نہیں اس لئے اپنے آپ کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ انسان سے افضل جاننا جائز نہیں۔

تعلقات اس طریق میں بہت مضر ہیں

ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک اس طریق کا پہلا قدم یہ ہے کہ آدمی تمام تعلقات سے یکسو ہو کر اصلاح باطن کی فکر میں لگے اور اپنے سب عزائم اور ارادوں کو بھی شیخ کے حوالے کر کے فارغ ہو جائے۔

تعلقات اس طریق میں سخت مضر ہیں بلکہ عزائم تعلقات بھی مضر ہے۔

کسی کا کوئی عیب دیکھ کر دوسرے کمالات کا انکار نہ کرو

ارشاد فرمایا: میرا تجربہ ہے کہ جو عورتیں انتظام میں (بدنظم) ہوتی ہیں ان میں جوہر عفّت پورا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مبتلا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کی عفّت و پاکدامنی کے اعلیٰ وصف کا استحضار کیا کرے تاکہ دل کی کدورت دور ہو جائے قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے۔

عَسٰی اَن یَّجْعَلَ اللهُ فِیْهِنَّ خَیْراً کَثِیْرا۔ یعنی کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں ہی خیر کثیر اور بڑی بھلائی عطا فرما دیں۔

بیوی کو نفقۂ ضروریہ کے علاوہ بھی کچھ رقم کا مالک بنائیں

فرمایا: مصلحت اس میں ہے کہ بیوی کو نفقہ ضروریہ کے علاوہ بھی کچھ رقم مالک بنا کر دے دی جاوے تا کہ وہ آزادی سے اس کو اپنی منشاء کے مطابق خرچ کر سکے۔ دوسروں کی دست نگر نہ رہے۔ اور فرمایا کہ بیوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ کی خاطر اس نے اپنے سب تعلقات کو چھوڑ دیا۔ میں تو اہل طریق سے کہا کرتا ہوں کہ ایک نوعمر لڑکی جو کام ایک دن میں کر کے دکھا دیتی ہے وہ تم نے برسوں میں بھی اللہ کیلئے کیا؟ کہ سب تعلقات کو اس پر قربان کر دیتے۔

مسئلہ تقدیر کی حقیقت

فرمایا کہ ایک زمانے میں مسئلہ تقدیر میں مجھے ایسی الجھن

پیش آئی کہ سخت پریشان رہتا تھا۔موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا مگر پھر سکون ہوا تو اس طرح کہ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہونا بے عقلی ہے۔کیونکہ تقدیر درحقیقت اللہ جل شانہٗ کی ایک صفت ہے اور جس طرح انسان کو حق تعالیٰ کی ذات کی کُنہ اور حقیقت کا علم ناممکن ہے۔اسی طرح اس کی کسی صفت کی اصل حقیقت کا ادراک بھی ناممکن ہے۔

جس طرح ہم ذات وصفات پر بغیر علم حقیقت کے ایمان لائے ہیں اسی طرح اس پر بھی ایمان لانا واجب ہے۔

دین کے معاملات میں شبہات کا سبب اللہ کی محبت وعظمت میں کمی ہے

ارشاد فرمایا: کہ دین کے معاملات واحکام میں شبہات پیدا ہونے کا اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت پوری نہیں ہوتی وہ طرح طرح کے شبہات کا شکار ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ

صحابہ کرامؓ وتابعین کبھی اس طرح کے شبہات میں مبتلا نہیں ہوئے
اس سے معلوم ہو کہ شبہات کا اصل علاج بھی دو چیزیں ہیں۔ محبت
وعظمت اور ان دونوں کے حصول کا طریقہ اہل محبت وعظمت کے
ساتھ مجالست ان کی صحبت میں رہنا ہے جس کا جی چاہے تجربہ کر
کے دیکھ لے کہ کسی محقق بزرگ اللہ والے کی خدمت میں چند روز
عقیدت کے ساتھ بیٹھنے سے اکثر شبہات خود بخود دور ہو جاویں
گے جو برسوں کی بحث ومباحثہ سے کبھی دور نہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ
اگر کسی شخص کو طبعاً یہی پسند ہو کہ احکام دین کے اسرار وحکمتیں اس
کو معلوم ہو جاویں تو اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اسرار کی تفتیش اور
اس میں بحث ومباحثہ کو ترک کرے۔ انقیاد واطاعت میں لگ
جائے تو یہ اسرار اس پر خود بخود منکشف ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا
واللہ ثم واللہ یہی طریق ہے۔

میں نے جب سے درس وتدریس کا کام شروع کیا اس کا

التزام رکھا ہے کہ جو بات مجھے معلوم نہ ہو صاف کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں خواہ شاگرد سوال کرے یا کوئی اور۔ یہ بات مجھے اپنے استاد حضرت یعقوبؒ سے حاصل ہوئی۔

ہندوستان میں اسلام تجار اور صوفیہ سے پھیلا ہے

فرمایا: تجربہ شاید ہے کہ دنیا میں اسلام مباحثوں اور تحقیقی مجلسوں سے نہیں پھیلا بلکہ عمل اور اطاعت سے پھیلا ہے۔ایک انگریز نے لکھا ہے ہندوستان میں اسلام دو جماعتوں سے پھیلا ہے تجار،اور صوفیہ۔ اور فرمایا کہ حقیقت میں دین کی سب سے بڑی تبلیغ یہ ہے کہ اپنے حالات، معاملات، اخلاق کو درست کر لیا جائے اس کو دیکھ دیکھ کر لوگ خود بخود مسلمان اور نیک ہو جاویں گے۔

نماز میں خشوع اور حضور قلبی پیدا کرنے کا آسان نسخہ

فرمایا: جو الفاظ نماز میں زبان سے ادا کرتا ہے وہ محض یاد سے پڑھتا

نہ چلا جائے بلکہ ایک ایک لفظ پر اس طرح دھیان لگائے جیسے کچا حافظ قرآن، الفاظ کو سوچ سوچ کر نکالتا ہے اور اس میں بھی اگر کسی وقت غفلت ہو جائے تو اس کے قلق اور آئندہ کی فکر چھوڑ کر فوراً اسی طریقہ پر آجائے کہ جو الفاظ زبان سے ادا کر رہا ہے اس پر دھیان لگائے۔

یہاں تو لوہے کے چنے چباتے ہیں

فرمایا کہ ذکر اللہ اور نوافل وعبادت میں ایک خاص لذت ہے جو دنیا کی ساری لذتوں سے فائق ہے، مگر مبتدی کو اس لذت وحلاوت کی فکر میں نہ رہنا چاہئے کیونکہ اعمال دین مبتدی کیلئے دوا کا حکم رکھتے ہیں دواؤں میں مزہ اور لذت کہاں۔ البتہ منتہی کیلئے یہی اعمال غذاء لذیذ بن جاتے ہیں پھر فرمایا کہ لوگ اس طریق میں مزے کے طالب ہیں حالانکہ یہاں تو لوہے کے چنے چباتے ہیں۔ جب تک اس منزل سے نہ گزر جائے لذت وحلاوت حاصل نہیں ہوتی۔

اللہ سے ملاقات کیسے ہوگی

ارشاد فرمایا کہ مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں جس چیز کو وصول الی اللہ کہا جاتا ہے اس کیلئے عادۃ اللہ یہ ہے کہ پہلے بندہ کی طرف سے سلوک ہوتا ہے۔یعنی اپنی سعی وعمل کے ذریعہ اللہ کا راستہ طے کرنا جب انسان اپنے حد اختیار تک یہ کام کر لیتا ہے تو پھر حق تعالی کی طرف سے جذب ہوتا ہے اور اسی جذب سے منزل مقصود تک رسائی ہوتی ہے۔بغیر جذب حق کے سلوک محض کافی نہیں ہوتا ،مگر قدیم زمانے میں اس سلوک کیلئے محنت شاقہ اور بڑے مجاہدات شرط تھے اس کے بعد جذب کی نوبت آتی تھی ۔اس زمانے میں انسانی قوی کا انحطاط ہے۔اس لئے مجاہدات شاقہ کے بغیر ہی جذب حق نصیب ہوجاتا ہے۔شرط یہ ہے کہ اتباع سنت کا پورا اہتمام کرے کیونکہ جذب علامت محبوبیت ہے اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے

.قُـلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْ نَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه ۔اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہدیں کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو اس اتباع سنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہو جاؤ گے۔

ائمہ مجتہدین اور چاروں امام صاحب مقامات اور اولیاء اللہ تھے

امام غزالیؒ اپنی کتاب ''فاتحۃ العلوم'' میں اکثر ائمہ مجتہدین ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، اور احمد بن حنبلؒ وغیرہم کے متعلق ثابت کیا ہے کہ یہ حضرات صحابہؓ وتابعین کی طرح ظاہر وباطن ہر حیثیت سے مکمل اولیاء اللہ تھے۔ اگرچہ ان کو اس طرح کے رسمی مجاہدات کی نوبت نہیں آئی جو عموماً صوفیاء کرام میں معروف تھے۔

نفس کا علاج تقلید شخصی سے بہتر کوئی نہیں

ارشاد فرمایا کہ نفس کی آزادی اور بے راہ روی کا علاج تقلید شخصی سے بہتر کوئی نہیں۔ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد

یعقوب صاحبؒ تو اپنے معاصرین کی بھی تقلید کرتے تھے۔صوفیاء کرام کی اصطلاح میں تقلید شخصی ہی کا نام وحدت مطلب ہے ۔یعنی کسی ایک شیخ کو اپنا مربی و مصلح بنا کر تمام معاملات میں اسی کے تابع عمل کیا جائے۔مختلف مشائخ اور بزرگوں کے اعمال پر نظر ڈال کر اپنے لئے کوئی راہ عمل تجویز کرنے والا نفس کے دھوکے سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

مدارس اسلامیہ کے چندہ کا صحیح طریقہ

ارشاد فرمایا کہ: چندہ جمع کرنے میں آج کل بے شمار خرابیاں ہوگئی ہیں،جن میں سے سب سے بڑی خرابی چندہ جمع کرنے والے علماء کا وقار مجروح ہوتا ہے۔جو عوام کیلئے زہر ہے،یعنی ان کے دین کیلئے اور پھر چندہ کرنے والے حضرات بھی اکثر محتاط نہیں ہوتے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ دینے والا شرما شرمی کچھ دے نکلے اس کا اخلاص ختم ہوا۔ان کیلئے ایسا چندہ جائز نہیں اس لئے مناسب صورت یہ ہے

کہ چندہ کی تحریک عام کی جائے ،خطاب خاص سے پرہیز کیا جائے ،اور خطاب خاص صرف اس صورت سے جائز ہے کہ خطاب کرنے والا کوئی بااثر شخصیت کا مالک نہ ہو جس کے اثر سے مغلوب ہو کر لوگ چندہ دینے پر مجبور ہو جائیں۔

اللہ سے تعلق کی برکت علوم وفنون میں

ارشاد فرمایا کہ: ہمارے حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے مجھے چار مسائل میں اللہ نے شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ان میں کبھی کوئی شک وشبہ نہیں پیش آتا ۔اوّل مسئلہ تقدیر ،دوم مسئلہ حقیقت روح،سوم مشاجرت صحابہؓ، چہارم وحدت الوجود۔ظاہر ہے کہ یہ شرح صدر کتابی علوم میں بڑی محنت اٹھانے کا نتیجہ نہ تھا بلکہ توجہ الی اللہ اور اپنے آپ کو اس فکر میں لگالینے کا ثمرہ تھا۔

بزرگ کو سادہ ہونا چاہئے

حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ جو تھانہ بھون کے اقطاب

ثلاثہ میں سے ایک تھے۔

ان کا رنگ عجیب تھا کہ ان کے ظاہری حالات کو دیکھ کر کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ کوئی صاحب نسبت بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔ ان کے صاحبزادے مولوی یونس صاحبؒ کا بھی یہی رنگ تھا کہ صاحب نسبت، بزرگ، اور ولی اللہ ہونے کے باوجود عام لوگوں کی صف میں انہی کی طرح رہتے تھے۔

قدر مجذوب کی خاصان خدا سے پوچھو
شہرۂ عام تو ایک قسم کی رسوائی ہے

(مرتب)

ایک دن ان کی مجلس میں ایک مشاق فقیر جس نے مسمریزم کی مشق کی ہوئی تھی اپنی خیالی سے قوت لوگوں پر توجہ ڈالتا تھا پہنچ گیا۔ مولوی یوسف کو فوراً احساس ہو گیا تو یہ شعر پڑھا۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار مجنوں میں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مخلوق خدا کو فائدہ علمی تحقیق سے نہیں بلکہ عملی تقدس سے ہوتا ہے

ارشاد فرمایا: کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے نقل کیا کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے ان کے سامنے فرمایا کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قوم کو اصلاحی فائدہ وہ شخص پہنچا سکتا ہے جس میں تقدس وتقوی ہو۔اس کے بغیر کتنا ہی بھاری عالم اور محقق ہو اصلاح خلق اس سے نہیں ہو سکتی۔

اللہ کے ولی سے بلا ارادہ بھی مخلوق کو فائدہ ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ: جس شخص کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ درست اور قوی ہو جاتا ہے اس سے مسلمانوں کو بلا قصد بھی نفع پہنچتا ہے۔اس کی مثال آفتاب جیسی ہوتی ہے کہ خود آفتاب کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس سے کس کس کو کیا کیا فائدہ پہنچتا ہے وہ بھی کچھ قصد وارادہ نہیں کرتے اس کے باوجود فوائد پہنچتے ہیں اور فرمایا کہ بحمد اللہ ہمارے بزرگوں کا یہی حال تھا۔

ایک ولی اللہ ایک لاکھ انسانوں کے برابر

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہاں ہاں ایں دلق پوشان من اند
صد ہزار اندر ہزاراں یک تن اند

اے لوگو! خبردار! خبردار یہ گدڑی پوش بندے ہمارے خاص بندے ہیں اور ہمارے تعلق خاص کی برکت واعزاز سے ان کی تنہا شخصیت ایک لاکھ انسانوں کے برابر ہے۔

میں صرف اللہ تعالیٰ سے اور نفس سے ڈرتا ہوں

ایک مرتبہ مکّہ معظّمہ کے حکام حضرت حاجی صاحبؒ سے ناراض ہو گئے اور مکّہ مکرّمہ سے ان کے اخراج کا ارادہ کر لیا۔ حضرتؒ کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اپنے نفس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا تو عین ایمان ہے سبھی جانتے ہیں۔ نفس

سے ڈرنا اس لئے کہ سب سے بڑا دشمن انسان کا وہی ہے، جو اس کو بے راہی پر ڈالتا اور برائیوں میں مبتلا کرتا ہے۔

مجاہدات صوفیاء دوائیں ہیں غذا نہیں

فرمایا کہ: اطباء سے معلوم ہوا کہ پہلے زمانے کے نسخوں میں ایک آدمی کیلئے دواؤں کی جو مقدار لکھی جاتی تھی وہ اب چار آدمی بھی نہیں کھا سکتے۔ اب تقریباً اس مقدار کا چوتھائی لکھا جاتا ہے یہی حال مجاہدات صوفیہ کا بھی ہے وہ دراصل دوائیں ہیں غذائیں نہیں ان کو بقدر ضرورت مزاج وطبیعت کی مناسبت سے استعمال کرانا چاہئے ۔غرض یہ ہیکہ مجاہدات مقصود نہیں بلکہ طریقِ مقصود اور ذریعہ ہیں طریق اور مقصود میں امتیاز کرنا چاہئے۔

رخصت وعزیمت

حضرتؒ نے فرمایا: کہ شرعی رخصتوں سے دل میں عقلی انقباض اور تنگی محسوس ہو تو وہ مذموم ہے۔ طبعی انقباض کا مضائقہ نہیں۔ ایک

اور مقام پر حضرتؒ نے فرمایا: عبدیت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ بیمار اپنی کمزوری اور ضعف کا اعتراف کرے اللہ کی دی ہوئی رخصتوں پر خوش دلی سے عمل کرے کیونکہ حدیث میں ارشاد ہے۔

ان اللّٰہ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان توتی عزائمہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کو بھی ایسا ہی پسند فرماتے ہیں جیسا کہ عزیمت پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔

آج کل کے مشائخ تو نوابوں کی زندگی گزارتے ہیں

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ: حضرت نانوتویؒ کے پاس کبھی کپڑوں کے دو جوڑے سے زیادہ نہیں رہے ایک بدن پر رہتا تھا دوسرا دھلنے کیلئے دیا جاتا تھا۔اور آج کل مشائخ تو نوابوں کی زندگی گزارتے ہیں وہ اگر لوگوں سے استغناء بھی برتیں اور برتنا چاہیئے، مگر یہ استغناء اس درجہ کا کمال نہیں جو پچھلے بزرگوں کا تھا کہ فقر وافلاس میں رہتے اور پھر استغناء کا معاملہ فرماتے۔

اہل اللہ کی صاف گوئی ناگوار نہیں لگتی

فرمایا: اہل اللہ جو صاف گوئی اختیار کرتے ہیں کسی کا عیب اس کو بتلانا ہوتا ہے تو صاف بتلا دیتے ہیں ان کی نیت چونکہ اصلاح اور ہمدردی کی ہوتی ہے اس لئے کسی کو ناگوار نہیں گزرتا، بلکہ اس کی طرف کشش ہوتی ہے اور جو اس وصف اصلاح و ہمدردی سے خالی ہو ویسے ہی صاف گوئی کرنے لگے تو وہ ایک خشونت اور سختی رہ جاتی ہے ۔وہ دوسرے کو ناگوار بھی ہوتی ہے اور اس کی طرف کشش بھی نہیں ہوتی۔

کام میں مختصر کوشش کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرو

بہت سے ناواقف ان دونوں میں تضاد سمجھتے ہیں اس کی حقیقت ایک حدیث سے واضح ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔اجملوا فی الطلب وتوکلوا علی اللّٰہ ۔یعنی اپنے عقائد کے حصول میں مختصر کوشش کرو پھر اللہ پر

بھروسہ کرو۔حضرت نے اسی مضمون کی تشریح :اس طرح فرمائی کہ آدمی کا کام ہر مقصد میں یہ ہے کہ قانونی کوشش اور معمولی احتیاط کرے پھر قلب کی شہادت پر تفویض علی اللہ کے ساتھ کوشش کو جاری رکھے۔

اہل اللہ کا جن بھی ادب کرتے ہیں

تھانہ بھون میں ایک جن تھا جس کا نام تھا شہامت۔بہت لوگوں کو تکلیف دیتا پھرتا تھا۔حضرت نے اس کے نام ایک پرچہ لکھ دیا جس میں اس کو خدا کے عذاب سے ڈرایا۔یہ پرچہ دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ کوئی تعویذ تو ہے نہیں جس سے جن بھاگ جائے۔مگر ایسے شخص کا خط نہیں ہے جس کی پرواہ نہ کی جائے اچھا ہم جاتے ہیں آگے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے صحیح ہے کہ ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزید
ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

جو خدا سے ڈرتا ہے اور تقوی اختیار کرتا ہے جن اور انسان اور جو بھی مخلوق دیکھتی ہے ڈرتی ہے۔

بے عمل عالم کو بھی رسوا نہ کرو

فرمایا کہ: دینی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ علماء کی نصرت کرنا چاہئے اگر چہ وہ بد عمل بھی ہوں اگر عوام کے قلب سے علماء کی وقعت گئی تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ پھر وہ سبھی علماء سے بدگمان ہو کر کسی کی بات پر بھی دھیان نہ دیں گے۔

ایک دیوانے کا حکیمانہ کلام

حضرت نے فرمایا: کہ ایک مجذوب نے کیا حکمت کی بات کہی۔ عقل وہ ہے جو خدا کو پاوے اور خدا وہ ہے جو عقل میں نہ آوے۔ حضرت نے خدا کو پانے کی تشریح یہ فرمائی کہ خدا کو پانے کی کوشش میں لگا رہے اس سے غافل نہ ہو۔

صاحب الہام الہام کے خلاف عمل کرے تو اکثر سزا پاتا ہے

فرمایا: کہ وحی کی ممانعت گناہ عظیم ہے اس پر آخرت کا عذاب مقرر ہے اور الہام کی مخالفت سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا نہ آخرت میں اس کی مخالفت پر عذاب ہے، مگر عموماً صاحب الہام اگر اپنے الہام کے خلاف کام کرتا ہے تو دنیا میں اس کو سزا مل جاتی ہے۔ کسی تکلیف و مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

لوگوں کو طعنہ اور گالی دینے والا باطنی برکات سے محروم ہے

ارشاد فرمایا کہ: جو شخص سب وشتم اور دوسروں پر طعن میں مشغول ہوگا اس کو باطنی برکات کبھی حاصل نہ ہوں گی کیونکہ دوسروں کی عیب گوئی یا سب وشتم کا مشغلہ وہی بنا سکتا ہے ۔ جو خود اپنے انجام سے بے خبر غافل ہو۔ اور جس شخص کو اپنی فکر ہوتی ہے تو اس کو ہر وقت اپنی ہی کشتی ڈانواں ڈول نظر

آتی ہے دوسروں کے معاملات میں مداخلت کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

خلوت وتنہائی میں اللہ سے ڈرنا اور رونا اور مجمع میں کھلتا چہرہ ومزاج رکھنا چاہئے

فرمایا کہ: حضرت یحیٰ علیہ السلام پر گریہ (رونا) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خندہ (مسکراہٹ) کا غلبہ تھا۔ باہم گفتگو ہوئی یحیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہے جو خندہ اور ہنسی میں رہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی رحمت سے مایوس ہیں جو ہر وقت بکاء (رونے) میں رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے یہ فیصلہ کیا کہ خلوت (تنہائی) میں تو وہ حالت بہتر ہے جو حضرت یحیٰ علیہ السلام کی ہے یعنی خوف وخشیت اور حزن وبکاء ۔اور عام مجلسوں اور جلوت میں وہ حالت بہتر ہے جو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی ہے کہ خندہ پیشانی اور شگفتہ مزاج رہیں تا کہ خلق خدا مایوس نہ ہو۔

علم میں برکت بُزرگان سلف کے ادب سے ہوتی ہے

فرمایا کہ: علمی تحقیقات پر زور دینے سے زیادہ فکر بزرگان سلف کے ادب واحترام کی کرنی چاہیۓ اس سے اللہ تعالیٰ انسان میں ایک خاص بصیرت اور تحقیق کی شان بھی پیدا فرما دیتے ہیں۔

کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا

فرمایا کہ: ہمارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تواضع اور فروتنی تھی۔ علم وعمل میں بڑے بڑوں سے ممتاز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتے تھے اور فرمایا کہ الحمد اللہ میں کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا، کیونکہ میں ہر فاسق میں حالاً اور ہر کافر میں مآلاً یہ احتمال سمجھتا ہوں کہ شاید وہ عنداللہ اس زمانے کے مشائخ واولیاء سے افضل وبہتر ہو۔

اصلاح اعمال کا اہم مراقبہ

فرمایا کہ: شرح الصدور میں علامہ سیوطیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ برزخ میں زندہ لوگوں کے اعمال ان کے مردہ آباء واجداداور خاص عزیزوں کودکھلائے بتلائے جاتے ہیں۔اگرآدمی اس کا استحضاراورتصورکرے کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ میرے باپ یااستادیاپیراوردوسرے بڑوں کےسامنےآئے گاوہ کیا کہیں گے یہ تصورانسان کو بہت سی برائیوں اور گناہوں سے روک سکتا ہے۔

اللہ کی شان میں گستاخی و بےادبی کا براانجام

فرمایا؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
بادرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

اہل اللہ کے ساتھ بےادبی اور گستاخی کا کوئی معاملہ کرنا اپنا انجام خراب کرنے کی دعوت ہے ایسے شخص پرسوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ایسے حضرات سے اگرکسی مجتہد فیہ معاملہ میں غلطی بھی ہوجائےتو جوشخص اس کوازروئے شرع درست نہ سمجھتا ہواس پر یہ تو لازم ہے کہ

اس کے فعل پر نکیر کرے اس کے غلط ہونے کو دلیل سے بیان کرے ،مگر خود ان کی ذات پر گستاخانہ طعن اور بے ادبی کے کلمات سے بچنے کی بہت فکر رکھنا چاہئے۔

مشاہدۂ حق خدمت خلق سے بھی ہوتا ہے

فرمایا کہ: حق تعالیٰ بعض بندوں کو بلا واسطہ اپنے ساتھ مشغول رکھنا پسند کرتے ہیں ان کیلئے اسی میں فضیلت و برکت ہے اور بعض لوگوں کو مخلوق کی تدبیر و اصلاح میں لگا دیتے ہیں ۔تا کہ وہ بواسطہ جمال حق کے مشاہدہ میں مشغول رہیں ۔جیسے عینک کے واسطہ سے دیکھنا ان لوگوں کیلئے بھی اسلم ہوتا ہے اسی میں ان کے درجات بڑھتے ہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ خلق اللہ کی دینی خدمت تعلیم و تبلیغ اور تربیت تو عبادت میں داخل ہے ان کی دنیاوی راحت کی تدبیر میں مشغول ہونا بھی اگر صحیح نیت یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے ہو تو وہ بھی عبادت میں داخل اور مشاہدہ جمال حق کا ذریعہ ہے۔

محبت صرف اللہ کا حق ہے

ارشاد فرمایا کہ: محبت تو حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اسلئے محبت تو صرف اسی سے کرنا چاہئے اور خلق اللہ پر شفقت ہونی چاہئے اور عارف کو عامۃ الخلق پر شفقت سب سے زیادہ اسلئے ہوتی ہے کہ ان کو سرکاری چیزیں سمجھتا ہے اور کل مخلوقات کے ساتھ تعلق اس نظر سے رکھتا ہے کہ وہ سب حق تعالیٰ کی چیزیں ہیں۔

توحید کی حقیقت عملی

حضرت شاہ غوث علی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر سکرات الموت کے وقت یہ شعر جاری تھا ؎

چیست توحید آنکہ از غیر خدا
فرد آئی در خلا و در ملا

شعر کا مطلب یہ ہے کہ توحید صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کرلیا بلکہ عملی زندگی پر

اس کا یہ اثر ہونا چاہئے کہ جلوت وخلوت میں صرف ایک اللہ ہی سے واسطہ اسی سے تعلق اسی سے امید وبیم رہے۔

مشکوک یا غیر قوم کا پیسہ کیا کریں

ارشاد فرمایا کہ میری طالب علمی کے زمانے میں ایک انگریز کلکٹر مدرسہ دیوبند میں آنے والا تھا۔میں نے حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اگر وہ چندہ دیں تو آپ قبول کرلیں گے؟ فرمایا: ہاں میں نے عرض کیا پھر اس کو کہاں صرف کریں گے؟ فرمایا: ہمارے پاس بہت سے ایسے مصارف ہیں ہم بھنگیوں کو تنخواہ میں دیدیں گے۔

تعریف کرنے والے کو کس طرح جواب دیں

امرتسر کے ایک صاحب نے عربی زبان میں ایک قصیدہ مدحیہ حضرتؒ کے متعلق لکھ کر بھیجا۔حضرت نے اس کے جواب میں ایک فارسی شاعر لکھ کر واپس فرمادیا۔

گفتم اے یوسف زبانم دوختی
وز پشیمانی تو جانم سوختی

اور پھر ایک عربی شاعر پڑھا۔

هنيأ لارباب الكمال كمالهم
وللعاشق المسكين مايتجرع

یعنی مبارک ہو کمال والوں کو ان کے کمالات اور عاشق مسکین کو مبارک ہو وہ غم جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر پی رہا ہے اور فرمایا کہ جب تک یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ کس حالت پر موت آوے گی۔ جی کسی کمال سے خوش نہیں ہوتا کسی چیز کیلئے دل نہیں ابھرتا۔

رنج وغم سے بچنے کا انمول نسخہ

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی آدمی رنج وغم سے بچنا چاہے تو اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ کسی سے نفع کی توقع نہ رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ساری پریشانیوں کی بنیاد

خیالی توقعات ہوتی ہے جب وہ پوری نہیں ہوتی تو رنج ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف اللہ والوں ہی کو ہوسکتا ہے، جن کی امید وبیم کا تعلق صرف ایک ذات حق سے وابستہ ہوتا ہے ؎

امید و ہراشش نباشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

تقابل مذاہب کی صحیح صورت

فرمایا: آجکل اسکولوں اور بہت سے مدارس میں تقابلی مطالعہ اور تقابل کے مضمون کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو طالب علم اپنے مذہب کی معلومات پوری نہ رکھتا ہو اور مذہب میں رسوخ نہ رکھتا ہو اس کیلئے غیر مذہبوں کی کتابوں کا مطالعہ بہت خطرناک ہے۔

شیخ کی اطاعت بغیر محبت کے ہرگز نہیں ہوسکتی

ارشاد فرمایا: آجکل لوگوں میں کچھ اعتقاد تو ہے، مگر انقیاد

یعنی اتباع نہیں ۔اور کام کیلئے ضرورت انقیاد کی ہے اور انقیاد پیدا ہوتا ہے محبت سے ،اس لئے اس طریق میں حب شیخ بہت ضروری اور مدار کار ہے ۔اسی لئے میں بیعت کر نے میں جلدی نہیں کرتا جب تک کہ منا سبت طرفین کا علم نہ ہو جائے کیونکہ بغیر باہمی منا سبت کے محبت نہیں ہوتی اور پہچان منا سبت کی یہ ہے کہ اگر اس شخص کو اپنی آنکھ سے گناہ میں مبتلا بھی دیکھے تو اس کا اعتقاد بزرگی تو زائل ہو جانا چاہیئے مگر محبت زائل نہ ہو۔کیونکہ ایسی صورت میں اس سے عقیدت رکھنا تو جائز نہیں اور ترک اعتقاد واجب ہے ،مگر محبت امر اختیاری نہیں وہ جس سے ہو جاتی ہے وہ ایسی صورت میں بھی زائل نہیں ہوتی ۔مثلاً کسی کا باپ مرتد ہو جائے یا کسی بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے تو عقیدت تو اسی وقت زائل ہو جاتی ہے کہ پہلے اس کو مومن سمجھتا تھا اب کافر

سمجھتا ہے ،مگر محبت فرزند پھر بھی زائل نہیں ہوتی بلکہ اس حیثیت سے اور بڑھ جاتی ہے کہ لوگوں سے اس کے اسلام کے عود کرنے کی تدبیریں پوچھتا پھرتا ہے۔

مظلوم ذلیل نہیں ہوتا

ایک عالم کے کچھ لوگ بلا وجہ شرعی مخالف ہو گئے اور اس کو بدنام کرنے اور ذلیل کرنے کیلئے زمانہ کی مروجہ سب صورتیں اختیار کیں ،حضرت نے فرمایا: کہ ''مظلوم ذلیل نہیں ہوتا'' کیونکہ بنص قرآن وہ منصور ہے۔قرآن کریم میں اولیاء مقتول جو مظلوم ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے۔**فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا** ۔یعنی ولی مقتول کو چاہے کہ جب اس کو اپنا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ لگے تو بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصور ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ ہے ۔اس لئے اس کو شکر گزار ہونا چاہئے ۔اور ظالم سے انتقام لینے

میں زیادتی کر کے خود ظلم کا مرتکب نہ ہونا چاہئے خلاصہ: یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص مظلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت اس کے ساتھ ہوتی ہے، اور جو شخص منصور حق ہو اس کو کون ذلیل کر سکتا ہے۔

ولی کامل ہونے کیلئے رسمی عالم ہونا شرط نہیں بقدر ضرورت علم کے بعد اصل چیز عمل ہے

ایک صاحب نے دیوبند میں حضرت سے سوال کیا کہ آپ لوگ مراد اس سے حضرت گنگوہیؒ نانوتویؒ اور دوسرے اکابر دیوبند تھے۔ بڑے علماء فضلاء ہیں اور آپ سب جا کر حضرت حاجی امداد اللہؒ کے مرید ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں کیا چیز ہے جس کیلئے آپ حضرات نے ان کی خدمت اختیار کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں ہماری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو اقسام کی مٹھائیوں کے نام اور فہرست پوری یاد ہوں، مگر چکھا ایک کو بھی نہیں۔ اور دوسرا کوئی ایسا شخص

ہے جس نے سب مٹھائیاں کھائی ہیں، مگر نام کسی کا یاد نہیں تو ظاہر ہے جس نے سب مٹھائیاں کھائی ہیں اس کو تو کوئی ضرورت نہیں کہ ان کے نام معلوم کرنے کیلئے کسی کے پاس جائے، مگر جس کو صرف نام اور الفاظ یاد ہوں وہ اس کا محتاج ہے کہ صاحب ذوق کی خدمت میں جائے اور ان مٹھائیوں کا ذوق حاصل کرے۔

شیخ کی ناراضگی سے دنیا میں ضرور سزا ملتی ہے

فرمایا: میرا تجربہ یہ ہے کہ اور اس کے شواہد بھی میرے پاس موجود ہیں کہ شیخ اگر کسی سے ناراض ہو جائے تو آخرت میں اس کی تباہی لازم نہیں۔ لیکن دنیا میں ضرور کسی عقوبت میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔

یہی تجربہ ہے اس الہام کی مخالفت میں جو قوت کے ساتھ وارد ہو کہ اس کی مخالفت کرنے سے کم از کم دنیا میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

امراء سے اہل اللہ کی ملاقات کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ دنیا کے امراء ورؤساء اگر کسی عالم یا ولی سے ملاقات کیلئے آویں تو حضرت حاجی صاحبؒ قدس سرہٗ کی تعلیم یہ ہے کہ ان سے خشونت کا برتاؤ نہ کریں اور فرمایا کہ اس وجہ سے میرا معمول یہ ہے کہ امیر رئیس اگر تہذیب وادب سے رہے تو بہ بنسبت عام غرباء کے اس کی خاطر زیادہ کی جائے کیونکہ یہ لوگ اس کے عادی ہوتے ہیں اور بقاعدہ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِ لَھُمْ۔

یعنی جس کو دنیا میں جو مرتبہ حاصل ہو ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ مناسب ہے لیکن اگر وہ خود کوئی متکبرانہ معاملہ کریں یا علماء کی حقارت کی کوئی چیز ان سے ظاہر ہو تو قطعی پرواہ نہ کی جائے ان کے عمل کا جواب اس کے مناسب دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ نہ ان کو ذلیل کرے نہ خود اپنے آپ کو ان کے سامنے ذلیل کرے۔

اور پھر فرمایا کہ حقیقت میں ذلت یہ ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے اور اپنی ضرورت وحاجت پیش کرے، پھٹے کپڑے ،ٹوٹے جوتے، پیوندزدہ لباس کوئی ذلت نہیں۔

صغیرہ گناہ کو چھوٹا سمجھ کر بے پرواہی کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے

ارشاد فرمایا کہ جس گناہ کو صغیرہ یعنی چھوٹا کہا جاتا ہے وہ بڑے گناہ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے ورنہ گناہ کی حیثیت سے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے، بڑا ہی گناہ ہے۔جیسے پھونس کے چھپڑ میں بڑا انگارہ اس کیلئے مہلک ہے اسی طرح چھوٹی سی چنگاری کا بھی وہ انجام ہے کہ وہ بھی بھڑک اٹھتی ہے تو انگارہ بن جاتی ہے۔اس لئے گناہوں میں صغیرہ وکبیرہ کی تقسیم باہمی اضافت ونسبت کے اعتبار سے ہے۔صغیرہ گناہ کو بھی چھوٹا سمجھ کر بے پرواہی کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔قرآن کریم میں غزوۂ احد کی ابتدائی شکست کو صحابہ کرامؓ

کی ایک لغزش کا نتیجہ قرار دیا ارشاد ہے۔

انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ۔یعنی لغزش دے دی شیطان نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے۔اس واقعہ میں ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے تھے ،مگر اس صغیرہ ہی کو احد کی شکست کا سبب قرار دیا گیا۔

انبیاء علیہم السلام سے صغیرہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ مولانا سید مرتضٰی حسن صاحب نے مجھ سے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت یا بعد نبوت نہ کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوتا ہے نہ صغیرہ۔

اور فرمایا: کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی تحقیق سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کی زلات میں شمار کی گئی ہیں وہ بھی درحقیقت گناہ نہیں، طاعت ہی ہوتی ہیں ،مگر بڑی طاعت کے مقابلہ

میں اس کے ساتھ اشتغال ان کی شان کے مناسب نہیں تھا اسلئے اس پر تنبیہ کی گئی۔

کرامت کا درجہ

فرمایا: اہل تحقیق کے نزدیک کرامت کا درجہ اس ذکر لسانی سے بھی کم ہے جو بغیر حضور قلب کے کیا جائے۔حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ذکر اللہ خواہ بغیر حضور قلب کے ہو کچھ نہ کچھ اجر وثواب اس پر حاصل ہوتا ہے اور اجر وثواب پر قرب خداوندی مرتب ہوتا ہے۔ بخلاف کرامت کے کہ وہ صرف ایک واقعہ کا اظہار ہے اس پر نہ کوئی اجر وثواب ملتا ہے اور نہ اس سے تقرب الی اللہ میں کوئی ادنیٰ اضافہ ہوتا ہے۔

انگریزوں میں بخل اور کبر ہوتا ہے

فرمایا: کہ حضرت مولانا یعقوبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انگریزوں میں دو عیب رکھ دئے ہیں جن کی وجہ

سے ہندوستانیوں کا ایمان بچ گیا، ایک بخل دوسرے کبر۔

ان کے یہاں مسلمان بادشاہوں کی طرح دادو ہش کا کوئی دفتر نہیں اور تکبر کا عالم یہ ہے کہ ہندوستانیوں سے بالکل الگ الگ رہتے ہیں ان کے مجامع میں شامل ہونے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

کسی سے الجھنا نہیں

ارشاد فرمایا: کہ حاجی صاحبؒ نے وصیت فرمائی کہ بھائی کسی سے الجھنا نہیں جب کسی کام میں جھگڑا ہو تو اس کو چھوڑ کر الگ ہو جانا پھر فرمایا کہ میرا ہمیشہ یہی معمول رہا ہے۔

تصوف کا حاصل کیا ہے

فرمایا: کہ فن تصوف کا حاصل دو چیزیں ہیں ایک ذکر اللہ دوسرے طاعت یعنی اتباع احکام شرعیہ۔

مختلف قسم کے اشغال جو صوفیہ میں رائج ہیں۔ وہ طریق کا جزء نہیں ضرورۃً استعمال کیا جاتا ہے۔

خشوع حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا: کہ خشوع کی حقیقت سکون قلب ہے یعنی حرکت فکریہ کا انقطاع اس کے حاصل کرنے کے طریقے مختلف مزاجوں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔

اگر یہ سکون قلب کسی کو اس طرح حاصل ہو کہ یہ تصور کرے کہ بیت اللہ میرے سامنے ہے تو اس کیلئے یہی بہتر ہے۔اور کسی کیلئے یہ سہل ہو کہ الفاظ جو زبان سے ادا ہو رہے ہیں ان پر دھیان لگائے تو اس کو وہی مناسب ہے۔اور جس کو ذات حق کی طرف توجہ میسر ہو جائے وہ سب سے افضل و بہتر ہے۔

خشوع میں زیادہ غلو نہ کرے

فرمایا: کہ ایک ضروری بات جو تجربہ سے حاصل ہوئی یہ ہے کہ خشوع میں زیادہ غلو نہ کرے ورنہ ایک دو رکن کے بعد طبیعت تھک جاتی ہے اور خیالات منتشر ہونے لگتے ہیں،

غیر اختیاری طور پر دوسرے خیالات بھی اگر آ جاتے ہیں تو وہ خشوع کے منافی نہیں بشرطیکہ ان خیالات کی طرف التفات اور توجہ قلب کی نہ ہو۔ اس کو ایک محسوس مثال میں اس طرح سمجھئے کہ جیسے کوئی شخص ایک خاص نقطہ کو دیکھنا چاہتا ہے تو طبعی طور پر اس کا ماحول بھی نظر پڑتا ہے، مگر چوں کہ توجہ قلب کی اس طرف نہیں ہوتی اس لئے یہی کہا جائے گا کہ وہ اس نقطہ کو دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح جب توجہ قلب کی بالقصد ایک چیز کی طرف ہوگی تو بالتبع دوسری چیزیں بھی سامنے رہیں گی، محض ان کا سامنے ہونا اس توجہ میں مخل نہیں بشرطیکہ بالقصد ان چیزوں کی طرف مشغول نہ ہو۔

تین روز کا تکان پانچ منٹ سونے سے رفع ہوگیا

ارشاد فرمایا: کہ مجھے تین روز سے نیند نہیں آئی تھی ۔آج رات اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ سحر کے وقت بیٹھا ہوا پڑھ رہا تھا

دیوار سے کمر لگائی تو صرف چار پانچ منٹ آنکھ لگ گئی تو تین روز کا تکان رفع ہو گیا۔ یہ اس خاص قسم کی نیند ہے جس کی تعبیر میں بھی نہیں کرسکتا کہ کیا ہے۔

احقر کو خیال ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر میں جو صحابہ کرامؓ پر تھوڑی دیر کیلئے ایک قسم کی نیند مسلط ہو گئی تھی جس سے سب کا تکان دور ہو کر تازہ دم ہو گئے جن کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ اَمَنَةً نُعَاسًا یَغْشٰی طَائِفَةً مِنْکُمْ۔ جس کا خاص فضل خداوندی ہونا ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنے دوسرے بندوں کو بھی اس فضل سے نوازیں تو بعید کیا ہے (محمد شفیعؒ)

جنت میں کوئی کسی کے درجہ کو دیکھ کر حسرت نہیں کریگا ہر ایک اپنے اپنے حال میں مگن ہو گا

فرمایا: کہ جنت میں نیچے کے درجات والے اپنے سے اوپر درجات والوں کو دیکھ کر حسرت نہ کریں گے بلکہ ہر شخص

اپنے اپنے حال میں مگن ہوگا۔

احقر محمد شفیع: نے سوال کیا کہ تفاضل درجات کا کیا فائدہ رہے گا تو فرمایا: کہ اس کا اثر عقلاً اور اعتقاداً ہوگا، طبعاً نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مجھے دال ماش اگر اچھی پکی ہوئی ہو تو قورمے سے زیادہ مرغوب ہے اگرچہ عقلاً جانتا ہوں کہ قورمہ افضل ہے۔

جب عام لوگ ہمارے مخالف ہو گئے تو خدا نے میری کیسے حفاظت کی

ارشاد فرمایا: کہ تحریکات خلافت میں چوں کہ میں نے شرکت نہیں کی عام لوگ مخالف ہو گئے۔ اس زمانہ میں میں نے دیکھا کہ ہمارے بڑے گھر کے سامنے ایک نہ ایک مجذوب پڑا رہتا تھا ایک چلا جاتا تو دوسرا آجاتا تھا میں سمجھتا تھا کہ یہ انتظام اللہ تعالیٰ نے حفاظت کیلئے فرما دیا ہے۔

بزرگوں کے تذکرے سے دل میں آگ لگ جاتی ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے عرض کیا بزرگوں کے ذکر

میں بھی عجیب دلکشی ہے ۔فرمایا: کہ دلکشی کیا آگ لگ جاتی ہے ۔میرے تو سارے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے ۔اس وقت بھی پسینہ آرہا تھا (جب ان کا ذکر ہو رہا تھا)۔

مرجع بننے کے بجائے راجع بننے میں کمال ہے

فرمایا: کہ بہت سے لوگوں کو یہ فکر رہتی ہے کہ ہم مرجع خلائق بنیں خوب سمجھ لو مرجع بننا کوئی کمال نہیں اصل کمال راجع بننے میں ہے ۔ یعنی اللہ کی طرف رجوع ہونے والا بنے ۔پھر وہ چاہے کسی کو مرجع بناوے یا نہ بناوے دونوں میں خیر ہی خیر ہے جو حالات پیش آجائیں ان پر راضی اور شاکر رہنا چاہئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ مقلد تھے

حضرت شاہ صاحبؒ نے فیوض الحرمین میں فرمایا ہے کہ چند چیزوں میں میری طبیعت کے خلاف مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور فرمایا۔ایک یہ کہ مجھے طبعی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ کی

تفضیل مرغوب تھی ۔آپ نے شیخین (ابوبکر وعمرؓ) کو ان کے اپر ترجیح دینے کیلئے مجبور فرمایا۔دوسرے یہ کہ مجھے تقلید سے طبعاً نفرت تھی آپ نے مذاہب اربعہ سے خروج کو منع فرمایا۔

اللہ والوں کے وقت میں بڑی برکت ہوتی ہے وجہ کیا ہے

یہ بات مشہور ہے بلکہ شاہد ہے کہ اللہ والوں کے وقت میں برکت بڑی ہوتی ہے۔وہ تھوڑے سے وقت میں بہت بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں۔امام غزالیؒ کی پوری عمر پران کی لکھی ہوئی کتاب تصانیف کو حساب سے تقسیم کیا جائے۔تو روزانہ سولہ جزء بنتی ہے۔جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی ۔اور شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا کہ اس کتاب کے تین سو باب ہیں۔اور ہر باب کے لکھنے پر میں نے شیخ اکبر بن عربی کی کتاب کتاب الفتوحات پوری مطالعہ کی ہے اور یہ پوری کتاب کئی ہزار صفحات کی ہے تو کتاب الیواقیت کی تصنیف میں پوری فتوحات کا مطالعہ تین سو مرتبہ ہوا۔اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب میں نے تیس دن کے اندر

تصنیف کی تو گویا روزانہ فتوحات کا مطالعہ دس مرتبہ ہوا۔جس کے صفحات دو ہزار سے کم نہیں ۔اس طرح کے واقعات علماء صلحاء،اور بزرگان دین کے بہت معروف ومشہور ہیں ۔یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وقت میں اتنی بڑی وسعت کیسے پیدا ہو جاتی ہے جب کہ گھنٹہ ساٹھ منٹ سے کسی کا نہیں بڑھتا اور شب وروز چوبیس گھنٹے سے نہیں بڑھتے ۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق اس معاملہ میں یہ ہے کہ وقت کا ایک تو طول ہے جس کو سب جانتے ہیں یہ گھنٹے منٹ اسی طول کا نام ہیں ۔اسی طرح وقت میں ایک عرض ہوتا ہے۔(چوڑائی) بھی ہوتی ہے جو عام نظروں کو نظر نہیں آتی۔یہ بزرگ اس وقت کے عرض میں بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے قطب ہونے کی دلیل

فرمایا: کہ میں نے خواب میں ایک بزرگ سے پوچھا کہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کس مقام پر ہیں تو فرمایا کہ: قطب الارشاد ہیں اور فرمایا کہ: بعض لوگوں نے مجھے میرے ہی بارے میں پوچھا کہ آپؒ قطب الارشاد ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ وجود وعدم دونوں کا احتمال ہے اور فرمایا کہ: حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ بھی اپنی تحریرات کے خاتمہ پر لکھا کرتے تھے۔ دعاء گوئی عالم۔ یہ اشارہ قطبیت کی طرف ہے کیونکہ قطب عالم ساری مخلوق کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

کیا واقعۃً ایک فرقہ جنت میں اور بہتّر دوزخ میں جائیں گے

فرمایا: کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ امت تہتّر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سے ایک جنت میں جائے گا بہتّر ۷۲ دوزخ میں اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بہتّر ۷۲ فرقے مخلد فی النار (ہمیشہ جہنم میں ہوں گے اور فرقۂ ناجیہ کیلئے بھی یہ لازم نہیں کہ وہ دوزخ سے بالکل بری ہو۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ بہتّر ۷۲ فرقوں کو عقائد و اعمال دونوں پر

عذاب ہوگا اور فرقۂ ناجیہ کو حفظ اعمال پر۔(کہ اعمال کی نگرانی کی یا نہیں) نہ کرنے کی صورت میں عذاب اس فرقے کو بھی ہوگا خلود نار (دائمی جہنم دونوں کیلئے نہیں)۔

ملفوظات کو یاد کرنے کی فکر میں نہ پڑو

ایک بزرگ نے وصیت فرمائی ہے کبھی ملفوظات کے یاد کرنے کی فکر میں نہ پڑنا بلکہ اس کی کوشش کرو کہ تمہاری زبان میں سے بھی ایسے ہی ملفوظات نکلنے لگیں حضرتؒ نے فرمایا کہ ملفوظات یاد کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نا تمام کنواں کھودا جائے اور پھر مختلف کنوؤں سے پانی لاکر اس میں جمع کیا جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ اسی کنویں کو اور کھود کر پانی کی سطح تک پہنچا دو کہ خود بخود اس میں سے پانی نکلنے لگے۔اس لئے کسی خاص ملفوظ کی تحقیق میں نہ پڑنا چاہئے۔ہاں بے ساختہ جو زبان پر آجائے اس کو محفوظ کر لینا چاہئے۔

اکبر شاہ کو حقیر نہ سمجھو

اکبر شاہ کی غلط کاریاں غلط عقیدے اور عمل بہت معروف ہیں ،مگر میں نے کسی تاریخ میں دیکھا ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے علماء کو جمع کر کے سب کے سامنے توبہ کی ہے اس لئے ان کو بھی حقیر نہ سمجھیں بلکہ ۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید۔

ایک ہندو بنیا جنت میں

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ایک ہندو بنئے کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہے۔انہوں نے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے اس نے کہا کہ میں نے مرنے سے پہلے کلمۂ اسلام پڑھ لیا تھا وہ مقبول ہو گیا۔

عوام کا دین وایمان علماء سے رابطہ اوراعتقاد پر موقوف ہے

ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی عامی آدمی علماء پر اعتراض کرتا ہے تو

اگر وہ اعتراض صحیح بھی ہو جب بھی یہ جی چاہتا ہے کہ علماء کی نصرت کروں۔ جو بظاہر عصبیت ہے، مگر میری نیت در حقیقت یہ ہوتی ہے کہ عوام علماء سے غیر معتقد نہ ہوں ورنہ ان کے دین و ایمان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

آجکل اجتماعی کام آفتوں اور فتنوں سے خالی نہیں

ارشاد فرمایا کہ: آجکل مسلمانوں کے اجتماعی کام آفتوں اور فتنوں سے خالی نہیں اول تو اجتماع ہی نہیں ہوتا اور ہو بھی تو **قُلُوْبُھُمْ شَتّٰی** ۔(دل متفرق) کا مظاہرہ ہوتا ہے اسلئے اب میں تنہا کرنے کا جو کام ہے وہ تو کر لیتا ہوں جو مجمع پر موقوف ہے اس کے درپے نہیں ہوتا۔

تسبیح گھمانے سے کیا ہوتا ہے

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ تو اپنے آپ کو جنید بغدادیؒ سمجھتے ہیں۔ حضرت حاجی

صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں مجھے حق ہے لیکن آپ اپنے آپ کو بوعلی سینا سمجھتے ہیں، مگر دلیل کسی کے پاس نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اصل چیز مدارس دینیہ ہیں مولانا نے فرمایا کہ ساری مساجد ڈھا کر مدرسے بنادو۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ تسبیح گھمانے سے کیا ہوتا ہے؟

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تسبیح سے یہ ہوتا ہے کہ آپ جیسے سینکڑوں میرے قدموں میں آگرے کبھی مجھ جیسا بھی آپ کے پاس آیا ہے۔

شہرت کی طلب بڑا فتنہ ہے

ارشاد فرمایا کہ: جامع صغیر میں ایک حدیث مرفوع نظر سے گزری کہ عالم کیلئے یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ وہ اس کی خواہش رکھے کہ لوگ اس کے پاس آ کر بیٹھا کریں۔

حب جاہ طریقت کیلئے سنگ گراں ہے

حضرت گنگوہیؒ نے ایک شیخ اور مرید کی حکایت سنائی کہ مرید

بہت عبادت وریاضت کرتا تھا،مگر کچھ اثر نہ ہوتا تھا شیخ نے بہت سے وظائف تبدیل کیئے اور تدبیریں اختیار کیں لیکن اس کے باطنی حالات درست ہوتے نظر نہ آئے ،پھر ایک تدبیر کی جو جاہ اور ظاہری عزت کے خلاف تھی۔وہ یہ کام نہ کر سکا،اس وقت معلوم ہوا کہ یہ طالب جاہ تھا یہی طلب جاہ اس کے راستہ کی سنگ گراں بن گئی تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ حب جاہ کے علاج کیلئے بزرگان دین نے اپنے نفس کے خلاف بڑے بڑے مجاہدے کیئے ہیں۔حضرتؒ نے فرمایا کہ: جاہ کی تحصیل اس قدر کہ لوگوں کے ظلم سے بچ جائے جائز ہے،مگر مقصود دینی نہیں۔اوراس درجہ سے زائد ہوتو دین کیلئے مضر ہے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث میں یہ دعاء سکھائی گئی ہے۔

اللّٰھم اجعل فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا۔

یعنی یا اللہ مجھے میری نظروں میں حقیر اور لوگوں کی نظروں میں

بڑا بنادے۔تو یہ دعاء طلب جاہ کی دعاء ہے،مگر حدیث میں صرف دعاء پراکتفاء کیا گیا ہے اس کی تفصیل کیلئے کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہ در اصل محض خداداد ہوتا ہے تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتا۔

مہمان داری کا نرالا وصول

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مالدار مہمانوں کو معمولی کھانا اورغرباء کو عمدہ کھانا کھلاتے تھے۔کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بھائی مہمان کو ایسا کھانا کھلانا چاہیئے جو عموماً وہ نہ کھاتا ہو۔

ہر گالی کے بدلہ میں تحفہ

ایک بزرگ کو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا اور وہ اس کے پاس ہدایا بھیجتے تھے پھر اس نے گالیاں دینی چھوڑ دیں تو انہوں نے بھی ہدایا دینے چھوڑ دئے۔اس نے سبب پوچھا تو فرمایا: بھائی یہ تو لین دین کا معاملہ ہے۔پہلے تم ایک چیز ہمیں دیتے

تھے اس کے بدلہ میں ایک چیز ہم تمہیں دیتے تھے اب تم نے وہ دینی چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔

حکایت:

حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ کے صاحبزادہ مصطفے سے یہ حکایت سنی تھی کہ ایک بزرگ حلم و بردباری میں مشہور تھے۔ ایک شخص ان کا حلم آزمانے کیلئے ان کے دروازہ پر گیا اور دستک دے کر ان کو بلایا، وہ تشریف لائے تو اس شخص نے کہا کہ آپ کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ ایسی حسین ہیں اور فحش سراپا بیان کر دیا۔ وہ بزرگ یہ سب سنتے رہے جب ختم کر چکا تو کہا کہ بہتر ہے، مگر وہ عاقلہ بالغہ ہیں اپنے معاملے کی مختار ہیں ، میں ان سے دریافت کرلوں وہ چاہیں تو کوئی مضائقہ نہیں یہ کہہ کر گھر کی طرف بڑھے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس شخص کا سر کٹا ہوا پڑا تھا انہوں نے دیکھا تو کہا کہ قتلـــه صبـــری۔ اس کو میرے صبر نے قتل

کردیا۔اسلئے ایک نیم مجذوب نے یہ نصیحت کی کہ جب تمہیں کوئی برا کہے تو انتقام لو اور نہ صبر کرو مطلب یہ ہے کہ پورا انتقام نہ لو اور پورا صبر بھی نہ کرو کچھ کہہ لو تا کہ وہ قہر خداوندی سے بچ جائے

شیخ الہندؒ نے ایک ہندو مہمان کا پاؤں دبایا

حضرت اقدس سرہٗ کی تواضع اور مہمان نوازی کی ایک عجیب حکایت مولوی محمود صاحب رامپوری نے سنائی کہ ایک مرتبہ ہمارا ایک مقدمہ دیوبند میں درپیش تھا، اسلئے رامپور سے دیوبند آئے تو ایک ہندو بنیا بھی ہمارے ساتھ ہولیا اس کو بھی کوئی ایسا ہی کام دیوبند میں تھا، جب شہر میں پہنچے تو بنیا نے کہا کہ جہاں آپ لوگ ٹھہرو میرا بھائی وہیں رہنے کا انتظام ہو جائے تو اچھا ہے مولوی محمود صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر مہمان ہوئے بنیا کو بھی یہیں ٹھہرا دیا جب رات کو سب سو گئے تو میں نے دیکھا کہ مولانا شیخ الہندؒ بنیا کے

پاس گئے اور آہستہ آہستہ اس کے پاؤں دبانا شروع کیے میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ حضرت یہ کیا ہے؟ اگر یہی کرنا ہے تو اس خدمت کیلئے میں حاضر ہوں، فرمایا: نہیں یہ تو میرا مہمان ہے اس کا اکرام اور خدمت میرے ذمہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن سارے عالم سے زیادہ ہے

حدیث میں یہ قصہ معروف ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پورے عالم کا موزانہ کیا تو آپؐ کی ذات سب پر بھاری رہی اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا ایک فرد سارے عالم کے برابر یا اس سے بڑھ کر بھی ہوسکتا ہے، اسلئے حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ درحقیقت انسان ایک نوع نہیں بلکہ جنس ہے اور نوع انسان کے افراد جن کو حکماء افراد کہتے ہیں درحقیقت افراد نہیں انواع ہیں۔ گویا انسان کا ہر فرد مستقل نوع ہے، مگر منحصر فی فرد واحد یعنی ایسی نوع ہے کہ اس کا فرد صرف ایک ہی ہے۔

آپ خود چھانٹ لیں مجھے اتنی فرصت نہیں

حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: کہ جب کسی معاملہ میں لوگ تم سے جھگڑا کریں تو تم رطب و یابس سب اس کے حوالہ کر کے خود علیحدہ ہو جاؤ۔ اور اس کی ایک مثال حضرت حاجی صاحبؒ نے بیان فرمائی کہ ایک شخص نے نئی شادی کی تھی داڑھی میں کچھ بال سفید آگئے تھے حجام کے پاس جا کر کہا کہ داڑھی میں سے سفید بال چھانٹ کر کاٹ دو حجام نے پوری داڑھی مونڈ کر سامنے رکھ دی کہ آپ خود چھانٹ لیں مجھے اتنی فرصت نہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: کہ میرا عمر بھر کا یہی معمول ہے۔

آپ اپنے گھر بلا کر وعظ کروائے

فرمایا: کہ کچھ مدت ہوئی کہ قصبہ کی جامع مسجد میں ہفتہ وار وعظ کہا کرتا تھا جس میں شادی غمی مروجہ رسموں کی اصلاح پر

زیادہ زور دیا، لوگوں میں کچھ خلاف کا چرچا ہوا میرے کانوں تک بھی الفاظ پہنچے، میں نے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے وعظ میں اختتام پر لوگوں کو ٹھہرا کر کہا میں جو کچھ کہا کرتا ہوں محض آپ لوگوں کے نفع کیلئے ہوتا ہے۔

وعظ کہنا میرا پیشہ نہیں اگر آپ لوگ اپنے نفع کو نہیں چاہتے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ وعظ آخری ہے اس کے بعد کسی کو انشاء اللہ میری طرف سے نا گواری نہ آئے گی بہت سے لوگ رونے لگے پاؤں میں پڑنے لگے کہ ہمارا تو کوئی قصور نہیں کچھ بے وقوف لوگوں نے کوئی بات کہی تو ہم پر اس کی سزا کیوں جاری ہو۔ حضرت نے فرمایا: کہ بے شک آپ کا قصور نہیں۔ آپ اپنے گھر بلا کر وعظ کہلوائے میں کہوں گا چنانچہ بستی میں گھر گھر بہت وعظ ہوئے اور گھروں کے اندر یہ وعظ بہت مفید ثابت ہوئے حضرتؒ نے حضرت حاجیؒ کی وصیت اور اپنے مذکور الصدر معمول پر ایک حدیث سے بھی استدلال فرمایا جو جامع

صغیر میں رزین سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے کہ۔ نعم الرجل الفقیه ان احیتج الیه نفع و ان استغنی عنه اغنی نفسه بہت اچھا وہ مرد فقیہ ہے کہ اگر لوگ اس کی ضرورت محسوس کریں تو ان کو نفع پہنچائے اور اگر لوگ اس سے استغناء کا معاملہ کریں تو یہ بھی ان سے استغناء کا معاملہ کرے اور فرمایا: کہ اسی لئے میں نے آج کل دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے بھی استعفاء دے دیا ہے۔

مجھے جھگڑوں اور سوال و جواب میں پڑنے کی کہاں فرصت ہے۔ اپنے بزرگوں کے طفیل سے میرا تو یہ مسلک ہے ؎

خود چہ جای جنگ و جدل نیک و بد
کیں دلم از صلحا ہم مے رمد

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ کی اہم تفسیر

فرمایا کہ: ہدایت تو راستہ دکھانے کو کہا جاتا ہے کسی چیز کا راستہ دیکھ لینا نہ کوئی مقصد ہے اور نہ وہ جزائے عمل میں ہو سکتا

ہے۔اس شبہ کے ازالہ کیلئے فرمایا کہ ۔

ایک واقعہ نے جو میرے ساتھ پیش آیا اس شبہ کا جواب بہت واضح کردیا۔واقعہ یہ ہوا کہ ایک صاحب میرٹھ جانے والی گاڑی میں سوار ہونا چاہتے تھے اور غلطی سے رڑکی جانے والی گاڑی میں سوار ہوگئے ،گاڑی چلنے کے بعد احساس ہوا میں بھی رڑکی اسی گاڑی سے جارہا تھا میں نے دیکھا کہ یہ سخت بیچین ہیں اور میں اپنی جگہ مطمئن بیٹھا ہوں اس کو تسلی بھی دینا چاہتا ہوں تو وہ التفات نہیں کرتا ،جوں،جوں گاڑی چلتی رہی اس کی پریشانی بڑھتی رہی ،اس وقت اندازہ ہوا کہ کسی شخص کو اس کا علم یقینی ہوجانا کہ میں منزل مقصود کی طرف صحیح راستہ پر چل رہا ہوں خود ایک بہت بڑی نعمت ودولت ہے ۔اسلئے وہ جزائے عمل بھی کہلاسکتی ہے ۔اس آیت نے ایمان والوں کو اطمینان دلادیا کہ تم صحیح راستہ پر چل رہے ہو۔اسلئے بےفکر رہو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی۔

میں لوگوں سے کام زیادہ کیوں نہیں لیتا

فرمایا: کہ میں لوگوں سے کام اسلئے زیادہ نہیں لیتا کہ مجھ میں احسان ماننے کا مادہ بہت زیادہ ہے، جس سے ذرا سا کام لیتا ہوں پھر ہر معاملہ میں اس کی رعایت مدنظر ہوتی ہے اور یہ رعایت اس شخص کیلئے مضر ہوتی ہے، البتہ جس سے بے تکلفی ہو جائے وہ مستثنیٰ ہے۔ جامع کا بھی یہی طریقہ ہے جلدی کسی سے کام نہیں لیتا۔

وفادار اور بے وفا

فرمایا: کہ وفادار ناقص اچھا ہے بے وفا کامل سے۔

دشمن سے چھپنے کا طریقہ

فرمایا: کہ اگر کوئی شخص کسی سے چھپنا چاہے مثلاً مظلوم ہو ،ظالم سے بھاگے تو چاہئے کہ کسی قریب ہی جگہ پر چھپے۔ کیونکہ دیکھنے والے عموماً قریب نہیں دیکھتے، اور اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ ثور میں چھپنا ہے۔

علوم میں تبحر بھی جبھی مفید ہے کہ جب باطنی حالات درست ہوں

فرمایا: کہ دیوبند میں بزرگوں کا اجتماع ایک مستقل نعمت و دولت تھی جس کے فقدان کے لازمی اثرات آجکل محسوس ہو رہے ہیں، ورنہ مدرسہ تو بظاہر ترقی پر ہے، آمد و خرچ اور تعمیری ترقی کے علاوہ اہل علم کی تعداد بھی زیادہ ہو رہی ہے، مگر اہل باطن بزرگوں کی کمی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ علوم میں تبحر بھی جبھی مفید ہوتا ہے کہ جب باطنی حالات اور اخلاق و اعمال درست ہوں۔

زندگی مکہ کی اور موت مدینہ کی بہتر ہے

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ زندگی تو مکہ مکرمہ کی بہتر ہے یعنی ایک کے ایک لاکھ بنتے ہیں اور موت مدینہ میں بہتر ہے کہ محشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا اور شفاعت کی قوی امید ہونا اس کا لازمی اثر ہے) اور احادیث مختلفہ کو جمع کرنے کی بھی بہتر صورت یہی ہے۔

اسراف بخل سے زیادہ بُرا ہے

فرمایا: کہ لوگ بخل کو اسراف سے زیادہ برا سمجھتے ہیں اور میرا خیال یہ ہے کہ اسراف زیادہ بُرا ہے اسلئے کہ اسراف کے نتائج بد بہ نسبت بخل کے بہت زیادہ ہیں، دینی بھی اور دنیوی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کسی بخیل کو مرتد ہوتے نہیں دیکھا۔ اور بہت سے اسراف کر کے فقیر ہونے والوں کو مرتد ہوتے دیکھا ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا علمی مقام دیکھئے

حضرت مولانا نے تفسیر کبیر امام رازیؒ کا کوئی مقام بضرورت دیکھنے کیلئے اپنے احباب میں کسی کو مامور فرمایا انہوں نے وہ مقام حضرت کو سنایا تو فرمایا: کہ ہم سمجھتے تھے کہ امام رازیؒ بہت ذہین ہیں، مگر اب معلوم ہوا کہ ان کا ذہن طول وعرض میں تو چلتا ہے عمق وگہرائی میں نہیں چلتا، حضرت نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ نے ہر زمانے کی ضرورت کے مطابق رجال کار پیدا فرمائے ہیں

دوسرے وقت میں وہ بیکار ہونے لگیں تو وہ بے کار نہیں ہوتے۔

کرامت کا درجہ ذکر لسانی سے بھی کم ہے

ارشاد فرمایا: کہ محققین کے نزدیک کرامت کا درجہ ذکر لسانی سے بھی کم ہے، کیونکہ ذکر لسانی سے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا ہے اور کرامت سے قرب میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

نیند سے انبیاء علیہ السلام کا وضو نہیں ٹوٹتا

یہ مسئلہ تو معروف و مسلم ہے، فرمایا: کہ اس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی نیند مکمل غفلت کی نیند نہیں ہوتی، بلکہ ایسی ہوتی ہے جیسی ہماری نعاس (اونگھ) جس میں غفلت نہیں ہوتی۔

نیک فالی جائز اور بدفالی حرام ہے

حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ از روئے احادیث معتبرہ کسی چیز سے نیک فال لینا تو جائز و درست

ہے،مگر بد فالی لینا درست نہیں ،وجہ فرق یہ ہے کہ نیک فال کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اپنا مقصد پورا ہونے کی رجاء وامید قوی ہو جائے گی اور بندہ ہے ہی اس کا مامور ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی دعاء اورتمنا کی قبولیت کی امید رکھے،نیک فال سے اسی رجاء کی تقویت ہوگئی۔اس لئے اس میں کوئی محذورشرعی نہیں ۔بخلاف بد فالی کے کہ اس کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے مایوسی اور قطع رجاء ہے۔اللہ تعالیٰ سے رجاء کا قطع کرنا حرام ہے جو چیز اس کا سبب ہے وہ بھی ناجائز ہے،حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک شر کیلئے کوئی دلیل نہ ہوحسن ظن مأ مور بہ اور بدگمانی ممنوع ہے،غرض حسن ظن کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ۔عدم الدلیل علی خلافہ کافی ہے۔اور بد گمانی بغیر دلیل کے جائزنہیں۔واقعہ ٔ افک میں قرآن کریم اس کا شاہد ہے(لَوْلَا جَاؤُا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ۔

نابالغ کے پیچھے نماز تراویح کا حکم

ایک استفتاء اس مضمون کا آیا تھا کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے میں آپ کے نزدیک قول راجح کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ میں نے شامی سے ممانعت کی ترجیح بحوالہ نقل کردی اور وجوہ ذیل سے موجّہ کردیا۔(۱)اول تو بالغ کی نماز نفل ہے اور تراویح سنت مؤکدہ اور بناء اقوی کی اضعف پر جائز نہیں ۔(۲)اور اگر سب کی نفل ہی مان لی جائے تو نفل بالغ کی اقوی ہے بہ نسبت نفل نابالغ کے، کیونکہ بالغ کی نفل شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے ،نابالغ کی واجب نہیں ہوتی ۔(۳) بچے عموماً مسائل طہارت سے ناواقف بھی ہوتے ہیں اور متساہل بھی اس لئے فساد صلوٰۃ کا امکان ہے۔

تین کتابیں البیلی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے فرمایا: کہ تین کتابیں البیلی

ہیں۔قرآن شریف، بخاری شریف، مثنوی شریف۔

غیر مقلد میں بدگمانی اور بدزبانی ہوتی ہے

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک غیر مقلد سے فرمایا کہ میں محض خیراہی سے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ ترک تقلید تو ایک مسئلہ ہے ،اس میں گنجائش ہے اگر آپ نیک نیتی سے کرتے ہیں تو اس میں ہمیں زیادہ کلام نہیں، لیکن دو چیزیں آپ کے یہاں زیادہ شدید اور یقینی معصیت ہیں ،ان سے بچنے کا اہتمام کیجئے ایک بد گمانی، دوسرے بدزبانی۔

بدگمانی تو یہ کہ آپ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جس مسئلہ کی دلیل حدیث کتب صحاح میں نہیں تو اس کی کوئی دلیل ہی نہیں ،حالانکہ آپ لوگ بھی جانتے ہیں کہ حدیث کا ان صحاح ستہ میں استحضار نہیں ،اور صحاح ستہ کی بھی سب حدیثیں صحیح نہیں۔

اور بدزبانی یہ کہ بڑے بڑے ائمہ کی شان میں گستاخی کرتے

ہیں۔سب نے اپنی اس غلطی کا اقرار کیا اور توبہ کی۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی عمر کے بارے میں حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کا کشف

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ مرض وفات میں تھے تکلیف بڑھی تو گھبرانے لگے ۔مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا گھبراؤ نہیں دس سال اور زندہ رہیں گے،مگر پھر اسی مرض میں مولانا کی وفات ہوئی ،لوگوں کو تعجب ہوا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا کشف غلط ہو گیا۔

مولانا نے فرمایا کہ کشف تو دراصل صحیح تھا،مگر مجھے سمجھنے میں غلطی ہوگئی وہ یہ کہ میں نے بذریعہ کشف مولانا کی عمر سے متعلق دریافت کرنا چاہا تو لفظ ''مہدی'' منکشف ہوا میں نے اس سے حروف کے اعداد سمجھے جو ۵۹ ہوتے ہیں ۔مولانا کی عمر اس وقت ۴۹ سال تھی اس لئے میں نے کہدیا کہ دس سال اور زندہ رہیں گے ،مگر بعد میں ثابت ہوا کہ لفظ ''مہدی'' کے حروف کے اعداد مراد نہ تھے بلکہ

حضرت ''مہدی'' کی عمر مراد تھی اور ان کی عمر ۴۹ سال ہوگی۔

اسی کی مطابق ان کی وفات ہوگی اور فرمایا کہ میں نے یہ دعاء بھی کی تھی کہ یہ بزرگ نافع خلائق ہیں، میری عمر میں سے کچھ حصہ ان کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے۔مگر یہ دعاء قبول نہیں ہوئی۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ کوئی استاد وشاگرد یا پیر مرید نہ تھے، بلکہ ہم سبق ہم مکتب معاصر اور پیر بھائی تھے،مگر ان کا عمل اپنے معاصرین کے حق میں یہ تھا تو اپنے بڑوں کے حق میں کیسا ہوگا۔

مذہب حنفی سورج کے مانند ہے

فرمایا: کہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ مجھے احادیث میں مذہب حنفی ایسا نظر آتا ہے جیسے آفتاب اور فرمایا: کہ ہمارے حضرت کا طرز درس نہایت سادہ تھا۔بہت کتابوں کے حوالے نہ دیتے تھے کتاب کا حل کرتے اور آگے چلتے تھے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ مجتہد تھے

ایک روز حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ ایک جگہ جمع تھے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرمانے لگے میاں ہمیں تمہاری ایک بات پر بہت رشک ہے کہ تم فقیہ بہت بڑے ہو ہمیں یہ نصیب نہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا جی ہاں ہمیں چند جزئیات یاد ہوگئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ جو مجتہد بنے بیٹھے ہیں اس پر ہمیں کبھی رشک نہ ہوا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے اگر کوئی قسم کھالے کہ میں فقیہ کو دیکھوں گا تو آج کل اس کی قسم پوری نہ ہوگی جب تک مولانا گنگوہیؒ کو نہ دیکھے گا۔

بعض دفعہ ریاء کے ساتھ بھی ذکر مفید ہوجاتا ہے

کسی بزرگ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ فلاں آدمی ریاء

کاری کے طور پر ذکر اللہ کرتا ہے، فرمایا: کہ تم ریاء سے بھی ذکر نہیں کرتے، اس کا ذکر ریائی بھی قیامت میں ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہو کر پل صراط پر رہبر ہوگا۔

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگ کو معلوم ہوگا کہ اس شخص کے عمل میں ریاء اور اخلاص ملے جلے ہیں ورنہ جو عمل خالص ریاء کیلئے ہو اس کا کوئی نور نہیں، پھر فرمایا کہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ کسی کام میں ریاء کا احتمال قلب میں آئے تو کام کو ہرگز نہ چھوڑے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ کام تو میں یہ ضرور کروں گا بعد میں استغفار کرلوں گا۔

میں نے کبھی بدعتی بزرگ کی بھی توہین نہیں کی

فرمایا: کہ میں نے بزرگوں کی بہت دعائیں لی ہیں۔ فرمایا کہ میں نے کبھی اللہ کا نام لینے والے بدعتی بزرگ کی بھی توہین کی اور نہ برتاؤ خشونت کا کیا۔

اپنے آپ کو ساری عمر مریض سمجھتے رہو علاج کراتے رہو استغفار کرتے رہو

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے ایک مرتبہ بہت سے حقائق و معارف بیان کرنے کے بعد فرمایا: اور آخری بات یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو مریض سمجھے اور علاج کرتا رہے اور استغفار کرتا رہے۔ اس فکر میں نہ پڑے کہ کتنا اچھا ہوا، کتنا مریض ہوں، معالجہ اور استغفار کرتا رہے، ساری عمر اسی طرح ختم کر دے۔

جس کو تواضع نہ ملی اس کو کچھ نہ ملا

فرمایا: کہ جو اس طریق (تصوف) میں داخل ہوا اور اس کو تواضع نصیب نہ ہوئی تو اس کو اس طریق سے کچھ حصہ نہ ملا۔

عمل تسخیر جائز نہیں

فرمایا: کہ میں نے مولانا یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل بھی ہے جس سے مؤکّلات مسخر ہو جائیں۔

حضرت نے فرمایا: کہ ہاں ہے اور آسان بھی ہے، لیکن

یہ بتلاؤں کہ تم خدا بننے کیلئے پیدا ہوئے ہو یا بندہ بننے کیلئے اس جملے سے آنکھیں کھل گئیں اور اس فن سے نفرت ہوگئی۔

کمال اسی میں ہے کہ دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھو

فرمایا: کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اسی میں ہے کہ ہر شخص دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھے اس طرح سب بڑے ہو جاتے ہیں ورنہ کوئی بھی بڑا نہیں رہتا۔

سلف صالحین کے معمولات

فرمایا: کہ سلف صالحین کے تین معمول تھے نماز، تلاوت، ذکر متأخرین (بعد والے) نے صرف ذکر کو تو رکھا باقی کو چھوڑ دیا اسی لئے ناقص رہے۔

قلب کی نگرانی ہر وقت ضروری

ارشاد فرمایا: کہ اس طریق تصوف میں قلب کی ایسی حالت ہے جیسے چھوئیں موئیں، ہر وقت نگرانی اور رذائل سے تحفظ کی ضرورت ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ پانی کا مشکیزہ کاندھے پر لادھے ہوئے جارہے ہیں، سبب پوچھا تو تو فرمایا کہ دوسرے ملکوں سے وفود آئے ہوئے تھے اس وقت دربار کی ایک شان بن گئی خطرہ پیدا ہوا کہ قلب میں عجب وتکبر پیدا نہ ہوجائے اس کا علاج کرنے کیلئے ایسا کیا۔

عارف کی دورکعت غیر عارف کی ایک لاکھ کے برابر

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ عارف کی دورکعت غیر عارف کی ایک لاکھ کے برابر ہیں۔

احقر جامع کہتا ہے کہ اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں صحابہ کرامؓ کے اللہ کی راہ میں ایک مدّ خرچ کرنے کو دوسروں کے جبل احد کے برابر خرچ کرنے سے بھی افضل فرمایا ہے۔

معمولات کی پابندی حضرت کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی تھی

مفتی شفیع عثمانیؒ فرماتے ہیں رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ اطباء کے

مشورہ سے حضرت نے بعد عصر شہر سے باہر تشریف لے جانے کا معمول بنایا تھا۔بعض حاضرین خانقاہ نے ساتھ چلنے کی اجازت لے لی تھی ان میں احقر بھی شامل تھا۔عصر کے بعد چہل قدمی کا یہ معمول حضرتؒ نے بنا رکھا تھا کہ نالہ کے ریلوے پل تک تشریف لے جاتے اور وہاں سے واپس آجاتے تھے معمولات کی پابندی حضرت کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی تھی کسی روز کسلمندی ہوئی اور چلنے کو دل نہیں چاہتا پھر بھی اس معمول کو ناغہ نہ فرماتے تھے۔

ایک روز سفر کے منتہیٰ ریلوے پل سے پہلے گائے،بیل جانوروں کا ایک بڑا گلّہ سامنے آگیا اور گردوغبار کی وجہ سے اس راستہ پر چلنا مشکل ہوگیا۔معمول کے مطابق جتنا چلنا تھا اس میں سو پچاس قدم کی کمی رہ گئی تو یہیں واپس ہوجانے کے بجائے راستہ بدل کر جتنے قدم کی کمی تھی اس کو پورا کرنے کے بعد واپس ہوئے ۔ یہ پابندی ایسے امور سے متعلق ہے جو مقاصد

نہیں زوائد میں سے ہیں اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مقاصد میں کس قدر پابندی ہوگی۔

ایک روز اسی سیر کے درمیان فرمایا کہ: جن معمولات کا تعلق کسی دوسرے سے ہو میں ان کی بہت پابندی کرتا ہوں اور جو خود میرے نفس سے متعلق ہیں ان میں بہت آزاد رہتا ہوں، دوپہر کا آرام کبھی کرتا ہوں کبھی نہیں، اسی طرح دوسری چیزیں۔

جس عورت کا کوئی محرم حج میں ساتھ نہ ہو کسی بامحرم عورت کے ساتھ سفر جائز ہے

مفتی شفیع عثمانیؒ فرماتے ہیں باہر سے ایک سوال آیا کہ ایک صاحب حج کو جارہے ہیں ان کے ساتھ ان کی خالہ بھی ہیں اور ایک دوسری معمر عورت جوان کی محرم نہیں ہے وہ بھی ان کی خالہ کے ساتھ سفر حج میں شریک ہونا چاہتی ہے کیا یہ جائز ہے؟ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: حنفی مذہب میں تو اس

صورت میں بھی اجازت نہیں۔اور شافعیؒ مذہب میں اگر ثقہ عورتیں ہمراہ ہوں تو اجازت ہے اور حنفی کو کسی خاص مسئلہ میں شافعی کی تقلید بوقت ضرورت جائز ہے۔ضرورت کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا (اشرف علی۔ ۱۱رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ)۔

سلوک کی ابتدءاوانتہاء

حضرتؒ نے فرمایا: کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ۔یہ سلوک طریق حق کے مبتدی کے متعلق ہے کہ مبتدی کا پہلا کام، نام کی رٹ لگانا ہے،اس کے بعد دوسری آیت میں جو۔وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ارشاد فرمایا: یہ منتہی کا حال ہے کیوں کہ ابتداء اس طریق کی ذکراللہ کی کثرت سے ہوتی ہے اور انتہا ساری مخلوق سے کٹ کر صرف خالق کا ہو رہنا ہے۔

تواضع کے ساتھ مریدوں کی تربیت

فرمایا: کہ ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں آپ کے فیوض و برکات جو ہر وقت مشاہدہ میں آتے تھے بیان کئے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: مجھ میں کیا رکھا ہے سب تمہارے ہی اندر ہے۔ اس کا ظہور میرے ذریعہ سے ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا: کہ تم ایسا مت سمجھنا۔ سبحان اللہ یہ ہے خاصۂ تربیت کہ اپنی تواضع اور مرید کی مصلحت دونوں کو جمع فرمایا۔

جتنا صوفیاء سے امت کو نفع پہنچا اتنا کسی سے نہیں

فرمایا: کہ صوفیاء کرام سے امت کو اتنا نفع پہنچا ہے کہ اور کسی سے اتنا نفع نہیں پہنچا، مگر گمراہ اور اہل باطل مدعیان تصوف سے امت کو ضرر بھی اتنا ہی پہنچا کہ کسی کافر سے بھی اتنا ضرر نہیں پہنچا اور فرمایا: کہ نواب قطب الدین صاحبؒ مصنف مظاہر حق نے غالباً امام مالکؒ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ

فَقَد تَقَشَّفَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتفَقَّهُ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحقَّقَ۔

یعنی جو شخص فقیہ ہو جاوے، مگر صوفی نہ ہو وہ خشک بے کیف و بے نور رہتا ہے۔ اور جو صوفی ہو گیا فقیہ نہ ہو وہ زندیق اور ملحد ہو گیا اور جس نے دونوں کو جمع کر لیا وہ محقق ہو گیا۔

شمس تبریز کے شیخ نے کہا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک زبان دے گا

عراقی، اور شمس تبریز دونوں بزرگ صوفیاء کرام میں معروف و مشہور بڑے با کمال حضرات ہیں۔

دونوں ایک بزرگ کی خدمت میں فیض باطنی حاصل کرنے کیلئے جاتے تھے۔ عراقی ایک بڑے عالم ہونے کے ساتھ بڑے فصیح و بلیغ شاعر بھی تھے، اپنے حالات نظم میں لکھ کر شیخ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ شمس تبریز لکھنے پڑھنے کے عادی نہ تھے معمولی زبان میں حالات لکھتے اور پیش کرتے تھے۔ ایک روز

شیخ نے ان سے کہا آپ عراقی کی طرح اپنے حالات نظم اور بلیغ انداز میں کیوں نہیں لکھتے۔

شمس تبریز اس سوال پر دلگیر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ میں یہ لیاقت نہیں ہے، شیخ نے ان کے جواب میں فرمایا: غم نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک زبان دے گا جس کے ذریعہ تمہارے علوم وفیوض دنیا میں پھیلیں گے۔ان بزرگ کی پیشین گوئی مولانا رومی کی شکل میں پوری ہوئی۔مولانا رومی شمس تبریز کے مرید ہوئے اور ان سے باطنی فیوض حاصل کئے پھر اپنی مثنوی کے ذریعہ ان کو بیان کیا قدرت نے اس کو ایسی مقبولیت فرمائی کہ صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی دنیا کے ہر خطے میں پڑھی جاتی ہے،مختلف زبانوں میں اس کی نظم ونثر اور ترجمے کئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ جو شخص اللہ کا ہو رہے اس میں جو کمی کوتاہی بھی ہوتی ہے اس کو حق تعالیٰ مختلف انداز سے پورا فرما دیتے ہیں۔شمس

تبریز جیسے بے زبان بزرگ کو ایسی زبان عطا فرمادئے کہ وہم وقیاس سے زیادہ ان کے فیوض کو دنیا میں پہنچادیا۔ حضرت نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا: کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ قدس سرہٗ علوم میں معروف اور صاحب تصنیف نہ تھے۔

مگر حق تعالیٰ نے ان کے اخلاص وعبادت کی برکت سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو ان کی زبان بنادیا، ان کے ذریعے کتنے علوم ومعرفت کی نہریں دنیا میں رواں ہوئیں اور ان کے فیوض وبرکات دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچے اور خود سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی دینی تبلیغی، تصنیفی خدمات اتنی ہیں کہ آخری دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرتؒ فرمایا: کرتے تھے یہ سب حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی برکت ہے۔

دین کی بے ادبی کی وجہ سے دنیا پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے

حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک روز بیت الخلاء تشریف لے گئے پھر فوراً ہی گھبرا کر واپس آئے اور ناخن پر جو قلم کی نوک سے ایک نقطہ لگا ہوا تھا اس کو دھونے کے بعد بیت الخلاء میں گئے۔ یہ تھا ان حضرات کا ادب جس کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو درجات عالیہ عطا فرمائے تھے۔آجکل تو اخبار اور رسائل کی فراوانی ہے ان میں قرآنی آیات، احادیث، اور اسماء الٰہیہ ہونے کے باوجود گلی کوچوں میں غلاظتوں کی جگہوں پر بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ **اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم** ۔اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔

ملّا دو پیازہ بزرگ معلوم ہوتے ہیں

فرمایا کہ: ملّا دو پیازہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں اور بزرگ معلوم ہوتے ہیں بڑے لوگوں نے بادشاہوں میں تبلیغ

حق کیلئے ایسی وضع اور صورت بنا رکھی تھی جو مسخرے لوگوں کی ہوتی ہے اور بھی بہت سے بزرگوں نے ایسا کیا ہے۔

بعض مرتبہ مرید سے شیخ کو اور شاگرد سے استاد کو فیض پہنچتا ہے

ارشاد فرمایا: کہ ایک مرتبہ کا تجربہ ہے کہ کتاب پڑھاتے وقت جب مطالعہ کیا تو بعض مقامات پر اشکال پیش آیا حل نہیں ہوا سبق پڑھانے بیٹھے تو بات سمجھ میں آ گئی ، یہ بلا شبہ طلبہ کی برکت تھی اسی طرح بعض اوقات کسی مخلص مرید کی برکت سے حق تعالیٰ شیخ پر مشکل مقامات کھول دیتے ہیں ،اسلئے کسی شیخ اور مصلح کو ناز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ جس پر کرم فرماتے ہیں اور اس سے اصلاح خلق کی خدمت لیتے ہیں تو اس خدمت ہی کی برکت سے ان کو علوم و معارف اور درجات عالیہ دئے جاتے ہیں۔اگر وہ اس خدمت کو ترک کر دیں تو سب حالات رفیعہ سے محروم ہو

جائیں۔جس کنوئیں سے پانی نکالنے والے کم ہو جائیں یا کوئی نہ رہے اس کے سوتے بند ہو جاتے ہیں۔پھر فرمایا: کہ شیخ موصل ہے بعد وصول الی الحق کے وہ بھی علٰحدہ ہو جاتا ہے،بس مرید رہتا ہے اور اللہ میاں۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشاطہ اور دلہن کہ دلہن کو خلوت میں پہنچا کر مشاطہ رخصت ہو جاتی ہے۔البتہ یہ بات پھر بھی رہتی ہے کہ شیخ کی مخالفت کریگا تو سب مقامات سلب ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ ناشکری ہے۔

بزرگان سلف کلام کم کرتے ہیں یا کراتے کیوں ہیں؟

مفتی شفیع عثمانیؒ فرماتے ہیں میرے والد صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت مولانا یعقوبؒ سے سوال کیا کہ بزرگان سلف میں اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کلام کم کیا جائے زیادہ گفتگو سے منع فرماتے تھے اس کی حد کیا اور اس کا کیا مطلب ہے۔

حضرت نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ اصل مقصد تو ناجائز کلام

سے بچنا ہے، مگر بعض اوقات ناجائز سے بچنے کیلئے بطور علاج کے جائز اور مباح کلام کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے بغیر نفس صرف جائز کلام پر قناعت نہیں کرتا شدہ شدہ حرام اور ناجائز میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یہ مجاہدات خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ علاج ہوتے ہیں

مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں والد صاحبؒ ایک کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے تھے حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے ایک ورق کو موڑ دیا۔ پھر والد صاحبؒ کو دیا کہ اس مڑے ہوئے ورق کو سیدھا کرو' والد صاحبؒ نے سیدھا کر دیا، مگر وہ پھر مڑ گیا اور بار بار ایسا کرتے پھر بھی سیدھا نہیں ہوا تو حضرت مولانا نے پھر کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر اس مڑے ہوئے ورق کو دوسری طرف موڑ دیا اور پھر والد صاحبؒ کو دیا کہ اب سیدھا کرو والد صاحبؒ نے سیدھا کیا تو وہ

سیدھا ہو گیا اور اپنی جگہ ٹھہر گیا یہ محسوس مثال دکھلانے کے بعد فرمایا کہ صوفیاء کرام جو مجاہدات کراتے ہیں اس کی یہی مثال ہے اصل مقصود تو اعتدال پر قائم رہنا ہے، لیکن غم خوردہ نفس اعتدال پر اس وقت تک نہیں آتا جب تک اس کو بالکل دوسری طرف نہ موڑ دیا جائے ،یعنی بہت سے مباحات اور جائز امور سے بھی روک دیا جاتا ہے، تب وہ اعتدال پر آتے ہیں کہ ناجائز سے بچنے لگیں ۔ یہ مجاہدات خود مقصود نہیں ہوتے ، بلکہ علاج ہوتے ہیں، جو اس حقیقت پر غور نہیں کرتے وہ ان صوفیاء کرام پر اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ حلال چیزوں سے روکتے ہیں ،حالانکہ ان کا روکنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی حکیم معالج اپنے مریض کو کسی پاک صاف حلال طیب چیز کے کھانے سے اسلئے روکتا ہے کہ وہ اس کے مزاج میں بیماری پیدا کر دے گی اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس نے خدا کے حلال کو حرام کر دیا۔

مولانا جامیؒ کے ایک شعر کا صحیح مفہوم

مولانا جامیؒ نے مولانا روم کی مثنوی کے متعلق فرمایا۔

مثنوی ، مولوی ، معنوی
ہست قرآن در زبان پہلوی

اس کا ظاہر مطلب لیا جائے تو غلط ہونا اس کا ظاہر ہے اور شاعرانہ مبالغہ پر محمول کرنا بھی رسول وقرآن کے معاملہ میں مولٰینا جامی سے بہت بعید ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: کہ ہمارے حاجی صاحبؒ اس کی تشریح یہ فرماتے تھے کہ یہاں قرآن سے مراد قرآن معروف نہیں، بلکہ کلام الٰہی ہے جو وحی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے۔ اس تشریح پر کوئی اعتراض نہیں رہتا کیونکہ مضامین مثنوی قرآن وسنت سے باہر کہیں نہیں۔

دنیا میں کسی کے تعلق پر بھروسہ نادانی ہے

فرمایا: کہ دنیا میں اس طرح رہنا چاہیئے کہ اس کا کوئی

نہیں بالکل اکیلا ہے پھر فرمایا: یہ حال نصیب تو نہیں، مگر تمنا ضرور ہے اور فرمایا ؎

زیر بار ند درختاں کہ ثمر ہا دارند
اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں: کہ اس کے کچھ دن کے بعد حضرت اقدس سرہٗ نے ایک تنہائی کے موقع میں احقر سے ذکر فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے کو تنہا پاتا ہوں۔ تعلقات وعلائق سب سے ہیں اور سب کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں، مگر پھر اپنے کو تنہا پاتا ہوں ؎

می دہد یزداں مراد متقیں
تو چناں خواہی خدا خواہد چنیں

شیخ اور عالم کو مرض روحانی لاحق ہونے پر اپنے سے بڑے سے علاج کروانا چاہیے۔

فرمایا: کہ جس طرح کوئی طبیب ڈاکٹر بیمار ہو جائے تو اپنا علاج خود نہیں کرتا دوسرے معالج کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی طرح

مشائخ وقت اور مقتداء لوگوں کو اگر کسی وقت اپنے نفس میں کوئی روحانی مرض محسوس ہو تو ان کو چاہئے کہ کسی اپنے پڑوسی سے رجوع کریں اگرچہ وہ سلوک میں اپنے سلسلہ کا نہ ہو، مگر اہل حق میں سے متبع سنت ہو۔ اور اگر کسی شخص کا ضابطہ کا کوئی بڑا نہ رہے (ضابطہ کا اسلئے کہا کہ حقیقت میں کون بڑا ہے اس کی خبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے)۔

تو اس کو چاہئے کہ اپنے چھوٹوں میں ہی سے متعدد لوگوں کے سامنے اپنا حال پیش کر کے مشورہ لے۔ توقع ہے کہ صحیح علاج میں آجاوے گا۔

اتفاق واختلاف کی اصل بنیاد

فرمایا: کہ ہمارے حضرت مرشد فرمایا کرتے تھے کہ اتفاق کی بنیاد تواضع پر ہے اسی طرح ط باہمی شقاق ومنافرت کی بنیاد پر کبر ہے۔ اجتہادی مسائل میں اختلاف رائے دوسری

چیز ہے، وہ کبھی شقاق ومنافرت پر منتہی نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ الحمدللہ خانقاہ کے لوگوں میں باہمی کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں سبب یہ ہے کہ سب میں تواضع ہے ہرایک دوسرے کو بڑا اور بہتر سمجھتا ہے۔

جو غلطی اعلانیہ ہو اس کی توبہ بھی اعلانیہ ہونا چاہئے

حضرتؒ کے یہاں مریدین میں اہل علم حضرات جن کا اثر عوام پر ہوتا ہے ان میں سے کسی سے کوئی لغزش ہوتی تو اس کی معافی کیلئے یہ شرط ہوتی تھی کہ جو غلطی آپ نے اعلانیہ کی ہے اس کی توبہ بھی اعلانیہ ہونی چاہئے، تاکہ عوام میں جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اس کا کفارہ ہو جائے اس لئے اشتہار واعلان شرط ہوتا تھا۔ بہت سے اہل علم حضرات نے ایسے اعلانات حضرت کے ایماء پر طبع کرا کر شائع کر دئے ہیں، اسی سلسلے کے ایک بہت بڑے مشہور عالم کا واقعہ ہے کہ ان کے ایک معاملہ سے حضرت کو رنج پہنچا اور اپنے ساتھ خصوصی تعلق کو ختم کر دیا۔ یہ عالم حقیقۃً عالم اور طالب حق تھے حضرت کے ترک تعلق کا ان پر بہت زیادہ اثر تھا۔ معافی تلافی کی کوشش کی تو حسب عادت اعتراف غلطی کا اعلان کرنے کا حکم

ہوا، مگر خود حضرت کو ان کی علمی شہرت ووجاہت کی وجہ سے یہ احساس تھا کہ اعلان ایسا ہونا چاہئے جس میں غلطی کا اعتراف تو پورا ہو، مگر ان کی وجاہت اس سے متأثر نہ ہوتا کہ عوام وخواص کا علمی افادہ واستفادہ جو ان سے متعلق ہے کوئی خلل نہ ہو۔

حضرت مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں: ان تمام رعایتوں کی جامع عبارت لکھنا خود ان عالم صاحب کیلئے دشوار ہو رہا تھا حضرت نے احقر کے سامنے فرمایا کہ لاؤ بھائی یہ ان سے نہ بن پڑیگا میں خود ان کی طرف سے لکھ دیتا ہوں۔

چنانچہ ایک مضمون تحریر فرمایا جس کا عنوان اعتراف غلطی کے بجائے ''شکر نعمت'' رکھا جس سے اعتراف قصور بھی ہو گیا اور ان کی وجاہت وشخصیت بھی متأثر نہیں ہوئی۔ مضمون طویل ہے جن کو دیکھنا ہو مجالس حکیم الامتؒ مرتب مفتی شفیع صاحبؒ، صفحہ ۳۰۷ پر دیکھ لیں۔

لوگوں کی بدگمانی سے توجہ الی اللہ میں اضافہ

ارشاد فرمایا: کہ بعض اوقات حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے سے کچھ لوگوں کو بدگمان کر دیتے ہیں وہ ان کو برا کہنے لگتے ہیں اس میں ان کی مصلحت یہ ہوتی ہے کہ توجہ الی اللہ زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ مولانا رومی نے فرمایا

خلق را با تو چنیں بد خو کنند

تا ترا ناچار رو آنسو کنند

پہلے نمبر پر آخرت کی فکر دوسرے نمبر پر دنیا کی فکر ہونی چاہئے

اس مضمون پر مولانا رومیؒ کا یہ شعر ارشاد فرمایا۔

خواب ناید مرا ترا از بیم دلق

خواب چوں آید ترا با بیم حلق

یعنی اگر تمہیں کسی جگہ اپنے کپڑے چوری ہو جانے کا خطرہ ہو تو رات کو نیند نہیں آتی، لیکن جن کاموں میں جان کے ہلاکت میں پڑنے کا خطرہ ہو تو تمہیں اس کے ساتھ نیند آجاتی ہے۔اس مضمون کو ایک بزرگ نے عربی شعر میں فرمایا ہے ؎

وکیف تنام العین وھی قریرۃ

ولم تدر فی ای المحلیّن تنزل

یعنی انسان کی آنکھ ٹھنڈی ہو کر آرام کے ساتھ کیسے سوسکتی ہے، جبکہ اس کو یہ خبر نہ ہو کہ دو مقام جنت، دوزخ میں سے کہاں اس کا ٹھکانا ہوگا۔

بعض اوقات مہربانی بصورت قہر ہوتی ہے

ارشاد فرمایا: کہ حالی مرحوم کا ایک مصرع ہے ؎

مہربانی کرتے ہیں نامہربانوں کی طرح

بعض اوقات کسی انسان کو ایک تکلیف میں مبتلا کیا جاتا ہے اور وہ درحقیقت اس سے بڑی کسی تکلیف کا علاج ہوتا ہے یہ چوں کہ حقیقت سے بے خبر ہے اسلئے شور مچاتا اور پریشان ہوتا ہے۔

عقیدۂ تقدیر کی حکمت کیا ہے؟

قرآن کریم نے مسئلہ تقدیر کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے۔ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ۔ یعنی تقدیر خداوندی کے معتقد ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر تمہارا کوئی مقصود فوت ہو جائے تو تم زیادہ افسوس اور رنج وغم میں نہ گھلو اور اگر کوئی مقصود حاصل ہو جائے تو بہت زیادہ خوشی جو تکبر وغرور تک پہنچائے اس

میں مبتلا نہ ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے تمام واقعات وحالات کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں اوران کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے وہ تقدیر الٰہی سے ہوتا ہے اوراس کا واقع ہونا ناگزیر ہے کسی کی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔وہ عیش ومصیبت اورراحت وتکلیف کی دونوں حالتوں میں اعتدال پر رہتا ہے۔

حضرت نے فرمایا: اس کی واضح مثال یہ ہے کہ دو شخص ہوں ایک قائل تقدیر دوسرا منکر تقدیر اور دونوں کے دو لڑکے ہوں اور دونوں اکلوتے ہوں اور دونوں ایک ہی وقت ایک ہی مرض میں مبتلا ہوجاویں اور علاج معالجہ کے باوجود دونوں مرجاویں پھر دونوں کے متعلق یہ ثابت ہوکہ علاج میں غلطی ہوگئی تو اب دونوں کا حال دیکھئے منکر تقدیر کو عمر بھر اضطراب اور بے چینی رہے گی کبھی قرار نہ آسکے گا۔اور قائل تقدیر کو اس طرح کا اضطراب نہ ہوگا ۔کیونکہ وہ سمجھے گا کہ یہ علاج کی غلطی بھی مقدر ہی تھی جس کا واقع

ہونا ضروری تھا۔دنیا کو اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب بنایا ہے جو کچھ ہوتا ہے اسباب کے پردوں سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔حقیقت ناشناس لوگ انہیں پردوں میں گھِر کر رہ جاتے ہیں اور جن کو حقیقت کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ اسباب عالم سب پردے ہیں اصل فاعل تو قدرت حق ہے۔حافظ شیرازی نے خوب فرمایا۔

ایں ہمہ مستی و بیہوشی نہ حد بادہ بود

با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

نرگس مستانہ کنایہ ہے عنایت حق سے۔

حضرت کی خاص تواضع

فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہیں اپنے دین کا کام لے لیتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جس سے کام لیا جائے وہ عنداللہ مقبول ہی ہو۔دیکھو چمار سے بیگار لی جاتی ہے،مگر اس سے چمار کا کوئی درجہ نہیں بڑھ جاتا وہ اپنی جگہ چمار ہی رہتا ہے۔ہمارا حال بھی یہی

ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کچھ خدمت ہم سے لیتے ہیں، مگر اپنا حال ہم خود جانتے ہیں کہ ہم کہاں ہیں درجہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف عالم باعمل کا ہے۔

میں نے کبھی اپنے کسی بزرگ کو ناراض نہیں کیا

ارشاد فرمایا: کہ حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار نعمتیں مجھ پر ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں نے کبھی اپنے کسی بزرگ کو ناراض نہیں کیا اور کبھی بے ادبی نہیں کی، اگر کہیں ان کی طرف سے زیادتی بھی ہوئی تو میں نے یہ سمجھ کر نظر انداز کیا کہ ان کے ذریعہ حق تعالیٰ نے مجھے علم کی ایسی بڑی دولتیں عطاء فرمائی ہیں اگر ایک تکلیف بھی پہنچ گئی تو کیا مضائقہ ہے ؎

آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے

عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے

حضرت لقمان کا واقعہ یاد آیا کہ ان کے آقا نے ککڑی بوئی جب

تیار ہوگئی تو اپنے پاس منگائی اور اول اس کی کچھ قاشیں لقمان کو دیں، انہوں نے کھائی، اور کچھ نہ کہا پھر آقا نے خود کھائی، تو دیکھا سخت کڑوی ہیں اس نے لقمان سے کہا کہ لقمان تم نے یہ کڑوی ککڑی کھالی اور کچھ کہا نہیں؟ حضرت لقمان نے کہا کہ جس شخص کے ہاتھوں ہزاروں شیریں چیزیں روز کھاتے ہیں اگر ایک روز اس سے کوئی کڑوی چیز مل جائے تو میرا کیا منہ ہے کہ میں اس کی تلخی کا ذکر کروں۔

عاجزی کا عظیم نفع

فرمایا: کہ ہم قصد کیوں کریں کہ اللہ کے سامنے جنید بن کر جاویں اگر حجاج بن کے بھی جاؤ اور کہو **اَللّٰھُمَ اِغْفِرْلِیْ**۔ تو یہ بھی کافی ہے اور اگر جنید ہونے پر ناز ہونے لگے تو اس سے حجاج ہونا شاید بہتر ہو ۔

نازِ تقویٰ سے تو بہتر ہے نیازِ رندی
جاہِ زاہد سے پھر اچھی مری رسوائی ہے

بستی کے آدمی سے وفاء کی امید بہت کم ہوتی ہے۔

فرمایا: کہ بستی کے آدمی سے وفاء کی امید کم ہوتی ہے، اسلئے ملازم رکھے تو باہر کا آدمی رکھے۔

دشمن کب آپ سے خوف کھائیں گے

فرمایا: کہ اصل تدبیر مصائب وتکالیف کو دور کرنے کی تو اصلاح اعمال ہے اگر آپ ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ اس کی برکت سے دشمن خائف ہو جاویں۔

فائدہ: اصلاح اکثر اہل اللہ کی صحبت کے بغیر دشوار ہے۔

جھوٹ سے بچنے کا نسخہ

فرمایا: کی جس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو بہت بڑا علاج اس کا یہ ہے کہ جب کذب (جھوٹ) صادر ہو فوراً اپنی تکذیب (خود کو جھوٹا ثابت) مخاطب کے سامنے کرے کہ یہ بات میری کذب (جھوٹ) ہے۔

فائدہ: مگر یہ حرکت بد اہل اللہ ہی کی صحبت سے اکثر چھوٹتی ہے۔

غصہ سے بچنے کا علاج

فرمایا: کہ اگر اس کا التزام کرلیں کہ جب کسی پر غصہ آجاوے تو مغضوب علیہ (جس پر غصہ آئے) اس کو کچھ ہدیہ دے دیا کریں اور قلیل ہی مقدار ہو تو زیادہ نفع ہو۔

گھمنڈ سے بچنے کا علاج

اگر اپنی خوبی اور دوسرے کی زشتی (خرابی) پر نظر پڑے تو یہ سمجھنا واجب ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی خوبی ہو اور مجھ میں کوئی ایسی زشتی (خرابی) ہو کہ اس کی وجہ سے یہ شخص مجھ سے عند اللہ اچھا ہو بس کبر سے خارج ہونے کے لئے اتنا کافی ہے۔

طریقت کا نچوڑ

فرمایا: کہ مقصود سلوک رضائے حق ہے اس کے بعد دو چیزیں ہیں۔

(۱) طریق کا علم۔ (۲) اس پر عمل۔

سو طریق صرف ایک ہی ہے یعنی احکام ظاہرہ وباطنہ کی پابندی اور اس طریق کا معین دو چیزیں ہیں (۱) ذکر جس پر دوام ہو سکے (۲) صحبت اہل اللہ کی جس کی کثرت سے مقدور ہو۔اور اگر کثرت کیلئے فراغ نہ ہوتو بزرگوں کے حالات ومقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے،اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں (۱) معاصی (۲) اور فضول میں مشغولی اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی (اپنے شیخ کو اپنے احوال کی اطلاع کا التزام (اہتمام) یہ خلاصہ ہے سارے طریق کا۔

اپنے شیخ کو اپنے عیب یا گناہ کی اطلاع کب کریں

فرمایا: کہ جب کوئی مرض (روحانی) یاد آجاوے اس کو فوراً نوٹ کرلیا اور ایک ہفتہ تک دیکھا کہ وہ زائل ہوا یا نہیں؟ اگر زائل نہ ہوا ہو تو نفس کو اور مہلت نہ دے بلکہ مصلح (شیخ) کو اطلاع کردے۔

حب جاہ کا غیبی علاج کب حاصل ہوتا ہے

فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر چاہتے ہیں اور مجاہدہ اختیاریہ سے اس کو قاصر وعاجز دیکھتے ہیں تو ایسے اسباب غیب سے پیدا فرمادیتے ہیں جس سے اس کے امراض نفسانیہ حب جاہ وغیرہ کا علاج ہوتا ہے مثلاً اسپر کوئی مرض مسلط ہوجاتا ہے یا کوئی عدو (دشمن) مسلط ہوجاتا ہے جو اس کو ایذائیں خصوصی بدنامی کی ایذاء پہنچاتا ہے جس کی روایت کو کوئی غلط سمجھتا ہے تو دوسرا صحیح سمجھتا ہے اور اس طرح سے وہ رسوا ہوجاتا ہے جو اول نفس کو بے حد ناگوار ہوتا ہے مگر جب وہ صبر ورضا اختیار کرتا ہے تو پھر اس میں ایسی قوت تحمل کی ہو جاتی ہے کہ نہایت ہمت کے ساتھ یہ کہنے لگتا ہے ؎

ساقیا برخیز دردہ جام را

خاک برسر کن غم ایام را

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں

ما نمی خواہیم ننگ و نام را

پھر مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً. کے موافق اس کو قبول عام وعزت نصیب فرماتے ہیں جس میں اس کو ناز نہیں ہوتا۔ جس قدر رفعت بڑھتی جاتی ہے نیاز میں ترقی ہوتی جاتی ہے، بس جاہ عظیم میسر ہوتی ہے اور جاہ پسندی فنا ہو جاتی ہے۔

اے صوفی تو انتقام مت لے تیری طرف سے ضرور خدا انتقام لے گا

فرمایا: کہ صوفی بے چارے ہر زمانے میں بدنام رہے ہیں کیونکہ وہ خاموش اور صابر ہوتے ہیں، مگر معلوم بھی ہے وہ صبر کیوں کرتے ہیں؟ وہ صبر کر کے حق تعالیٰ کو اپنے ساتھ کرتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے: جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے تو حق تعالیٰ معاملہ کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں اور جو صبر کرتا ہے اس کی طرف سے حق تعالیٰ خود انتقام لیتے ہیں پھر وہ انتقام کیسا ہوگا اس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کیلئے ایسا غضبناک ہوتے ہیں جیسے شیر اپنے بچوں کیلئے غضبناک ہوا کرتا ہے۔

نااتفاقی کب محمود ومطلوب ہوتی ہے اور اتفاق کب مذموم اور برا ہوجاتا ہے

فرمایا: کہ نااتفاقی اس واسطے مذموم ہے کہ یہ دین کو مضر ہے اور اگر دین کو مفید ہو گو دنیا کو مضر ہو تو وہ مذموم (بری) نہیں، چنانچہ ایک نا اتفاقی وہ بھی ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار فرمایا تھا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِیْم وَالَّذِیْنَ مَعَه۔ کیا اس نااتفاقی کو کوئی مذموم کہہ سکتا ہے؟ اور ایک اتفاق وہ تھا کہ جس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: اِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَداً حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ۔ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ ۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں جو کفار تھے ان میں باہم اتفاق واتحاد کامل تھا، مگر اس اتفاق کو کوئی محمود کہہ سکتا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے تو اس اتفاق کی بنیادیں اکھاڑ پھینک دی تھیں کیونکہ یہ اتفاق خلاف حق پر تھا۔ بس خوب سمجھ لو کہ اتفاق صرف اسی وقت محمود ومطلوب ہے جب کہ دین کو مفید ہو اور نا اتفاقی جب ہی مذموم (بری) ہے کہ دین کو مضر ہو اور اگر اتفاق دین کو مضر ہو اور نا اتفاقی دین کو مفید ہو تو اس وقت نا اتفاقی ہی مطلوب ہوگی۔

مرشد کی توجہ کب نفع پہنچائے گی

فرمایا: کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جب کہ اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنے کو اس کے ہاتھ میں ''مردہ بدست زندہ'' کر دیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے تم میں تصرف کرے اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کو منع فرمایا، اور نصف شعبان کے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اس میں کیا حکمت ہے؟

فرمایا: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کے بعد ترک صوم کا اس لئے حکم دیا کہ رمضان سے پہلے ترک صوم سے صوم رمضان پر قوت زیادہ ہوگی اور انتظار واشتیاق کی شان پیدا ہوکر رمضان کے روزوں میں نشاط زیادہ ہوگا، گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضد کو دوسرے ضد کیلئے معین بنایا۔

اسی طرح نصف شعبان کا روزہ رمضان کے نمونہ کیلئے مسنون فرمایا تاکہ رمضان سے وحشت وہیبت نہ ہو اور اس تاریخ میں رات کو عبادت بھی تراویح رمضان کا نمونہ ہے۔

اس سے تراویح کیلئے حوصلہ بڑھتا ہے کہ جب زیادہ رات تک جاگنا کچھ بھی نہیں معلوم ہوا تو تراویح کیلئے ایک گھنٹہ جاگنا کیا

معلوم ہوگا پس اس میں اعانت بالمثل علی المثل سے کام لیا گیا ہے۔

ریاء سے عمل تباہ ہو جاتا ہے

فرمایا: کہ ریاء حابط (تباہ کرنے والا) عمل ہے گو فرض سر سے اتر جاتا ہے، لیکن مقبول نہیں ہوتا اور مقصود مقبولیت ہی ہے۔

دنیا میں اللہ کے دیدار کی صورت

فرمایا: کہ بواسطہ دیدار کی صورت یہ ہے کہ مخلوقات و مصنوعات میں حق تعالیٰ کی صفات قدرت کا مشاہدہ کرے کیوں کہ مصنوع سے بھی صانع کا دیدار ہوتا ہے، چانچہ زیب النساء کا شعر ہے ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مراد

کوئی گناہ کر لینے سے وہ گناہ ختم نہیں ہوتا بلکہ اور قوی ہو جاتا ہے

فرمایا: کہ درحقیقت یہ شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ گناہ کر لینے سے تقاضہ کم ہو جائیگا کیونکہ ارتکاب معصیت سے فی الحال کچھ دیر

کو تقاضہ کم ہو جائیگا، مگر اس کا اثر یہ ہوگا کہ آئندہ کیلئے مادہ معصیت قوی ہو جائے گا اور ازالہ قدرت سے باہر ہو جائے گا۔

قبر کا حال گدھوں اور کتوں پر بھی واضح ہوتا ہے

فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کو ثقلین کے سوا سب سنتے ہیں تو یہ کشف قبور ہوا، اس سے کشف القبور کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی کہ گدھوں اور کتوں کو بھی ہو جاتا ہے، پس انسان کیلئے یہ کمال مطلوب نہیں۔

ایمان کے ساتھ عمل صالح سے مخلوق اور خدا دونوں کے یہاں قبولیت و محبوبیت حاصل ہوتی ہے

فرمایا: کہ :اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُو الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔کا مطلب یہ ہے کہ ایمان وعمل صالح سے قبولیت ومحبوبیت عامّہ پیدا ہوتی ہے، یعنی جن لوگوں کو اس شخص سے کسی غرض کا تعلق نہ ہو نہ حصولاً نہ فوتاً ان کے دل میں محبت پڑ جاتی

ہے، بشرطیکہ سلیم الطبع ہوں۔ انسان کیا معنی جانور تک محبت کرنے لگتے ہیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہؓ ایک دفعہ قافلہ سے الگ ہوکہ راستہ بھول گئے تھے رات کو جنگل میں ایک شیر ملا تو آپ نے اس سے کہا اے شیر میں سفینہ غلام ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سن کر وہ دم ہلا کر خوشامد کرنے لگا اور پھر آپ کے آگے آگے ہولیا تھوڑی دیر میں آپ کو قافلہ کے قریب پہنچا کر دم ہلاتے ہوا ایک طرف کو چل دیا، یہ تو محبت خلق کا ظہور ہوا اور محبت حق کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اس شخص کو بس آواز تو نہیں آتی، مگر بقسم کہتا ہوں کہ محبت کا اثر اس کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ ہر وقت واقعات میں اس کی امداد اور اعانت ہوتی ہے، اور قلب پر علوم وواردات وکلام حق کا ایسا القاء ہوتا ہے جیسے حق تعالیٰ اس سے باتیں کرتے ہوں بس آواز تو نہیں ہوتی اور سب کچھ ہوتا ہے، یہ دل سے خوب جانتا ہے کہ حق

تعالیٰ مجھے چاہتے ہیں، پھراس کی لذت کا کیا پوچھنا باقی کامل ظہور اس کا آخرت میں ہوگا۔

اللہ سے حسن ظن اورقوی امید شرط ہے قبولیت دعاء کیلئے

فرمایا: کہ دعاء کرتے وقت حسن ظن اورقوت رجا کو اپنا نقد وقت رکھو پھر ثمرہ دیکھو کہ کامیابی ہی ہوگی۔

مناسبت شیخ کیا ہے اور کیسے حاصل ہوگی

فرمایا: کہ مناسبت شیخ (جو مدار افاضہ واستفاضہ) اس کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہو جاوے کہ شیخ کے کسی قول وعمل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو، گو عقلی ہو۔

قلب اثر کہاں کہاں ہوتا ہے

فرمایا: کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔

شیخ کی محبت درحقیقت خدا ہی کے ساتھ محبت ہے

فرمایا: کہ خدا تعالے کے علاقہ سے کسی سے محبت کرنا یہ درحقیقت خدا ہی کے ساتھ محبت ہے، دیکھو اگر ہماری وجہ سے کوئی ہماری اولاد یا متعلقین کے ساتھ محبت کرے اس کو ہم اپنی محبت سمجھتے ہیں۔

نماز سے صحت اچھی رہتی ہے

فرمایا: کہ نماز کی ایک برکت یہ ہے کہ اس سے صحت اچھی رہتی ہے، اطباء بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اخلاق حمیدہ اور افعال حسنہ کا اثر صحت پر اچھا پڑتا ہے۔

نابالغ کم سن مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں

مشرکین اور مومنین کے نابالغ بچوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو روایت کی تطبیق حسب ذیل فرمائی۔

وعن عآئشة قالت قلت ?ا رسول اللّٰه صلی اللّٰه عله وسلم ذراری الـمـومـنـین قـال مِن اٰبائِهِم فقلت یا رسول اللهِ بلا

عملٍ قال اعلم بِما کانوا عامِلِین قلت فذ راری المشرِکِین قال مِن ابآئِھِم قلت بِلا عملٍ قال اللّٰہ اعلم بِما کانوا عامِلِین۔ رواہ ابو داد۔

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ مدار جزاء کا تو عمل ہی پر ہے اور بلوغ کے بعد یہ جو عمل کرتے وہ اللہ کو معلوم ہے کہ کیا کرتے (اور اللہ اس کے موافق ان کو جزاء دیتا) مگر وہ عمل واقع نہیں ہوا، اس لئے اصل کے موافق تو یہ نہ مستحق ثواب کے ہیں نہ عذاب کے اور اس لئے ان کے ساتھ کوئی معاملہ جزءاً نہ ہوگا، بلکہ الحاقاً ہوگا، اسی لئے دونوں جگہ **من آبائھم** فرمایا۔ لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہوا کہ ملحق **باھلک الثواب** کو ثواب ہوتا ہے اور ملحق **باھل العذاب** کو عذاب نہیں اور جس وقت یہ ارشاد ہوا تھا اس وقت یہی حالت تھی کہ **ذراری المشرکین** جہنم میں تھے گو معذب نہ تھے، کیونکہ اعمال شرکیہ سے منزہ تھے بعد میں معلوم کرا دیا گیا کہ وہ جنت میں بوجہ شفاعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ

وسلم بطور خدام اهل الجنة کے ہوں گے۔

یعنی اعمال نہ ہونے کے سبب ان کو ملوکیت کا درجہ تو عطا نہ ہوگا، لیکن بالغ ہو کر مملوکیت کی حیثیت سے جنت میں مقیم ہوں گے بخلاف ذراری المومنین، مومنین کے بچے کے کہ وہ بوجہ انتساب الی المومنین کے ان کے ساتھ درجات میں بھی ملحق ہوں گے۔

حسین شخص یا عورت کو دل سے نکالنے کا طریقہ

فرمایا: کہ اگر کسی حسین کا خیال بلا قصد آوے تو علاج یہ ہے کہ یہ اختیار خود نہ لاوے اگر خود آوے آنے دیوے ذرہ برابر بھی ضرر نہیں مگر قصد سے اس کا ابقاء نہ کرے، بلکہ اس کشمکش ہی میں تو اجر بڑھتا ہے اگر دفع ہی کرنا چاہے تو تصور کرے کسی ایسے بنئے کا جو اندھا، چندھا، بدشکل، ہو جس کی ناک پچکی، ہونٹ بڑے بڑے، توند بڑی سی نکلی ہوئی، اور ناک سے ریٹ، اور منہ سے رال بہہ رہی ہو۔ انشاء اللہ اسی تصور سے وہ خیال جاتا رہے گا

،اگر نہ بھی گیا تو کمی تو ضرور ہو جائے گی، کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے۔

النفس لا تتوجه الی شیئین فی آن واحد: لیجئے ہم نے کافر سے بھی دین کا کام لے لیا اور بالکل اس خیال کا نکل جانا تو مطلوب بھی نہیں جیسا کہ اوپر آیا کہ اسی کشمکش ہی میں تو اجر بڑھتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر آدمی بچنا چاہے اور ہمت وقوت سے کام لے تو خدا تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے رفتہ رفتہ بالکل نکل جاتا ہے اگر نہ بھی نکلے تو کلفت برداشت کرے۔

اگر خدانخواستہ کوئی مرض عمر بھر کو لگ جاوے تو وہاں کیا کرو گے عمر بھر تکلیف کو طوعاً وکرہاً برداشت ہی کرنا پڑے گا، یہاں بھی یہی کرو اور اگر اس پر راضی نہ ہو تو کوئی دوسرا خدا تلاش کرو۔

حضرت سرمدؒ نے خوب فیصلہ فرمایا ہے ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد

یک کار ازیں دو کار می باید کرد

یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

جو مجھ سے ملنے آیا اس کی زیارت ذریعۂ نجات

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والے کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔

فائدہ: یہ شان عبدیت ہے مطلب یہ ہے کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھے محتاط تمنا کی ممانعت نہیں۔

تعریف سن کر نفس خوش ہو جائے تو علاج اس طرح کریں

ایک صاحب نے عرض کیا تھا کہ حضرت اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرتا ہے تو نفس اس قدر خوش ہوتا ہے کہ پھولا نہیں سماتا، اس کا کیا علاج ہے؟

فرمایا: کہ اس وقت اپنے معائب کو مستحضر کر کے اس خوشی کو دبادے، یہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے، چند روز تعب ہوگا، پھر انشاء اللہ سہل ہو جائے گا۔

اہل اللہ کا ظاہر و باطن یکساں اس طرح ہوتا ہے

(واقعہ) فرمایا: کہ ایک رئیس حضرت سید احمد صاحبؒ کے واسطے ہر سال تین سو ساٹھ جوڑے بنا کر بھیجا کرتے تھے اس پر ایک روز مجمع میں سید صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو خیال ہوگا کہ میں روزانہ جوڑا بدل کر خوش ہوتا ہوں، واللہ میری ایسی حالت ہے کہ مجھ سے اگر کمبل بندھوا کر اور سر پر گوبر کا ٹوکرا رکھ کر بازار میں نکالا جاوے تو اس حالت میں اور پہلی حالت میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔

اگر گناہ چھڑانے والا روحانی ڈاکٹر نہ ملے تو کیا کرے؟

فرمایا: کہ اب ہماری حس کی ایسی مثال ہے جیسے مارگزیدہ کو نیم کی پتیاں میٹھی معلوم ہوتی ہیں اسی طرح ہم کو معاصی جو زہر قاتل

بے مزہ دار معلوم ہوتے ہیں، سواس کا علاج کرو اور علاج کیلئے تجربہ کار طبیب کو تلاش کرو اور جب تک طبیب نہ ملے ایک بڑا علاج یہی ہے کہ سوچنا شروع کردو۔

تم جانتے ہو مصیبت کیا ہے؟

فرمایا: کہ جو بات اپنے کو ناگوار گزرے وہی مصیبت ہے اور اس پر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھنا ثواب ہے۔

پانچ سال پہلے اگلے پانچ سال کی زکوٰۃ دینا جائز ہے

فرمایا: کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ شریعت نے کئی سال پیشگی زکوٰۃ ادا کرنے کو بھی جائز کہا ہے، اس میں گو رقم کثیر کا نکالنا گراں ہوگا ،لیکن بہت بڑا آرام یہ ہے کہ پانچ سال تک بےفکری ہوجائے گی دوسرے یہ کہ مال مزکی (وہ مال جس کی زکوٰۃ ہوگئی) باقی رہتا ہے ،تیسرے یہ کہ اگر مال تلف بھی ہوجائے تو اتنی مقدار زکوٰۃ جو پہلے دی گئی وہ تلف ہونے سے بچ گئی اور ثواب کا ذخیرہ ہوگیا، چوتھے یہ

کہ غریب مسلمان بھائیوں کے کام میں معین ہو گیا۔

ریاء کا مدار دل کی نیت پر ہے

فرمایا: کہ اصل ریاء دل میں ہوتی ہے، ہاں صورت جائز ہے۔

تہجد پڑھنے والے سے میں بہت خوش ہوتا ہوں

فرمایا: کہ ایک حدیث میں ہے جو شخص رات کو اٹھ کر التجاء کرتا ہے تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا۔

عورتوں کے ساتھ شدت کا برتاؤ کرنا بہادری کے خلاف ہے

فرمایا: کہ حدیث میں ہے۔ **فانما ھن عوان عندکم۔** یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو اور ہر طرح اس کے بس میں ہو اس پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے۔

کیا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں

ایک صاحب نے پوچھا کہ اگر بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل قبول نہ کرے تو کیا کرے فرمایا: پھر عمل کرے دل کو دخل نہ دے اور بہتر تو یہ ہے کہ اہل بدعت کے مسجد میں نہ جاوے

،لیکن اگر اتفاقاً جاوے تو پھر ان کے ساتھ ہی پڑھ لے کیونکہ جماعت کو ترک نہ کرنا چاہئے۔

تحقیق سماعِ موتیٰ

فرمایا: کہ **و ماانت بسمع من فی القبور**، میں نفی سماع سے سماع نافع مراد ہے سو وہ ظاہر ہے یعنی مردے سننے پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا مقام دار العمل نہیں ہے اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ کفار کے عدم سماع کا بیان کرنا مقصود ہے اور ان کے عدم سماع کو عدم سماع موتی سے تشبیہ دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ کفار سنتے ہیں، مگر عمل نہیں کرتے۔

کامیابی کیلئے شیخ سے محبت کتنی ضروری ہے

فرمایا: کہ جب تک فناء کی کیفیت غالب نہ ہو اُس (شخص) کو مشتاق یا محبّ (محبت کرنے والا) نہیں کہیں گے، اور محبت کے اس درجہ کا انسان مکلّف نہیں، مگر کمال یہی

ہے، پھر فرمایا: کہ اکثر ایسی محبت اول میں ہی ہو جاتی ہے اور اس کیفیت عشقیہ کے بڑھنے میں کسی اسباب کی حاجت نہیں اور بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے، ہاں اگر معلوم ہو جاوے کہ اس کا مذاق ہی نہیں اس وقت مجبوری ہے، طبعاً انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا بلکہ وساوس کی مزاحمت رائے میں رہتی ہے، اور اگر ایسی محبت ہو جاوے تو پھر واللہ اگر سر بازار جوتیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو اور طبعی حزن الگ چیز ہے اور اگر ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہوتی ہے۔

گھمنڈ کرنے والے اور چالاک آدمی سے میرا دل نہیں ملتا

فرمایا: کہ میرا دو شخصوں سے دل نہیں ملتا متکبر سے، اور چالاک سے اور یہ بھی فرمایا کہ عیب تو عیب، میں کسی کمال واقعی کے انتساب کو بھی پسند نہیں کرتا اس سے ایذاء ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تمسخر کرتا ہو۔

دو باتوں پر پختہ ہو جاؤ اللہ مل جائیں گے

فرمایا: کہ طلب ذکر تو یہ ہے کہ سب کاموں سے قطع نظر کر کے بس ذکر کا ہو رہے اور یہ ارادہ کر لے کہ ذکر ہی کروں گا اگرچہ تمام عمر اسی میں صرف ہو جائے، اگر یہ بھی نہ ہو تو مدت معتد بہ تو ہو حضرت گنگوہیؒ دو برس فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا: میں نے بہت دفعہ طلباء اور عام طور سے لوگوں سے کہا ہے کہ دو باتوں پر پختہ ہو جاؤ میں ذمّہ لیتا ہوں وصول الی اللہ کا، ایک گناہوں سے بچنا، دوسرے کم بولنا اور تھوڑی خلوت ذکر و فکر کیلئے۔

لڑکی کو پردہ ۷ برس کی عمر سے کرائے

نواب صاحب ڈھاکہ نے حضرت والا سے دریافت کیا پردہ کس عمر سے چاہئے فرمایا اغیار سے تو ۷ برس کی عمر سے اور میری رائے یہ ہے کہ جب تک لڑکی پردہ میں نہ بیٹھ جاوے ایک چھلّا بھی نہ پہنایا جاوے اور کپڑے بھی سفید یا

معمولی چھینٹ وغیرہ کے پہنے اس میں دین کی مصلحتیں بھی ہیں اور دنیا کی بھی، بلکہ بسا اوقات سیانی کے سامنے آنے سے فتنے نہیں ہوتے جتنے ناسمجھ کے سامنے آنے سے ہوتے ہیں، کیونکہ سیانی خود حیا کرتی ہے اور مردوں کو موقع کم دیتی ہے نیز مرد سمجھتا ہے کہ سیانی سمجھدار ہے اس کے سامنے دلی خیالات عملاً ظاہر کروں گا تو سمجھ جاوے گی اور ناسمجھ کے سامنے یہ مانع موجود نہیں ہوتا۔

کبھی مشائخ نااہل کو اجازت دیدیتے ہیں، مگر حق تعالیٰ ان کے فعل کی برکت سے اہل بنادیتے ہیں

فرمایا: کہ امام کو باوجود نااہل ہونے کے جب لوگ اہل سمجھ کر امام بناتے ہیں تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس کو لوگوں کے گمان کے موافق اہل ہی کردیں، اکثر واقع ہوا ہے کہ مشائخ نے کسی ایسے شخص کو اجازت دے دی جس میں اہلیت نہ تھی، مگر حق تعالیٰ نے ان کے فعل کی برکت سے اس کے اہل کردیا۔

شیخ کی صحبت کے بغیر ذکر مفید نہیں

فرمایا: کہ بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ مفید نہیں، حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونا چاہئے تھی وہ خود کافی ہوجاتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا: کہ کام بناویگا تو ذکر اللہ ہی بناوے گا، لیکن عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ بدون صحبت شیخ کے نرا ذکر کام بنانے کیلئے کافی نہیں اس کیلئے صحبت شیخ شرط ہے جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی، لیکن شرط ہے یہ ہے کہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

ایصال ثواب کس کس طرح ہوتا ہے

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے وجدان میں مردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے تقسیم ہوکر نہیں پہنچتا، لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ

کا گمان غالب اس کے خلاف تھا عرض کیا گیا حضور کا گمان غالب کیا ہے؟ فرمایا: کہ میرا گمان یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرے خواہ زیادہ کی ہمت نہ ہو، مثلاً تین بار قُلْ هُوَ اللّٰه، پڑھے ایک کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا، پھر اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں جو کچھ روز مرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام انبیاء ،وصلحاء، وعام مسلمین ومسلمات کو جو مر چکے یا موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں سب کو بخش دیتا ہوں اور کسی خاص موقعہ پر کسی خاص مردے کیلئے بھی کچھ پڑھ کر علیحدہ بخش دیتا ہوں۔ استفسار پر فرمایا کہ زندوں کو بھی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے۔

لوگوں میں عزت اور فخر کیلئے اچھا کپڑا پہننا جائز ہے یا نہیں

فرمایا: کہ اچھے کپڑے وغیرہ پہننا اگر تحصیل جاہ کیلئے ہے تو ناجائز ہے، اور اسراف میں داخل ہے، اور اگر دفع ذلت کیلئے ہے

تو مطلوب شرعی ہے اور اسراف میں داخل نہیں، ایک بار فرمایا: کہ ایک شخص کیلئے پچاس روپیہ گز کا کپڑا پہننا جائز ہے یعنی جس کو گنجائش ہو اگر نیت ریاء وتفاخر کی نہ ہو اور دوسرے کیلئے پانچ آنہ گز کا بھی ناجائز ہے یعنی جس کو گنجائش نہ ہو یا نیت ریاء وتفاخر کی ہو۔

دوران طعام دقیق باتیں کرنے سے کھانے کا لطف ختم ہو جاتا ہے

فرمایا: کہ دسترخوان پر دقیق باتیں نہیں کرنی چاہئے، بلکہ بہت معمولی باتیں ہونی چاہئے، ورنہ کھانے کا لطف کچھ نہیں آتا کھانے کے وقت کھانے ہی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے، اگر کوئی ایسی باتیں کرتا ہے تو میں کان بھی نہیں لگاتا کیونکہ کھانے کا مزہ جاتا رہتا ہے۔

مجمع سے جی گھبراتا ہے

فرمایا: کہ اب تو تعلقات سے بہت وحشت ہوتی ہے، مجمع زیادہ نہ ہو اپنے ہم خیال کچھ لوگ ہوں اور یاد حق میں بقیہ زندگی

گزرے یہی وجہ ہے کہ میں اکثر یہ بہانہ کر کے اٹھ جاتا ہوں کہ گھر ہو آؤں بات یہ ہے کہ مجمع سے جی گھبراتا ہے۔

بیعت کا لطف جبھی ہے کہ جب شیخ جان بھی مانگے تو مرید دریغ نہ کرے

فرمایا: کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہئے دو چیزیں لازم طریق ہیں۔ ''اتباع سنت'' اور ''اتباع شیخ'' جب تک یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔

ہدیہ دینے میں ثواب کی نیت نہیں بلکہ محبت کی نیت ہونی چاہئے

فرمایا: کہ مجھے اس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جس کو خود کوئی نفع نہیں پہنچا سکے ہاں جو دینی نفع حاصل کرتا ہے وہ اگر محبت سے کچھ دے تو کس کو انکار ہے کیونکہ آخر میری گذر ہی اسی پر ہے لیکن یہ شرط ہے

کہ دینے میں بجز محبت اور کوئی نیت نہ ہو یہاں تک کہ ثواب کی بھی نیت نہیں ہونی چاہئے گو جب حق تعالیٰ شانہٗ کے تعلق کی وجہ سے دیا ثواب تو اس کو مل ہی گیا دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس کو ثواب ملتا ہے، حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا، بلکہ اگر اس کو ثواب کی نیت کی خبر ہو جاوے تو اس کو ناگوار ہو اور انکار کر دے کیا میں خیرات خوری ہوں۔

مرید کو اس خیال کا پابند رہنا چاہئے کہ یہ نفع شیخ سے ہی پہنچا ہے

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہو گئی ہے، لیکن تم ایسا

مت سمجھنا تم یہی سمجھنا کہ مجھ سے تم کو نفع پہنچا ہے، ورنہ تمہارے لئے مضر ہوگا یہ شان اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر ہے ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں دوسرے پہلو پر ان کی نظر نہیں جاتی۔

وعظ میں فقہ کے مسائل نہ بتلائیں بلکہ ترغیب وترہیب کے مضامین بیان کریں

فرمایا: کہ میں نے ایک مرتبہ سوچا کہ وعظ میں مسائل فقہیہ کا بیان کرنا علماء کی عادت نہیں ہے، حالانکہ بظاہر ضروری معلوم ہوتا ہے، چناچہ میں نے ایک وعظ میں صرف چار پانچ مسائل ربٰو (سود) کے جو عموماً پیش آیا کرتے ہیں بیان کر دئے بعد کو مختلف لوگوں نے مختلف باتیں ان مسائل کی بابت آ کر مجھ سے بیان کیں معلوم ہوا کہ اختلاف ہوگیا۔

اس وقت سمجھ میں آیا کہ علماء نے جو وعظ میں اس کا اہتمام نہیں کیا انہوں نے اس کی مضرت کو معلوم کر لیا تھا بجز کسی کھلے مسئلہ کے

مسائل دقیقہ کا بیان عام مجمع میں خلاف مصلحت ہے۔ایسے مسائل کو حدوث واقعہ کے وقت بتلا دے تا کہ اس کے اوپر آسانی کے ساتھ منطبق کیا جا سکے۔برخلاف اس کے جو وعظ میں سوالات فرض کر کے جواب دئے جائیں گے تو بعد کو تو وہ سوال غائب ہو جائے گا۔اور جواب میں خواہ مخواہ شبہ پڑیں گے اور لوگ گڑبڑ کریں گے۔اسی مصلحت کی بناء پر علماء صرف مضامین ترغیب وترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں۔

رنڈیوں کی نماز جنازہ ہے یانہیں؟

فرمایا: کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ رنڈیوں کی نماز جنازہ جائز ہے یانہیں؟ فرمایا: کہ رنڈوں (یعنی ان کے آشناؤں) کی تو نماز جنازہ پڑھتے ہو پھر دونوں میں کیا فرق ہے۔

جن جن سے رشوت لی ہے ان کو واپس کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

اس کا تذکرہ ہونے لگا کہ رشوت سے توبہ کر لے تو معاف کس

طرح کرائے۔اگر پتہ نہ چل سکے تو اشتہار چھپوائے کہ میرے ذمہ جن کے حقوق ہوں لے لے یا چھوڑ دے۔پھر فرمایا کہ بڑا مفتی قلب ہے جب خوف ہوتا ہے تو سب تدبیریں ادائے حقوق کی سوجھنے لگتی ہیں۔

بلا ناغہ پابندی سے تھوڑا سا ذکر کرلو معاصی کو چھوڑ دو ہرگز محروم نہیں رہو گے

فرمایا: کہ نفع میں بیعت کو ذرا دخل نہیں، باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ طبیب صرف نسخہ تجویز کرسکتا ہے اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں طبیب صحت کی میعاد متعین نہیں کرسکتا البتہ اس طریق باطن میں اتنی امید ضرور دلائی جاسکتی ہے کہ مرض ظاہری میں تو کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں۔صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہوجائے، ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے جلدی ہو جاوے باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہئے کہ اگر مرتے

وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی رہے۔

دعاء اگر دل سے ہو تو ضرور قبول ہوتی ہے

فرمایا: کہ سچ کہتا ہوں کہ جو دعاء دل سے کی کبھی نہیں یاد کے قبول نہ ہوئی ہو ضرور قبول ہوتی ہے اگر کوئی دعاء نہیں قبول ہوتی ہے تو اس میں اپنی ہی کوتاہی ہوتی ہے میں نے ہمیشہ تجربہ کیا ہے۔

جس کو کام میں مشغول دیکھتا ہوں اس کیلئے دل سے دعاء نکلتی ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو مرید یا متعلق دل سے نماز پڑھتا ہے، معمولات کرتا ہے، اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے میں اس کیلئے دل کی گہرائی سے دعاء کرتا ہوں۔

چنانچہ فرماتے کہ چوں کہ میں دعاء کو معین (مددگار) سمجھتا ہوں تدبیر کا اسلئے جس کو کام میں مشغول دیکھتا ہوں خود بخود جی سے دعاء نکلتی ہے ورنہ دو تین مرتبہ کر کے بس قرض سا اتار دیا۔

اگرکسی پر ہنسو گے تو اس عیب میں تم بھی مبتلا ہو گے

فرمایا: کہ دوسرے پر ہنسنا نہ چاہئے اکثر دیکھا ہے کہ جو جس پر ہنسا خود اس عیب یا مصیبت میں مبتلا ہوا۔

کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

فرمایا: کہ کندھے پر رومال ڈال کر نماز نہ پڑھنا چاہئے کہ یہ ہیئت خارج من الصلوٰۃ کی ہے۔

بزرگوں کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ کون بڑا ہے کون چھوٹا ہے بے ادبی ہے

فرمایا: کہ اہل اللہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ کون بڑا ہے کون چھوٹا ہے بے ادبی ہے خدا کو معلوم ہے کہ اس کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے سب سے حسن عقیدت رکھنا چاہئے۔

خلوص کی خوشبو سے شہرت ہو ہی جاتی ہے

فرمایا: کہ جو کام خالص اللہ کیلئے کیا جاتا ہے بلا قصد شہرت وغیرہ کے اس کی حق تعالیٰ شہرت فرما ہی دیتے ہیں۔

شیطان بھی مجھ کو نفع پہنچاتا ہے

فرمایا: کہ شیطان مجھ کو نفع بھی بہت پہنچاتا ہے اس طرح سے کہ وہ لوگوں کو بہکاتا ہے وہ مجھ کو ناحق گالیاں دیتے ہیں میں اس پر صبر کرتا ہوں اللہ میرے گناہ معاف فرماتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔

پہلے بزرگوں میں زبانی وعظ کا بھی طریقہ نہیں تھا

فرمایا: کہ پہلے بزرگوں میں زبانی وعظ کا بھی طریقہ نہیں تھا مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ قرآن حدیث کی کتاب لے کر وعظ فرماتے تھے اب کوئی ویسا کرے تو عیب سمجھا جاتا ہے کہ کچھ آتا نہیں۔

اہل اللہ کے ادب سے فضل بھی ہوتا ہے اور مغفرت بھی

فرمایا: اہل اللہ کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جوان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے ۔تجربہ یہی ہے چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ اور ایک شخص نہر میں وضو کر

رہے تھے ،امام صاحب نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف ،اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے ،اسلئے اٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا، بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ مغفرت ہوئی یا نہیں کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں تھا،اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد بن حنبلؒ کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا ،اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہؓ ! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے،اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

امتحان کی کامیابی کا وظیفہ

ایف،اے کے امتحان کی کامیابی کیلئے ایک صاحب نے کوئی وظیفہ یا تعویذ مانگا تھا تحریر فرمایا کہ روزانہ ''یاعلیم''(۱۵۰) بار بعد نماز فجر پڑھ لیا کرو اور امتحان کے روز اس کی کثرت رکھو۔

بواسیر کا وظیفہ

بواسیر کی شکایت پر تحریر فرمایا کہ بعد نماز فجر اکتالیس بار الحمد شریف پانی پر دم کر کے پیا کیجئے۔

صبح کی ہوا خوری اشراق کی نماز کیلئے مسجد میں بیٹھے رہنے سے افضل ہے

فرمایا: کہ حفظ صحت کی مصلحت کسی مستحب کی تحصیل سے مقدم ہے ۔مثلاً صبح کی ہوا خوری کیلئے جنگل کی طرف جانا مسجد میں اشراق کی نماز کیلئے تا طلوع آفتاب بیٹھے رہنے سے افضل ہے۔

طالب حق کو کسی کی ناراضگی کی کیا پرواہ

فرمایا: کہ طالب حق کو کسی کی ناراضی کی کیا پرواہ، اپنی طرف سے کسی کو دشمن نہیں بنانا چاہیئے اس پر بھی اگر کوئی ناراض ہو ہوا کرے حق تعالیٰ مددگار ہے اس پر نظر رکھنا چاہیئے اور اس کو راضی رکھنا چاہیئے بلکہ بعض اوقات تو خلق کی ناراضی سبب ہو جاتی ہے بہت سی آفات سے بچنے کا۔

کیا عورت اپنے خاوند یا باپ کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے

ایک شخص نے پوچھا کہ ایک عورت اپنے خاوند یا باپ کے ساتھ بلا شرکت دوسرے مرد کے نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں، فرمایا کہ ہاں، لیکن بالکل ٹھیک پیچھے کھڑی ہو برابر کھڑی نہ ہو۔

یاجوج ماجوج کی غذا کیا ہے؟

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یاجوماجوج کی غذا کیا ہے فرمایا: کہ حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا (حضرت کتابیں بہت دیکھتے تھے اس لئے باتیں زیادہ معلوم تھیں) کہ غذا یاجوج ماجوج کے لشکر کی ایک سانپ ہے جو آسمان کی جانب سے روزانہ گرتا ہے وہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ سب کو کافی ہو جاتا ہے۔

کیا یاجوج ماجوج کو تبلیغ ہو چکی ہے

فرمایا: کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے سنا ہے کہ یاجوج ماجوج کی تبلیغ ہو چکی ہے اسلئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رات بھر اس دیوار کو چاٹتے ہیں اور کھودتے ہیں جو ان کے درمیان حائل ہے جب وقت آوے گا تو وہ یہ کہیں گے انشاء اللہ کل اس کو ختم کر

دیں گے۔ انشاء اللہ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ کا نام معلوم اور تبلیغ ہوچکی ہے، یہ نئی بات معلوم ہوئی پہلے سے معلوم نہ تھی۔

کتاب کو دیکھ کر وعظ کہنے سے تعب نہیں ہوتا ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وعظ سننے کو جی چاہتا ہے فرمایا: کہ اب ہمت نہیں رہی مسلسل بولنے سے طبیعت گھبراتی ہے اور نہ ربط عبارت پر قدرت ہے اور بلا ربط مضمون کا لطف ہی کیا ہوگا اسی وجہ سے چند روز تک وعظ کی صورت یہ اختیار کی تھی کہ کتاب دیکھ کر بیان کر دیا کروں، مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب دماغ اس کا بھی متحمل نہیں ،اسلئے اب تو جو کچھ مجلس میں بیٹھ کر بولتا ہوں یہی بہت کچھ ہے ،فرمایا کہ کتاب دیکھ کر وعظ کہنے کا معمول مولانا اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سنا ہے کہ وہ کتاب دیکھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے اس طرح وعظ کہنے سے دماغ پر تعب نہیں ہوتا۔

حاتم طائی سخی نہیں تھا باغی تھا

فرمایا: کہ مشہور ہے کہ حاتم طائی سخی تھا حالانکہ سخاوت یہ ہے کہ محل میں خروچ ہو ورنہ سخاوت ہی نہیں۔ مثلاً اگر دریا میں کوئی شخص لاکھ روپیہ پھینک دے تو کیا وہ سخی ہوسکتا ہے۔ اور محل معلوم ہوتا ہے شریعت سے جب اس کو محل ہی معلوم نہ تھا اور شریعت کی اس کو خبر ہی نہ تھی وہ سخی کیسے ہوا پس اول تو وہ سخی نہیں اور اگر ہو بھی تو کیا ہوا جب باغی تھا اور باغی کا کوئی کمال کمال نہیں۔

پابندی سے ذکر کی توفیق بغیر اصلاح کے نہیں ہوسکتی

فرمایا: کہ یہ ممکن ہے کہ ایک دن بیٹھ کر کچھ دیر تک ذکر کر لو مگر دوام ذکر تو نور بخش بغیر اصلاح کے نہیں ہوتا۔ اور یکسوئی اور ہر وقت کی توجہ جو کہ شرط نورانیت ہے بغیر اصلاح کے نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس کی توفیق خدا تعالیٰ کی توجہ سے ہوتی ہے یعنی وہب سے جو خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ورنہ توفیق بھی نہیں ہوتی۔ اس کی

حقیقت اہل دل خوب سمجھتے ہیں ۔عوارف شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب ہے اس میں ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ ایک دن وہ ذکر کرنا چاہتے تھے ،مگر زبان نہیں اٹھتی تھی ۔ارادہ بھی تھا شعور بھی تھا ،مگر زبان نہیں چلتی ۔بڑے پریشان ہوئے گریہ وزاری کے ساتھ التجاء کی کہ یا اللہ اگر قصور ہوا ہوتو مطلع فرمائے تا کہ توبہ واستغفار سے تدارک کروں ،الہام ہوا کہ فلاں وقت گستاخی سے ایک برا کلمہ کہا تھا آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہو۔بہت روئے پیٹے گریہ وزاری کی تب زبان چلی ۔

تمہارا اصلی کام ذکر اللہ ہے اچھی طرح سمجھ لو

فرمایا: کہ ذکر اللہ کو اپنا اصلی کام سمجھ لوتو جو کام اس میں مخل ہوگا اس سے جی گھبرائے گا اور معاصی سب اس میں مخل ہیں ۔اسلئے ان سب سے نفرت ہوجائے گی پھر رفتہ رفتہ فضول مباحات سے بھی نفرت ہونے لگے گی ۔

تعویذ سے اچھا ہو جانا بزرگی کی وجہ سے تھوڑا ہی ہوتا ہے

فرمایا: کہ تعویذ سے اچھا ہو جانا کچھ دینے والے کی بزرگی کی وجہ سے تھوڑا ہی ہوتا ہے، بلکہ جس کی قوت خیالیہ قوی ہوتی ہے اس کے تعویذ میں اثر زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بہت زیادہ قوت خیالیہ رکھتا ہو تو اس کے محض سوچنے ہی سے جاڑا بخار اتر جاتا ہے، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو یہ قوت تو اس میں بھی موجود ہے اور یہ مشق سے اور بڑھ جاتی ہے بالخصوص بعض طبائع کو تو اس سے خاص مناسبت ہوتی ہے۔

جب ملکہ وکٹوریہ نے اسلام کی حقانیت کو قبول کیا

فرمایا: کہ ایک دفعہ ملکہ وکٹوریہ کو اس کی حیات کے زمانہ میں خواب میں دیکھا کہ ایسی گاڑی پر سوار ہے کہ نہ اس میں گھوڑا ہے نہ باگ نظر آتی ہے، یونہی خود بخود چلتی ہے، (اس وقت تک موٹر کار جاری نہیں ہوئی تھیں) مجھ سے ملکہ کی ملاقات ہوئی اور اس نے کہا ہم کو اسلام ہی حق معلوم ہوتا ہے۔

صرف ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ مزاح فرماتے تھے یہ بات عقل اور تہذیب سے بھی بعید ہے چہ جائے کہ نبوت۔

میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو غور سے پڑھیئے کہ ہر بات میں حق تعالیٰ نے آپ کو ایسا کمال عطا فرمایا تھا کہ کسی کو بھی نہیں دیا اور منجملہ دیگر کمالات کے مہابت اور رعب بھی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ایسی تھی کہ کوئی آپ کے سامنے بات نہیں کر سکتا تھا اور نبوت کا فائدہ اور غرض ہے تعلیم ۔تو اس صورت میں اس کے پورا ہونے کی کیا صورت ہے ، جب تک کہ لوگوں کو انس نہ ہو۔اس انس کو پیدا کرنے کیلئے آپ قصداً اپنی ہیبت گھٹاتے اور کبھی کبھی مزاح فرماتے تھے تا کہ لوگ دل کھول کر مافی الضمیر ظاہر کر سکیں اور جو پوچھنا ہو پوچھ سکیں اس جواب کو ملکہ نے بہت پسند کیا اور کہا اب کوئی شبہ اسلام کے متعلق باقی نہیں رہا۔

شان کیا چیز ہے دو دن بعد بھنگی چمار بھی مٹی ہوں گے اور میں بھی

فرمایا: کہ ایک بار مجھ سے بھائی اکبر علی نے کہا کہ اب تم بڑے آدمی سمجھے جاتے ہو معمولی آدمی نہیں رہے۔ کم سے کم سکینڈ کلاس میں سفر کیا کرو۔ میں نے کہا کیا کروں میری طبیعت کے خلاف ہے۔ میں ریل میں گنواروں اور بھنگی چماروں کے ساتھ بیٹھتا ہوں شان کیا چیز ہے۔ دو دن کے بعد بھنگی چمار بھی مٹی ہوں گے اور میں بھی۔

جس عالم یا بزرگ کو چندہ کر کے ہدیہ دیا جائے وہ مال سُحت (حرام) ہے

فرمایا: کہ ایک مقام پر ایک شخص ایک رومال میں باندھ کر دوسو روپیہ لائے اور میرے سامنے رکھ دئے میں نے کہا یہ کیا ہے۔ کہا کہ آپ کا نذرانہ اور سفر خرچ، میں نے کہا آپ نے اپنے پاس سے دئے ہیں یا چندہ سے کہا تمام بستی کے چندہ سے اور یہ کوئی نئ

بات نہیں ہر عالم کا ہم اپنے اوپر حق سمجھتے ہیں۔ ہر شخص سے بقدر استطاعت وصول کرتے ہیں اور پیش کرتے ہیں، میں نے کہا یہ ہدیہ نہیں ہے غصب ہے۔ جو مال بلا رضا مندی وصول کیا جاوے وہ مال سُحت (حرام) ہے، سب نے مل کر اصرار کیا کہ قبول کر لیجئے میں نے کہا ہرگز نہ لوں گا اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ ہدیہ سے اصل غرض محبت کا بڑھنا ہے بدلیل عربی رسم یعنی آپس میں ہدیہ دیا کرو ایک دوسرے کے دوست بن جاؤ گے اور اس ہدیہ میں ایسے لوگوں کی بھی شرکت ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھا تک بھی نہیں۔ نہ کبھی میرا نام سنا تو کیا چیز بڑھے گی جس کی اصل ہی نہیں کہا یہ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ کسی نے ناخوشی سے نہیں دیا یہاں سب کو علماء سے محبت ہے۔

میں نے کہا کہ اچھا اس کا امتحان یہ ہے کہ اس کو جس جس سے لیا ہے اس کو واپس کیجئے کہ سب نے جتنا جتنا دیا ہے وہ کم زیادہ کا کچھ

خیال نہ کریں اپنا اپنا ہدیہ خود لے کر چلیں میں سب سے لے لوں گا اسی طرح ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی، پھر ہدیہ موجب محبت ہو جاوے گا۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ رقم لے گئے اور سب کو واپس کی، پھر قسم کھانے کو ایک پیسہ بھی تو کوئی لے کر نہ آیا۔ میں نے کہا دیکھ لیجئے یہ چندہ جبر کے ساتھ تھا ورنہ اتنے دینے والوں میں سے کوئی تو اپنا ہدیہ لاتا معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے بھی ہدیہ سمجھ کر نہیں دیا، صرف محصل کے دباؤ اور شرما حضوری سے اور ادائے رسم کیلئے دیا تھا۔

کیا بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو گی؟

ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جاوے گی یا نہیں۔ فرمایا: ہاں ہم ان کو کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں۔ ہمارا تو مسلک یہ ہے کہ کسی کو کافر کہنے میں بڑی احتیاط چاہئے، اگر کوئی حقیقت میں کافر

ہے اور ہم نے نہ کہا تو کیا حرج ہوا اور اگر ہم نے کافر کہا اور حقیقت حال اس کے خلاف ہے تو یہ بہت خطرناک بات ہے ۔ہم بریلی والوں کو اہل ہوا کہتے ہیں اور اہل ہوا کافر نہیں ۔ حضرت والا کا یہ طرز عمل سلف کے موافق ہے کہ انہوں نے معتزلہ تک کو کافر کہنے میں احتیاط کی ،اگر چہ ان کے عقائد صریح کفر کے ہیں لیکن سلف نے احتیاطاً یہ اصول رکھا ھے . لا نکفر اھل القبلة ۔اوران کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد رکھا اوران کے اقوال کیلئے ایک تاویل کرلی کہ متمسک اپنا وہ بھی قرآن وحدیث ہی کو کہتے ہیں گو تمسک میں غلطی کرتے ہیں تو ان کا کفر لزومی ہوا نہ کہ کفر صریح فرمایا غایت سے غایت تمام دلیلوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کفر لزومی ہے، کفر صریح تو نہ ہوا پس اگر واقع میں کافر ہوں اور ہم نہ کہیں تو ہم سے کیا قیامت کے کے دن باز پرس ہوگی اور اگر ہم کافر کہیں تو کتنی رکعت کا ثواب ملے گا۔

سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ تضییع وقت ہے اور بھی کام بہت ہیں ۔رہا یہ کہ کافر نہ کہنا بغرض احتیاط ہے ،مگر سوال نماز کے متعلق ہے اور اس کیلئے شبہ تکفیر مسلم کافی علت ہے عدم جواز اقتدا کی تو الیقین لایزول بالشک۔اس کا جواب ہے۔

حضرت نے گھر کے خرچ کا کل اختیار بی بی کو دلوادیا

ایک بیدار مغز عہدہ دار حضرت والا کے خادم دوسو روپیہ تنخواہ پاتے تھے اور بوجہ غایت اتقا پوری تنخواہ اپنی والدہ کے ہاتھ میں لاکر دیتے تھے، جب یہ خود والدہ کے اتنے مطیع تھے تو گھر میں کسی کی کیا مجال تھی کہ ان کے سامنے دم مارے ۔سب انہیں گھر کا مالک ذی اختیار سمجھتے تھے حتی کہ وہ اس رقم میں سے کچھ گھر میں خرچ کرتیں اور کچھ پس انداز کر کے اپنے دوسرے بیٹوں کی بہوؤں کو امداد دیتیں، ان کی بی بی کو یہ انتظام پسند نہ ہوا اور گھر میں بے لطفی پیدا ہونے لگی۔

حضرت والا نے کل اختیار بی بی کو دلوادیا اور خرچ والدہ کا کل ان کے ذمہ اور جیب خرچ دس روپیہ ماہوار مقرر کردیا اور بھائی بہنوں بھاوجوں سب کو الگ کردیا۔

فائدہ: قرآن شریف میں ہے۔ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ۔ مقدور والے کو عورت کا نفقہ اپنے مقدور کے موافق دینا چاہئے۔ نیز حدیث میں ہے کہ عورت اس واسطے ہے کہ خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔ حفاظت کرنا پہرا دینے کا نام نہیں بلکہ بدنظمی سے بچانے کا نام ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ گھر کا انتظام بی بی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے اور بھاوج تو بالکل ہی غیر ہوتی ہے۔ بھائی کا مال بھائی پر خرچ کرنا والدہ کو جائز نہ تھا اس واسطے اس سے روک دیا اور والدہ کی خدمت یہ بہت ہے کہ علاوہ خرچ کرے دس روپیہ فاضل دئے جاویں وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ۔ کی کافی تعمیل ہے۔

بیماری خوش اخلاق بنا دیتی ہے

فرمایا: کہ بیماری میں اگر حق تعالیٰ ایک تکلیف دیتے ہیں، تو اس کے ساتھ پچاس راحتیں بھی مہیّا فرما دیتے ہیں ۔چنانچہ میری اس بیماری میں بہت سے مسلمان دعاء کرتے ہیں۔اور جو دعاء نہیں کرتے وہ صحت کی تمنا ہی کرتے ہیں تو اتنے قلوب کا کسی کی طرف متوجہ ہو جانا کتنی بڑی رحمت ہے۔دوسرے ہر شخص کو ہمدردی ہو جاتی ہے نازنخرے اٹھانے والے بہت سے ہو جاتے ہیں۔اگر کوئی خفگی یا ترشی بیمار کی طرف سے ہو جاتی ہے تو کوئی خیال نہیں کرتا کہ بیماری کی وجہ سے مزاج چڑ چڑا ہو گیا ہے، پھر فرمایا کہ بیماری میں تیزی نہیں رہتی ،خستگی اور شکستگی پیدا ہو جاتی ہے متانت اور وقار بھی آجاتا ہے چھچھورا پن نہیں رہتا غرضیکہ بیماری خوش اخلاق بنا دیتی ہے۔

درد از یار رست ودرما نیز ہم

دل فدائے او شد و جان نیز ہم

میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں

فرمایا: کہ میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی، نہ عملی ،نہ حالی، نہ قالی ، بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب بھرے پڑے ہیں میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں، بلکہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔اس لئے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری تعریف کرتا ہے تو اسی وقت دس عیب مجھے پیش نظر ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: آپ کی عبدیت پر سطر سطر دال ہے۔

کیا تہجد چھوٹ جانے پر بھی انعام ہے

مَنْ أَتَى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِي أَنْ يَقُوْمَ فَيُصَلِّيَ مِنَ اللَّيْلِ ،فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ حَتَّى يُصْبِحَ كُتِبَ لَهُ مَانَوَى ،وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ ۔یعنی جو شخص (سونے کیلئے) اپنے بستر

پر آنے کے وقت یہ نیت رکھے کہ بیدار ہو کر رات کی نماز تہجد پڑھوں گا پھر صبح تک اس کی آنکھ لگ گئی تو اس کیلئے اس کی نیت کئے ہوئے عمل کا (یعنی صلوٰۃ اللیل کا) اجر لکھا جائے گا، اور اس کا وہ سونا اس کے رب کی طرف سے انعام ہوگا۔

فرمایا: کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی معذوری کے ناغہ پر زیادہ قلق نہ کرے کیونکہ اصل مقصود یعنی ثواب سے محرومی نہیں ہوئی اور یہی مذاق ہے محققین کا۔ اور عام سالکین حد سے زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں جو ظاہراً علامت ہے حبّ دین کی جو نافع ہے لیکن یہ پریشانی مفرط اپنے اثر کے اعتبار سے مضر ہوتی ہے کہ قلب میں ضعف ہو کر تعطل اعمال کی طرف مفضی ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پختہ عمارت کی دلیل

ایک صاحب نے لکھا کہ اخبار الجمعیۃ میں ایک مضمون سید سلیمان صاحب ندویؒ کا میری نظر سے گزرا جس میں سید صاحب

موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ نجدیوں کے دست تظلم سے بعض مزارات وموالد کی تخریب جو بعض اخباروں میں شائع کی گئی ہے اول تو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ دوسرے مزارات وموالد مذکور اصل نہیں، بلکہ خلفاء بنی امیہ عباسیہ کی تعمیر کردہ ہیں اور ان کو منہدم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تیسرے ان مقامات پر بدعاتی رسوم جاری ہیں جن کا انسداد ضروری ہے۔ چوتھے ان قبور میں مساجد کے ساتھ مماثلت ہے۔ اگر یہ توجیہ درست ہے تو کیا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبہ شریف اس حد میں نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو کیا اس کے ساتھ بھی ایسا سلوک جائز ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ: سید القبور یعنی قبر سید اہل القبور صلی اللہ علیہ وسلم ماختلف القبول والدبور کا قیاس دوسری قبور پر قیاس مع الفارق ہے۔

حدیثوں میں منصوص ہے کہ آپ کا دفن کرنا موضع وفات ہی

میں مامور بہ ہے چانچہ مراقی الفلاح میں ہے۔ **ویکرہ الدفن فی البیوت لاختصاص بالانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام** ۔اور موضع وفات ایک بیت تھا جو جدران وسقف پر مشتمل تھا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر شریف پر جدران وسقف کے مبنی ہونے کی اجازت ہے،اور بناء علی القبر سے جو نہی آئی ہے وہ وہ ہے جہاں بناء علی القبر ہو اور یہاں ایسا نہیں ۔اب رہا اس کا بقاء یا ابقاء سو چوں کہ بعد دفن کے خلفاء راشدین میں سے کسی نے اس بناء کے ابقاء پر نکیر نہیں فرمایا: بلکہ ایک موقع پر استسقاء کی ضرورت شدیدہ سے صرف سقف میں ایک روشندان کھولا گیا جس سے اس بناء کے بقاء کا مشروع ہونا بھی معلوم ہو گیا اور ظاہر ہے کہ بقاء ایسی اشیاء کا بدون اہتمام بقاء کے عادۃً ممکن نہیں ،اسلئے اہتمام بقاء کی مطلوبیت بھی ثابت ہو گئی ،اور چوں کہ عمارت کا استعمال ۔ادخل فی الابقاء ہے اس لئے اس کی مقصودیت

بھی ثابت ہوگئی خصوص جب اس میں اور مصالح شرعیہ بھی ہوں ،مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مطہر کو اعداء دین سے محفوظ رکھنا کہ ان کا تسلط (نعوذ باللّٰہ منه) یقیناً مفوت احترام ہے اور جسد مبارک کے احترام کا مقصود ہونا اجلی بدیہیات سے ہے اور اسی حکمت پر علماء اسرار نے شہادت جلیہ کے انتفاء کو مبنی فرمایا ہے۔اور مثلاً آپ کی قبر مطہر کو عشاق کی نظر سے مستور رکھنا کہ اس کا نظر آنا غلبہ عشق میں محتمل تھا۔افضاء الی التجاوز عن الحدود الشرعیة ۔کو جیسا مرض وفات میں کئی وقت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ کر قریب تھا کہ نماز کا انتظام درہم برہم ہو جاوے جس کا فوٹو حضرت شیخ دہلوی نے اس شعر میں کھینچا ہے ؎

در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد

حالتے رفت کہ محراب بہ فریاد آمد

اور یہ دونوں امر (جو کہ حافظ للمصالح الشرعیہ ہونے کے سبب مقصود ہیں) بدون بقاء بناء کے خاص اہتمام واستحکام کے محفوظ رہ نہیں سکتے اسلئے مقدمہ مقصود ہونے کے سبب یہ اہتمام بھی مقصود ہوگیا۔ نیز قبر منورا یسے موقع پر ہے کہ اس کے پیچھے مسجد کا حصہ ہے بدون حائل کے قبر کی طرف واقع ہوتا تو اس بناء میں حیلولۃ کی بھی مصلحت ہے، پس ثابت ہوگیا کہ۔ایکم مثلی، کی طرح ایکم مثل قبری کا حکم بھی کیا جاوے گا۔واللہ اعلم۔

اب رہ گیا یہ شبہ کہ اس میں حضرات شیخین کی قبریں کیوں ہیں اس کا جواب سوائے اس کے اور کوئی سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں دیکھا تھا میرے حجرے میں تین سورج یا تین چاند نکلے اس وقت صحیح یاد نہیں کہ سورج ہے یا چاند اور بوقت وفات کے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا کہ سرکار کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس

کے علاوہ بھی بشارت اَدِلَّۂ مُبَشَّرۃ بالفضل۔نہ کہ منامات) شاید ہوں گی جس کی وجہ سے حضرات شیخینؓ یہاں دفن فرمائے گئے،خلاصہ یہ کہ حضرات شیخینؓ تبعاً وہاں دفن ہوئے ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو تعمیر جدید فرمائی وہ اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی نہ بالقصد حضرات شیخینؓ کیلئے۔

مرتب کہتا ہے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جواب مذکور کا آسان خلاصہ یہ ہے:

(ا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا قیاس دوسری قبروں پر قیاس مع الفارق یعنی غلط ہے چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک آسمان کا قیاس زمین پر نہیں ہوسکتا آسمان کی خصوصیات الگ ہیں اور زمین کی الگ،زمین زمین ہے آسمان آسمان ہے اور مقیس اور مقیس علیہ میں مناسبت ضروری ہے،لہذا نبی کی قبر کا قیاس غیر نبی کی قبر پر غلط ہوا۔

(۲) حدیثوں سے ثابت اور اکثر مسلمانوں کے علم میں ہے کہ نبی کی قبر شریف ان کے مکان میں ہی ہوتی ہے، خدا کا ایسا ہی حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقام پر وفات پائی وہ ایک گھر تھا جس کی دیواریں اور چھتیں تھیں، اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر دیواروں اور چھتوں کی عمارت کی اجازت ہے اور قبر پر عمارت تعمیر کرنے کی جو ممانعت حدیث میں آئی ہے وہ وہ ہے جہاں قبر پر عمارت بنائی جائے یہاں ایسا نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کی عمارت جس میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام دفن ہیں پہلے سے موجود تھی۔

(۳) اب رہا معاملہ قبر مبارک کی عمارت باقی رکھنے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات خلفائے راشدین میں سے کسی نے اس عمارت کے باقی رکھنے پر نکیر نہیں فرمائی، بلکہ ایک موقع پر طلب باراں کیلئے قبر اطہر کی چھت میں سے ایک روشندان کھولا گیا جس

سے ثابت ہو گیا کہ قبر مبارک کی یہ عمارت مشروع ہے، لہذا اسے باقی رہنے دیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسی اشیاء کو باقی رکھنا جب ہی ہوتا ہے جب ان کی بقاء کیلئے نگرانی و اہتمام و توجہ ہوتی رہی ہو، لہذا قبر اطہر کی عمارت کی بقاء پر نگرانی رکھنا مطلوب و مقصود ہو گیا اور چوں کہ عمارت کا استعمال قبر اطہر کی حفاظت کیلئے ہو رہا ہے اسلئے اس کو باقی رکھنے کی مقصودیت ثابت ہو گئی۔

(۴) قبر اطہر کی عمارت کو باقی رکھنے کی ایک حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو دشمنان اسلام سے محفوظ رکھنا ہے تا کہ آپ کے جسد اطہر کی بے حرمتی نہ ہو۔ اعداء اسلام کے حملوں کی مثالیں بھی تاریخ میں موجود ہیں مثلاً نور الدین زنگی کے عہد میں دو یہودیوں کا جسد اطہر کو نکالنے کیلئے مدینہ منورہ میں اپنی جائے قیام سے روضۂ اطہر کیلئے سرنگ کھودنے کا دلدوز واقعہ اور پھر ردعمل کے طور پر نور الدین زنگی کا قبر اطہر کو سیسہ پلائی ہوئی دیواروں سے حصار کرنا وغیرہ۔

عمل کا ثواب اگر دوسروں کی روح کو بخش دیا جائے تو کیا بخشنے والے کو بھی ثواب ملے گا یا نہیں

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں احقر نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ عمل کا ثواب اگر دوسروں کی روح کو بخش دیا جاوے تو کیا بخشنے والے کو بھی ثواب اس عمل نیک کا رہ جاوے گا اور جن جن کو ایصال ثواب کیا گیا ہے انہیں وہ اجر تجزی (تقسیم) ہو کر مساوی (برابر) درجہ کا پہنچے گا جیسا کہ عدل کا مقتضا ہے۔ یا ہر ایک کو بلا تجزی (بلاتقسیم) پورا پورا اجر اس عمل کا ملے گا جیسا کہ اس کے فضل کا مقتضا ہے۔

جواباً تحریر فرمایا: فی شرح الصدور بتخریج الطبرانی عن ابن عمر قال رسول اللہ ﷺ اذا تصدق احدکم صدقة تطوعا فیجعلها عن ابویه فیکون لها اجرا ولاینقص عن اجره شیئا ۔ یہ حدیث نص ہے اس میں کہ ثواب بخش دینے سے عامل کے پاس پورا ثواب رہتا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ من سن

سنة اجر حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غیر ان ینقص من اجره شیئا او کما قال۔

قبل اقامت کے قیام کے افضل ہونے کی دلیل اور حی علی الصلوۃ کے ساتھ قیام کرنے پر رد کی دلیل

فرمایا: قد قامت الصلوٰۃ کہتے وقت امام کا نماز شروع کر دینا منجملہ آداب کے ہے جس کا ترک کر دینا موجب اساءت یا عتاب نہیں اس کے ترک پر نکیر نہ کرنے والا عامل بالادب ہے، اور اگر نکیر کرے مبتدع ہے۔ دوسرے یہ کہ گو منجملہ آداب کے ہے، مگر باوجود اس کے تاخیر کو ایک عارض سے اعدل و اصلح فقہاء نے کہا ہے جو مستلزم ہے افضل ہونے کو اور وہ عارض مؤذن کی اعانت ہے۔ شروع مع الامام پر ایسے ہی ایک عارض سے (کہ وہ عامۃ الناس کے اعتبار سے مثل لازم کے ہو گیا ہے) اس میں گنجائش ہے کہ قبل اقامت کے قیام کو افضل کہا جاوے اور وہ عارض تسویہ ہے صفوف کا جو نہایت مؤکد ہے اسلئے کہ عامۃ الناس کے عدم اہتمام

وقلت مبالات کی وجہ سے مشاہد ہے کہ حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت صفوف کا تسویہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہوجانے پر بھی اکثر تسویہ صفوف کا انتظار کیا جاوے تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔

مرتب کہتا ہے کہ: آسان خلاصہ یہ ہے کہ: آداب نماز میں سے ہے کہ تکبیر پڑھنے والا جب قد قامت الصلوۃ پر پہنچے تو امام نماز شروع کرے، لیکن اگر امام قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع نہ کرے اور اس کے اس عمل پر آدمی خاموش رہے، نکیر نہ کرے تو یہ آداب نماز پر عمل کرنے والا کہلائے گا۔ اور اگر کوئی نکیر کرے تو وہ بدعتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قد قامت الصلوۃ پر نماز شروع کرنا یہ آداب نماز میں سے ہے، مگر اس کے باوجود تاخیر نماز کو فقہاء نے ایک عارض اور مجبوری کی وجہ سے زیادہ صحیح اور درست

کہا ہے، جس کی وجہ سے تاخیر ہی افضل ہو جاتی ہے۔ اور وہ مجبوری مؤذن کی اعانت ہے امام کے ساتھ نماز شروع کرنے پر۔ اسی طرح ایک اور مجبوری لازم کا درجہ اختیار کر چکی ہے اس میں بھی گنجائش ہے کہ قبل اقامت کے قیام کو افضل کہا جاوے اور وہ عارض صف بندی کا ہے جو نہایت مؤکد ہے، اس لئے کہ عامۃ الناس کے عدم اہتمام اور بے توجہی کی وجہ سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کا انتظار کیا جاوے تو اقامت اور تحریمۂ امام کے بیچ میں بھی دیر ہو جاتی ہے، اسلئے اقامت شروع ہوتے وقت ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔

ذکر قلبی کی وضاحت

فرمایا: کہ قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف با اختیار توجہ کرنا ذکر قلبی ہے، دل کی حرکت کو ذکر قلبی نہیں کہتے، اور قلب کا یہ اختیاری ذکر عادۃً دائم نہیں ہوتا، اور جو بے اختیاری ہو گو

دائم ہو وہ حال ہے عمل نہیں اور اس سے ترقی لازم نہیں۔

برے خیالات سے نجات پانے کا علاج کیا ہے؟

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک طالب اصلاح ان گناہوں کے بارے میں جو خیال کے متعلق ہیں سخت خلجان میں رہتے تھے یہاں تک کہ اپنے کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا اور خیالات فاسدہ کے ہجوم نے زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اپنی اصلاح سے قریب قریب مایوس ہو چکے تھے حضرت والا نے ایسا سہل جامع اور کلی علاج تحریر فرمایا کہ جن کو ہمیشہ کیلئے بآسانی دستور العمل بنایا جا سکتا ہے، اور خیالی گناہوں سے مثلاً کبر، عجب، حسد، کینہ و بغض وغیرہ وغیرہ سے نہایت سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے۔ بلکہ قوی امید ہے کہ جس کو ذرا بھی طریق باطن سے مناسبت ہوگی وہ اس کلیہ سے انشاء اللہ اپنے جملہ امراض باطنی کا علاج کر سکتا ہے۔ سہل علاج یہ ہے کہ جب

تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد واختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہئے ،اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں تو ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے ،کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے ،پس اشتباہ رفع ہو گیا،اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے اور جب تنبیہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے پھر اسی تدبیر پر استحضار سے کام لیا جاوے ،یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز نہیں،پس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہئے۔

کیا علوی حضرات سید ہیں

بعض علوی خود کو سید سمجھتے ہیں ،یہ غلطی ہے خدا جانے کہاں سے کہتے ہیں ۔سید تو عرف میں صرف بنی فاطمہؓ کو کہتے ہیں ہاں کوئی اصطلاح ہی بدل لے تو اور بات ہے۔

نسبتوں کا اظہار کیسا ہے

فرمایا: آجکل نسبتوں کا رواج بہت ہوگیا ہے جیسے فاروقی، چشتی، وغیرہ مجھے تو برا معلوم ہوتا ہے چاہے نیت تفاخر کی نہ ہو ،مگر صورت تو ضرور ہے۔

چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا ہے

فرمایا: یوں تو فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد منقطع ہوگیا ہے۔ اگر منقطع نہ بھی ہوتا اور مجھ سے رائے لی جاتی تو میں یہی کہتا کہ باوجود قوت اجتہادیہ باقی رکھنے کے بھی آج کل اجتہاد جائز نہیں۔ مسائل کے استنباط کیلئے ورع وتقوی بھی تو چاہئے اب تو نہ تفقہ ہے نہ تدین۔

قالین پر شیر کی تصویر سچ مچ کا شیر بن جاتی تھی

فرمایا: غالباً کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا ہے کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو کسی خلیفہ نے بلایا اور سخت گفتگو کی

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ یہ خادم خاص تھے جب سخت گفتگو ہوتی تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ بھی جواب ترکی بہ ترکی دیتے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کی گفتگو ناگوار گزر رہی تھی وہاں ایک قالین تھا مصور جس پر شیر کی تصویر تھی جب خلیفہ کوئی سخت لفظ کہتا حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس تصویر کی طرف نظر فرماتے اور سچ مچ کا شیر بن کر کھڑا ہوجاتا ، پھر جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف نظر فرماتے تو وہی شیر قالین بن جاتا۔ خلیفہ مصروف تھا اس نے دیکھا نہیں ایک بار جو دیکھا تو وہ شیر بنا کھڑا تھا خلیفہ گھبرا گیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا آپ ڈریئے نہیں اور حضرت شبلیؒ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ بچہ ہے ایسے ہی یہ کررہا ہے، مگر میں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دوں گا۔ غرض

حضرت شبلیؒ تصرف کرتے تھے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اسے مٹادیتے تھے۔

صرف تمہارے بڑھاپے کی وجہ سے بخش دیتے ہیں

فرمایا: ایک حکایت یاد آئی یحیٰ بن اکثمؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں بڑے محدث ہیں جب ان کا انتقال ہوگیا تو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا: فرمایا بڑی لتاڑ پڑی کہ: **یا شیخ السوء انت فعلت کذاانت فعلت کذا**۔ اے گناہ گار بڈھے تونے ایسا کیا تو نے ایسا کیا۔ میں خاموش تھا ارشاد ہوا جواب دو۔ میں نے عرض کیا کیا جواب دوں میں تو ایک سوچ میں پڑ گیا، ارشاد ہوا کہ کیا سوچ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ **حدثنا فلان عن فلان الی آخر السند۔ قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یستحی ذی الشیبۃ المسلم** ۔ ہم سے فلاں نے فلاں نے فلاں سے آخر

سند تک روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے حیاء فرماتا ہے۔

اور یہاں کچھ اور رنگ دیکھ رہا ہوں تو شبہ پڑ گیا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ فرمایا حدیث بھی صحیح ہے اور راوی بھی ثقہ ہیں جاؤ آج کوئی علم وعمل تمہارے کام نہیں آیا صرف تمہارے بڑھاپے کی وجہ سے بخش دیتے ہیں۔ دیکھئے ارداہ تو پہلے ہی سے مغفرت کا تھا، مگر ان کو دکھایا تاکہ نعمت کی قدر ہو اور ان کو بھی تو یہ انہوں نے ہی بتایا ہے کہ یوں کہو دل میں ڈالنا بھی تو انہی کی طرف سے ہے عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

درد از یار است و درمان نیز ہم
دل فدائے او شد جان نیز ہم
آنچہ گویند کاں بہتر ز حسن
یار ما ایں دارد وآں نیز ہم

حق تعالیٰ کے یہ معاملات ہیں حالانکہ کہاں حاکم کہاں محکوم مگراس قدر شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں اس کوصوفیہ کی اصطلاح میں نزول کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بالکل ہمارے مذاق کے موافق فرماتے ہیں اپنی عظمت کے موافق نہیں فرماتے جیسے کوئی معشوق ناز کیا کرتا ہے۔ یحییٰ ابن اکثم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا کہ ایک چرکا سالگا کر رحمت کاملہ متوجہ فرمادی اور عشاق کوتو اسی میں لطف آتا ہے اور اگر معشوق میں اباء وانکار کی صفت بالکل نہ ہوتو لطف ہی نہیں آتا۔ لطف اسی میں ہے کہ بیوی کو بلایا جائے اور وہ کہے اونھ میں تو چولھا ہانڈی کر رہی ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب عبداللہ ابن ام مکتومؓ آتے تو آپ عتاب سے لطف اندوز ہونے کیلئے فرماتے ''مرحبا بمن عاتبنی فیه ربّی ۔مرحبا اس ہستی کو جس کے سلسلہ میں میرے رب نے مجھ سے عتاب فرمایا۔

ایک بوڑھے فوجی کا حوصلہ

لطیفہ: فرمایا: کہ ایک دفعہ سکندر فوج کا معاینہ کرنے لگا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے گھوڑے پر سوار ہورہا ہے۔ سکندر نے کہا کہ بڑے میاں ایسا کیا شوق ہے فوج میں بھرتی ہونے کا دو آدمیوں کے سہارے سے تو سوار ہوتے ہو۔ بوڑھے نے عرض کیا حضور سوار کرنے کو تو دو آدمی ہوں مگر اتارنے کو سو بھی ناکافی ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ کی مجلس کا رنگ

آداب مجلس کے ذکر میں فرمایا: کہ خاموشی کا میرے یہاں یہ حال ہے کہ جہاں دو آدمیوں نے کاناپھوسی کی تو میں کہتا ہوں کہ باہر جا کر باتیں کرو یہاں تو میری سنو یا مجھے سناؤ اور آپس میں گفتگو کرنے کی ضرورت ہی ہو تو باہر جا کر کرو۔ ایک شخص جلال آباد کے رئیس آئے تھے مجلس کا رنگ دیکھ کر ایک شخص سے کہا کہ میں اور جگہوں پر بھی

گیا ہوں سب جگہ ڈپٹیوں کا اجلاس ہوتا ہے اور یہاں جج کا اجلاس یعنی ڈپٹی کے اجلاس میں تو مدعی مدعا علیہ گواہ وکیل وغیرہ وغیرہ کا شور ہوتا رہتا ہے اور جج کا اجلاس سکون محض ہوتا ہے۔

کیا حکیم الامتؒ کا پیش کردہ تصوف قرآن وسنت سے ہے

فرمایا: کہ میں نے مسائل تصوف کی ایک فہرست لکھوائی ہے ''عنوانات التصوف'' اس میں تصوف کے ان مسائل کی فہرست ہے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں دو ہزار مسائل تو وہ ہیں جو سرسری نظر سے مجھے قرآن وحدیث سے مل گئے اور غور کرنے سے اور بھی نکل سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ اس فن کو مخترع اور محدث کہنا ظلم ہے اور جہاں کسی مسئلہ میں غلطی ہو رہی تھی اس غلطی پر بھی اطلاع دی گئی ہے۔

آدمی گھر دل بہلانے اور غم گھٹانے آتا ہے

فرمایا: میں نے کہہ رکھا ہے کہ جس وقت میں گھر آتا ہوں آتے

ہی کوئی قصہ بکھیڑے کا لیکر نہ بیٹھا کرو، جب میں بات چیت کرنے لگوں اور مزاج میں بشاشت دیکھو تب کہا کرو، کیونکہ نہ معلوم باہر سے کس حال میں آیا ہوں آدمی گھر میں آتا ہے دل بہلانے غم گھٹانے تم دیکھ لیا کرو کہ اس وقت طبیعت پر کیا اثر ہے ایسا نہ ہو کہ اور غم بڑھا دو گھر میں آنے کی زیادہ غرض یہی ہے ورنہ اور شدید ضرورت ہی کیا ہے۔

توکل اور عشق کا عبرت آموز واقعہ

مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر ایک بزرگ کی حکایت فرمائی جو رامپور کے رہنے والے تھے، قاری صاحب مشہور تھے قرآن مجید اچھا پڑھتے تھے۔انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔اس وقت کل سوا روپیہ پاس تھا ایک روپیہ کے چنے بھنوائے اور چار آنے کا گاڑھا لیکر تھیلا بنایا اور اس میں چنے بھر لئے اور پیادہ چل کھڑے ہوئے۔منزل پر کسی نے کھانا دے دیا کھا لیا ورنہ چنوں

پر گزر کر لیا۔ آگرہ کے راستہ سے گئے کسی جگہ سے ایک کتا ساتھ ہو لیا اور آگرہ آکر مر گیا ان کو گوارہ نہ ہوا کہ ساتھی کو ویسے ہی چھوڑ کر چلے جائیں اسے دفن کیا۔ جب بمبئی پہنچے تو جہاز کے ٹکٹ کی ضرورت تھی، مگر پیسہ نہ تھا تو کلاً علی اللہ جہاز پر گئے اور کپتان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی نوکری مل جائے اس نے دیکھا نورانی شکل ہے جواب دیا کہ آپ کے لائق کوئی نوکری نہیں، انہوں نے کہا لائق نالائق کا سوال نہیں کوئی ہو نوکری ہو۔ کپتان نے کہا ایک بھنگی کی جگہ خالی ہے یہ اس کیلئے بھی تیار ہو گئے تو اس نے سمجھا انہیں خلل دماغ ہے اس نے عاجز کرنے کو کہا بھنگی کے متعلق ایک اور کام بھی ہے اسباب اٹھانے کا یہ اس کیلئے بھی تیار ہو گئے تو اس نے ایک بڑا بورا دکھلایا اس کو اٹھاؤ وہ ان کی طاقت سے بہت زیادہ تھا انہوں نے دعاء کی کہ یا اللہ یہاں تک تو میں آ گیا ہوں اب آگے آپ مدد فرمائے غرض انہوں نے دعاء کی اور

بسم اللہ کہہ کر سر سے اوپر اٹھا لیا تو اس نے کہا شاباش اور ان کا نام لکھ لیا۔ دیکھئے عشق بھی عجب چیز ہے کہاں ایک ولی اور کہاں یہ کام جب کپتان نے ان کا نام لکھ لیا تو ان سے بوجھ تو کبھی نہیں اٹھوایا بوجھ اٹھوانے کا تو ایک بہانہ تھا نوکری کے فرائض میں داخل نہ تھا غرض انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا باقی اوقات میں اپنے معمولات ادا فرماتے چنانچہ رات کو اٹھتے تہجد پڑھتے اور اس میں قرآن شریف پڑھتے ایک روز کپتان نے دیکھا اس نے قرآن شریف کبھی سنا نہ تھا اب سنا تو ایسے شخص سے سنا جو بے نظیر پڑھتے تھے بے حد دلکشی ہوئی اور پوچھا تم کیا پڑھا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ قرآن شریف اس نے کہا کہ بہت اچھی چیز ہے ہمیں بھی پڑھا دو فرمایا: اس کے پڑھنے کیلئے پاک ہونا شرط ہے اس نے کہا کہ میں تو روزانہ غسل کرتا ہوں پاک رہتا ہوں انہوں نے فرمایا یہ پاکی مراد نہیں، دل کی پاکی کی ضرورت ہے اس نے پوچھا وہ کیسے

پاک ہو فرمایا: ایک کلمہ ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رّسول اللّٰہ ۔اس کے پڑھنے سے دل پاک ہوتا ہے اس نے کلمہ پڑھ لیا اور پڑھتا پھرتا تھا جہاز کے دوسرے انگریزوں نے کہا تم مسلمان ہو گئے ، کپتان نے کہا نہیں میں مسلمان نہیں ہوا۔اس کو اب تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کلمہ سے مسلمان ہوتا ہے اس کے رفیقوں نے کہا اس سے مسلمان ہو جاتا ہے یہ قاری صاحب کے پاس گیا اور کہا کیا میں مسلمان ہو گیا ہوں ۔انہوں نے کہا کہ تم تو اسی روز مسلمان ہو گئے تھے اول تو حیرت زدہ سا ہوا اور اس کے بعد سب سے کہہ دیا کہ ہاں میں مسلمان ہوں ۔اس کی بیوی کو انگریزوں نے خبر دی کہ وہ تو مسلمان ہو گیا ہے اس نے اس سے کہا ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں ۔تمہیں ساتھ رہنا ہے تو مسلمان ہو کر رہو نہیں تو کچھ تعلق نہیں مگر وہ مسلمان نہیں ہوئی اس نے دین کی محبت میں بیوی کی بھی پرواہ نہیں کی اور نوکری بھی چھوڑ دی ۔اور قاری

صاحب کے ساتھ حج کو چلا گیا اوران کا خادم بن کر عمر گزار دی
ان ہی قاری صاحب کے دو واقعے اسی سفر کے اور ہیں ایک
شروع سفر کا دوسرا ختم سفر کا۔ پہلا واقعی یہ ہے کہ جب جہاز پر
کپتان سے ان کی گفتگو ہو رہی تھی وہاں دو آدمی ایسے ہی بے
خرچ اور تھے اور حج کے متمنی تھے۔ قاری صاحب کو معلوم ہوا تو
کپتان سے کہا کے ان کے لئے بھی کوئی اور جگہ ہے اس نے
کہا ہاں ایسی جگہ ہیں، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو یہ گندہ کام نہیں
کریں گے۔ قاری صاحب نے کہا تمہارا کام بھی میں ہی کرلوں
گا تم نام لکھوالو چنانچہ ان کا نام بھی لکھا گیا اور تین آدمیوں کا کام
قاری صاحب کرتے تھے دیکھئے یہ ہے محبت باقی جب آثار نہ ہو
ں تو محض دعوی تو اس کا مصداق ہے ؎

وجائزۃ دعوی المحبۃ فی الھوی

ولکن لایخفی کلام المنافق

باقی ایک بڑا مقام ان بزرگوں کا یہ ہے کہ اس اخلاص پر بھی اپنے نفس کے ساتھ ان کو بدگمانی ہے، چانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک تابعی کا قول ذکر کیا ہے۔" **ادرکت سبعین بدریا کلھم یخافون النفاق علی نفسه**"۔

ترجمہ: مجھے ستر بدری حضرات ایسے ملے جو اپنے بارے میں نفاق کا اندیشہ رکھتے تھے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب قاای صاحب حج سے واپس آئے تو آگرہ ہی کے راستہ سے آئے جس سے گئے تھے جی چاہا کہ اپنے رفیق سفر کا نشان بھی دیکھتے جائیں اس کتے کی ڈھیر پر پہنچے دیکھا تو وہاں ایک عالی شان مقبرہ بنا ہوا ہے۔مجاور بیٹھا ہے۔مٹھائیاں چڑھتی ہیں انہوں نے پوچھا بھائی یہ کس کی قبر ہے۔مجاور نے کہا ایک بزرگ کی ہے۔نام پوچھا تو کہا نام معلوم نہیں ہے۔انہوں نے لوگوں سے کہا یہ قبر کسی بزرگ کی نہیں ایک کتے کی قبر ہے۔

لوگ ان کے قتل کے درپے ہوگئے کہ بزرگ کو کتا کہتا ہے۔انہوں نے کہا کہ میاں قتل کرنا تو اختیار میں ہے جب چاہے کر دینا مگر اس کو کھود کر کے تو دیکھ لو اگر کتا ہوا مجھے زندہ چھوڑ دینا ورنہ قتل کر دینا اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ وہابی ہے قبر کھودواتا ہے،مگر ان میں بعضے بوڑھے آدمی بھی تھے وہ بولے ٹھیک تو کہتے ہیں اگر یہ قبر آدمی کی نکلی تو ان کو قتل کر ڈالنا غرض قبر کھودی گئی تو دیکھا کتا ہے۔پھر اس مجاور کی بہت پٹائی ہوئی اور قاری صاحب کی بہت قدر و منزلت ہوئی۔

کیا وسیلہ جائز ہے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وسیلہ کے معنی ہیں ’’مایتقرب به الی اللّٰه‘‘ ۔یعنی ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو۔

اور چونکہ شیخ سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لئے

اس کو بھی وسیلہ کے عموم میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ اسباب قرب میں سے ایک شیخ بھی ہے، حاصل یہ ہے کہ وسیلہ کے حاصل معنی حق تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنے کے ہیں باقی اس توسل کی ایک خاص صورت یعنی دعاء کرنا کہ ''یا اللہ'' فلاں بزرگ کے وسیلہ سے ہماری فلاں مراد پوری فرما۔ اس کو جمہور جائز کہتے ہیں۔ اور ابن تیمیہ منع کرتے ہیں۔ اور چونکہ اس کی ممانعت کی دلیل نہیں اس لئے اُس توسّل کو منع کرتے ہیں جو استعانت اور استغاثہ تک پہنچ جائے کیونکہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور ایسے توسّل کو سب علماء منع کرتے ہیں۔

اول میں ابن تیمیہ کا مذہب بیان کئے دیتا ہوں پھر توسّل کی حقیقت عرض کروں گا۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ توسّل اعمال صالحہ سے تو مطلق جائز ہے اور اعیان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ زندہ ہوں تو بایں معنی

جائز ہے کہ ان سے دعاء کی درخواست کی جاتی ہے اور اموات سے ناجائز ہے کیونکہ وہاں یہ معنی متحقق نہیں۔اور اس پر حدیث سے استدلال کیا ہے۔چنانچہ توسّل بالاعمال کے جواز پر بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تین آدمی ایک غار میں بند ہوگئے تھے اور تینوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک عمل سے توسّل کیا یعنی اس کا واسطہ دے کر نجات کی دعاء کی اور وہ دعاء مقبول ہوگئی۔پھر توسّل بالاعیان کے متعلق حضرت عمرؓ کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے استسقاء میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توتوسّل کیا جس کے وہی معنی ہیں کہ ان سے دعاء کی درخواست کی۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل نہیں کیا ۔اگر غیر احیاء سے توسّل جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً حضور ﷺ ہی کے توسّل کو اختیار فرماتے ،جمہور علماء نے اس اخیر جزء کے متعلق بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ

سے اسلئے توسّل کیا کہ امت کو معلوم ہو جائیکہ حضورﷺ کے ساتھ تو جائز ہے ہی غیر بنی کے ساتھ بھی جائز ہے نہ یہ کہ موتی کے ساتھ توسّل ناجائز ہے۔

غرض ابن تیمیہ موتٰی کے ساتھ توسّل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔اور جس طرح ابن تیمیہ نے اس کی ممانعت میں غلو کیا ہے اسی طرح بعض جاہل صوفیوں نے جانب جواب میں افراط سے کام لیا ہے وہ مردہ کو مخاطب کر کے اس سے حاجتیں مانگتے ہیں اور ایک درجہ بین بین ہے کہ مردہ سے حاجت تو نہ مانگے ،مگر اس سے یہ کہے کہ تم ہمارے واسطے دعاء کرو سو اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں اور میں اس کو ناجائز تو نہیں کہتا ،لیکن چونکہ ثبوت نہیں ہے اس لئے احتیاطاً اس سے احتراز ہی چاہئے ۔ایک مرتبہ اس کے متعلق مولوی حکیم محمد اسماعیل گنگوہیؒ سے میری تحریری گفتگو ہوئی ہے میں نے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اس قسم کے توسّل کا نافع ہونا اس

وقت ثابت ہوسکتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ مردے دعاء کرتے ہیں مولوی اسماعیل صاحب نے تلاش کر کے ایسی روایت پیش کیں جن میں اموات کا احیاء کیلئے دعاء کرنا منقول ہے مگر میں نے جواب میں لکھا کہ احادیث میں صرف اتنا وارد ہے کہ کسی کے ثواب بخشنے پر موتٰی اس واہب کی مغفرت کی دعاء کرتے ہیں، تو ان سے ایک خاص موقع پر خاص دعاء کا ثبوت ہوا۔حالانکہ آپ کا دعوی عام ہے جس حاجت کیلئے درخواست کی جائے مردے اس کیلئے دعاء کرتے ہیں۔خاص دلیل سے عام دعوی ثابت نہیں ہو سکتا۔یعنی احادیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ فلاں عمل کی وجہ سے وہ فلاں دعاء کرتے ہیں۔یہ نہیں معلوم ہوا کہ جو دعاء تم چاہو گے وہ کریں گے۔لہذا دعوی بلا ثبوت ہی رہا مولوی صاحب اس کی کچھ توجیہ کرنا چاہتے تھے۔میں نے لکھ دیا اب میں جواب کی حاجت نہیں سمجھتا۔کیونکہ آپ عموم دعاء کی دلیل نہیں پیش کر

سکے۔اب آپ کو اختیار ہے خواہ رد کیجئے یا خاموش رہئے۔دونوں کی تحریریں شائع ہوگئی ہیں ان کو دیکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ کیا عقیدہ رکھنا چاہئے، اسی دوران میں نے مولوی صاحب کے صاحبزادہ کو لکھ دیا کہ جو مجھ سے دینی تعلق رکھتے ہیں اس مسئلہ میں میرا اور تمہارے والد صاحب کا اختلاف ہے۔کسی ایک صورت پر اتفاق نہیں ہوا۔اب تم مختار ہو چاہے اپنے والد صاحب کا مسلک اختیار کرو۔چاہے میری تحقیق اور رائے کو مانو انہوں نے نہایت اچھا جواب لکھا کہ والد صاحب کا اور میرا تعلق دنیوی اور حسی ہے اور آپ سے دینی اور معنوی ہے اور یہ مسئلہ بھی دینی ہے اس لئے میں اس میں آپ کے ساتھ ہوں اور مولوی محمد اسمعیل صاحب سے گو اس مسئلہ میں اختلاف تھا،لیکن ان کو مجھ سے محبت بہت تھی۔جب میرے بعض متعلقین صبح کو جا رہے تھے اور میں بمبئی ان کو رخصت کرنے گیا تو بمبئی میں ان کے صاحبزادہ

ملے ۔کہا کہ والد صاحب کا خط آیا ہے اس میں مجھے یہ بتا کید لکھا ہے کہ میں آسائش کا مکان لے کر اس میں حضرت کو ٹھہراؤں اور ہر طرح کی خدمت کا اہتمام رکھوں ۔اگر حضرت نے قیام وطعام منظور نہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض ہوں گے۔چنانچہ انہوں نے تین سو روپیہ ماہانہ کرایہ پر مکان تجویز کیا۔اور میں نے اسی میں قیام کیا۔یہ صاحبزادہ اپنے والد کے بہت فرمابردار و مطیع تھے اپنی ساری آمدنی ان کے سپرد کر دیتے تھے اور خود اگر کسی شئ کی ضرورت ہوتی تو ان سے کہہ کر خرچ لے لیتے تھے،ان کی سکونت کا ایک مکان بمبئی میں تھا۔ان کے والد نے پڑوس کی بے پردگی کی وجہ سے مکان کی ایک کھڑکی بند کر دی تھی والد صاحب بمبئی سے وطن چلے آئے اور وہ پڑوسی بھی کہیں چلا گیا اس وقت ان سے کہا گیا اب کھڑکی کھولدو ہوا آئیگی ۔انہوں نے کہا توبہ توبہ میری کیا مجال کہ جس کھڑکی کو والد صاحب بند فرما گئے ہوں اس کو میں

کھولدوں۔دیکھئے باوجودیکہ والد صاحب کے اس قدر اطاعت گزار تھے،لیکن مسئلہ توسّل میں ان کا ساتھ نہیں دیا اسکے بعد پھر اصل مضمون کی جانب عود فرمایا کہ توسّل بالاعمال کوتو ابن تیمیہ بھی جائز کہتے ہیں۔اگر میں ان کے زمانہ میں ہوتا یا وہ میرے زمانہ میں ہوتے تو میں نہایت ادب سے عرض کرتا کہ حضرت توسّل بالاعمال کی حقیقت ہے کیا؟ میری سمجھ میں تو اس کی یہ حقیقت آئی کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ:اے اللہ! فلاں عمل کے طفیل وصدقہ میں یہ کام کردے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ:اے اللہ! یہ عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے یہاں عمل محبوب سے جس کو تلبس ہو اس پر خاص رحمت ہوتی ہے اور اس عمل کے ساتھ ہم کو بھی کسب صدور کا تلبس ہے۔لہذا اس تلبس پر جو وعدہ رحمت کا ہے ہم آپ سے اس رحمت کو طلب کرتے ہیں۔اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اگر کوئی توسّل بالاعیان

بھی کرے تو توسّل بالاعیان اور توسّل بالاعمال میں کیا فرق ہے۔ پھر وہ اعیان احیاء ہوں یا اموات کیونکہ اب توسّل بالاعیان کا حاصل یہ ہوگا کہ اے اللہ! یہ بزرگ زندہ یا مردہ آپ کے محبوب ہیں اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے محبوب سے جس کو تلبس ہو اس پر رحمت ہوتی ہے۔ اور ہم کو ان بزرگ کے ساتھ عقیدت و محبت کا تلبس ہے۔ اسلئے ہم آپ کی اس رحمت موعودہ کے طلب گار ہیں۔

اب فرمائے کہ اس میں احیاء اور اموات کا کیا فرق رہ گیا۔ مجھ کو یقین ہے کہ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد ابن تیمیہ اگر زندہ ہوتے تو علی الاطلاق توسّل بالاعیان الموتی کی ممانعت سے رجوع فرمالیتے، مگر اب بھی میں ان کے قول کی یہ توجیہ کرتا ہوں کہ توسّل ممنوع سے مراد ان کی وہ توسّل ہے جو فریاد و استغاثہ تک پہنچا ہوا ہو اور مطلقاً توسّل بالموتی کی ممانعت

نہیں کرتے ہیں یا یہ توجیہ کی جائے کہ توسّل ممنوع تو وہی توسّل جوفریادو استغاثہ کی شکل میں ہو، مگر انہوں نے سدّاً للباب مطلقاً ممانعت کردی تا کہ عوام جائز توسّل سے ناجائز میں نہ پھنس نہ جائیں۔ کیونکہ توسّل صرف مباح اور جائز ہی ہے مقاصد وواجبات سے تو ہے نہیں اور جن جائز امور سے فتنہ وگمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اگر اہل علم اس سے روک دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ۔خلاصہ یہ ہے کہ نہ مطلقاً توسّل بالموتی کی ممانعت ہے جیسے ابن تیمیہ کا ظاہر قول ہے اور نہ یہاں تک جواز کا ثبوت ہے کہ ان سے حاجات یا بدرجہ احتیاط دعاء کی درخواست کی جائے ۔بین بین درجہ وہ ہے کہ جس کو میں نے بیان کر دیا ان کے طفیل سے دعاء کر لی جائے جس کی حقیقت طلب رحمت موعودہ بالتلبس ہے خواہ تلبس صدور کا ہو کما فی الاعمال خواہ محبت کا کمافی الاعیان بس اعتدال پر رہ کر افراط وتفریط سے بچنا لازم ہے۔

مجھے ظن غالب ہے کہ مردے سنتے ہیں

ایک صاحب نے سماع موتی (مردوں کے سننے) کے متعلق دریافت کیا فرمایا کہ اہل کشف تو عموماً سماع موتی کے قائل ہیں اور اس مسئلہ میں میں انہیں کا معتقد ہوں۔ کیونکہ مجھے ظن غالب ہے کہ موتٰی سنتے ہیں۔ دیکھئے حدیث میں صاف وارد ہے: انہ یسمع قرع نعالھم یعنی مردہ گورستان میں آنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور خبر واحد موجب ظن ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے نبض دیکھنے کا طریقہ

فرمایا: میرٹھ میں سلامت علی نامی ایک بہت متقی طبیب تھے نبض دیکھنے کے وقت: سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَا اِلّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡم ۔ پڑھا کرتے تھے اور نسخہ لکھ کر آیت شفاء اس پر دم کیا کرتے تھے۔ اس سے بہت نفع ہوتا تھا۔

ہچکیاں کیسے بند ہوتی ہیں

فرمایا: عموماً ہچکیوں کے دفع کرنے کی یہ آسان ترکیب بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے کہ مریض کے خیال کو کسی فکر میں مشغول کر دیا جائے۔اس ترکیب سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے۔

ایک طبیب کے پاس ایک شخص آیا کہ فلاں شخص ہچکیوں کا علاج کرتے کرتے تھک گیا ہے، مگر ہچکیاں بند نہیں ہوتیں، انہوں نے اس کو دیکھ کر اسی اصل مذکور کے تحت میں کہا کہ بھائی اب یہ مریض بچے گا نہیں ''نسخہ'' وغیرہ لکھ کر کیا کروں۔کسی نے ان کی یہ رائے مریض تک پہنچا دی فکر میں پڑ گیا اور فوراً ہچکی بند ہو گئی۔

میں نے آج تک کبھی کسی شخص کو خاص خطاب کر کے تحریک نہیں کی کہ فلاں کتاب چھاپ لو یا چھپوالو

فرمایا: بہت سے ضروری اور مفید کتابوں کے مسودے مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں رکھے ہوئے ہیں مگر میں نے آج تک کبھی کسی شخص کو خاص خطاب کر کے تحریک نہیں کی کہ فلاں کتاب چھاپ لو یا چھپوالو۔

حالانکہ مخلص دوستوں میں ایسے با وسعت لوگوں کی کمی نہیں ہے جو برضا ورغبت بہتر طور پر اس کام کو انجام دے سکتے ہیں، مگر مجھ کو شرم آتی ہے نیز اس میں علم اور کتاب کی بھی اہانت ہے۔اس کا یہ مطلب ہوگا کہ علم اور کتاب ان کے محتاج ہیں حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ہاں اگر کوئی از خود درخواست کرے کہ فلاں مسودہ مجھے دے دیجئے میں شائع کروں گا تو خاص شرائط کے ساتھ دے دیا جاتا ہے یا یہ کہے کہ میری رقم سے فلاں کتاب شائع کر دی جائے تو اس کا انتظام بھی ہوسکتا ہے۔

کوئی مجھے لعن طعن کرتا ہے تو ناراض نہیں ہوتا

فرمایا: کہ جب مجھ کو کوئی برا بھلا کہتا ہے۔لعن طعن کرتا ہے تو میں ناراض نہیں ہوتا بلکہ کہا کرتا ہوں کہ میری دنیا کی ساری عمر مفت خوری میں بسر ہوئی چنانچہ زمانۂ تعلیم تک بلکہ بعد تک والد صاحب کفیل تھے

اس کے بعد دوستوں کے تحفوں اور ہدیوں سے کام چلا امید ہے کہ اسی طرح جنت بھی مفت ہی مل جائے گی ۔ کیونکہ مجھ سے تو اعمال صالحہ ہوتے ہی نہیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسروں کی نیک کمائی دخول جنت کا سبب ہو جائے گی ، جو لوگ سب وشتم کرتے ہیں ،غیبت و بہتان طرازی سے کام لیتے ہیں ۔ وہ فی الحقیقہ مجھ کو حسنات اور نیکیاں دیتے ہیں سونا راضی کی کیا وجہ ۔

اختلاف مسلک کے باوجود محبت کی مثال

فرمایا: مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ مشہور ادیب کا مشرب ہمارے اکابر کے مسلک معتدل سے کسی قدر جدا تھا لیکن باوجود اس کے ان کو ہمارے اکابر سے بہت محبت تھی ۔ دیکھئے پہلے بزرگوں میں اختلاف مشرب ومسلک کے ساتھ بھی باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے تھے اور ایک آج کل کے لوگ ہیں کہ اتحاد مشرب ومسلک کے باوجود بھی آپس میں محبت نہیں تعلقات میں شگفتگی نہیں ۔

دیکھنا رشک اس کی محفل کا
ایک کو ایک کھائے جاتا ہے

مولانا فیض الحسن صاحب ہمارے اکابر کے باہم اختلاف واتفاق پر مزاحاً فرمایا کرتے تھے ان وہابیوں میں اتفاق واتحاد بہت ہے اور یہ سب برکت ان بڑے میاں کی ہے۔یعنی حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی۔ مولانا فیض الحسن صاحب سماع پر بھی نکیر نہ کرتے تھے اس کے علاوہ بعض دوسرے مسائل میں بھی ہمارے اکابر اور ان کا اختلاف تھا،مگر ہمارے بزرگوں کی رائے ان کے متعلق اچھی تھی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا مولانا نے فرمایا: بھائی مولانا فیض الحسن صاحب کا ظاہر برا ہے اور باطن اچھا ہے اور ہمارا باطن برا ہے اور ظاہر اچھا ہے اسی سلسلہ میں فرمایا: میں نے مولانا فیض الحسن صاحب کے داماد سے سنا ہے کہ ان کی

وفات کے بعد مسلسل ایک ماہ تک اس جگہ سے جہاں وفات ہوئی تھی بہت عمدہ خوشبو آتی رہی۔

بغیر مجاہدے کے برکتوں کا نظارہ نہیں

فرمایا: شاہ غلام رسول صاحب کانپوری جن کا لقب رسول نما مشہور ہے ایسی بابرکت شخصیت تھی کہ حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے تھے سید حسین صاحب رسول نما کو بھی یہی کمال حاصل تھا وہ بھی بیداری ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے تھے، مگر یہ بزرگ زیارت کرانے کیلئے دوسرے سے نقد لیتے تھے جو اس قدر روپیہ پیش کرتا تھا وہی اس دولت عظیمہ سے مشرف ہوتا تھا۔ کسی نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ پوچھی کیونکہ ظاہراً دین کا معاوضہ ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ زیارت ایک قسم کا کشف ہے اور کشف کیلئے تصفیہ اور تزکیہ کی

ضرورت ہوتی ہے اور تصفیہ میں عادۃً مجاہدہ لازمی ہے اور فوری مجاہدہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی رقم صرف کی جائے جو نفس پر گراں ہو سو وہ دو ہزار روپے لیتے تھے کہ مجاہدہ سے تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس اور اس سے کشف کی قابلیت پیدا ہو جائے اسی وجہ سے اس رقم میں سے اپنے لئے ایک بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ سب فقراء ومساکین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور حضرت حاجی صاحبؒ نے جو یہ فرمایا: کہ دو ہزار روپئے لینے سے مقصود مجاہدہ کرانا تھا خود روپئے مقصود نہ تھا اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے وہ بھی حضرت ہی نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا کہ مجھے بھی زیارت کرادو اچھا دو ہزار روپئے لاؤ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کہاں ہے پہلے تم مجھے دو پھر میں تم کو دوں گی فرمایا: نہیں اپنے ہی پاس سے دو کیونکہ بیوی کی تجویز کردہ صورت میں اصل مقصود یعنی مجاہدہ کیسے ہوتا ان کے دل پر اس قسم کے دینے

کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا اور جب مجاہدہ نہ ہوتا تو تصفیہ اور اس سے کشف کی قابلیت بھی پیدا نہ ہوتی۔ اسلئے انکار کر دیا وہ بیچاری یہ صاف جواب سن کر بہت مغموم ہوئی پھر فرمایا ہم تمہاری خاطر سے ایک دوسری صورت دو ہزار کے قائم مقام کئے دیتے ہیں تم نہا دھو کر سرمی لگاؤ اچھے کپڑے اور زیور پہنو بالکل دلہن بن جاؤ وہ کہنے لگی میں بوڑھی ہو کر یہ کام کیسے کروں گی اور دلہن کیسے بنوں اگر میں ایسا کروں تو غارت ہو جاؤں غرض عورتوں کی عادت کے موافق اپنے آپ کو بہت برا بھلا کہا، سید حسین صاحب نے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں، اگر زیارت مقصود ہے تو ایسا ہی کرو ورنہ تم جانو شوق عجب چیز ہے مجبوراً دلہن بن کر بیٹھی اور باہر جا کر ان کے بھائی کو بلا لائے کہ دیکھو تمہاری بہن کو بڑھاپے میں کیا خبط سوجھا ہے وہ لاحول پڑھ کر چلے گئے بس انہوں نے رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں کہ انہوں نے

مجھ کو بھائی کے سامنے کیسے رسوا کیا۔

جب بے ہوش ہو گئیں اس حالت میں ان کی طرف توجہ فرمائی اور زیارت کرادی اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رقم لینے سے مقصود صرف مجاہدہ تھا اور چونکہ بیوی میں مجاہدہ کی یہ صورت ناممکن تھی اس لئے ان سے رونے کا مجاہدہ کرایا۔

استخارہ اصل یہ ہے

فرمایا: کہ ایک بزرگ مولانا ابوالحسن صاحب لکھنوی نقشبندی تھے یہی شاہ غلام رسول صاحب ان سے بیعت ہونے کیلئے تشریف لے گئے چونکہ حضرات نقشبندیہ میں یہ معمول ہے کہ بیعت سے قبل استخارہ کراتے ہیں اسلئے انہوں نے شاہ صاحب سے فرمایا: کہ استخارہ کر لیجئے حضرت نے بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ استخارہ میں ضروری جزء دو رکعت نماز اور دعاء استخارہ ہے باقی سونا اور خواب دیکھنا ہرگز شرط نہیں۔

یہ سب کچھ عوام نے تصنیف کر رکھا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ہو جاوے، لیکن اس میں اشتراط بالکل نہیں۔

غرض شاہ صاحب یہ سن کر اٹھ گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر عرض کیا کہ حضرت استخارہ کر لیا انہوں نے فرمایا کہ اتنی جلدی کیسے استخارہ کر لیا۔ وضو کب کیا، نماز کب پڑھی، اور دعاء کب مانگی۔ شاہ صاحب نے فرمایا میں نے استخارہ اس طرح کیا ہے کہ میں نے نفس سے پوچھا کہ تو بیعت ہونا چاہتا ہے بیعت کے معنی بکنے کے ہیں یعنی جو شخص کسی بزرگ سے بیعت ہوتا ہے وہ ان بزرگ کے ہاتھ گویا بک جاتا ہے، ان کا ہو جاتا ہے وہ من وجہ اس کے مالک ہو جاتے ہیں وہ چاہیں تصرف کریں اس کو چوں چرا کا حق نہیں رہتا اگر وہ کہیں کہ رات بھر جاگو اور آنکھیں پھوڑ و تو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ اگر وہ کہیں کہ ایک حد تک نہ کھاؤ نہ پیو یا کہیں کہ کم کھاؤ اور کم پیو تو یہی کرنا ہوگا۔ تو

اے نفس کیا مرید ہوکر اس درجہ کی اطاعت وغلامی کرنا پڑے گی تو آزاد ہوکر غلام بننے کی کیا ضرورت نفس نے جواب دیا یہ سب کچھ سہی مگر خدا تو ملے گا۔ یہ نعمت تو ایسی ہے اگر جان دینے پر بھی حاصل ہو تب بھی ارزاں اور بہت ارزاں ہے میں نے نفس سے کہا کہ اچھا خدا نہ ملا تو کیا ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کے ذمہ کسی کا قرض تو نہیں اس نے جواب دیا اگر خدا نہ ملا تو بڑی بدقسمتی ہوگی، مگر ان کو یہ تو معلوم ہوگا کہ فلاں فلاں شخص نے اپنی طرف سے ہماری جستجو اور تلاش کی تھی مگر ہم نہیں ملے جیسے کہا گیا ہے ؎

ہمینم بس کہ دانم ما ماہرویم
کہ من نیز از خریداران اویم

نفس کی اس تقریر کے بعد کوئی سوال نہ ہوسکا لہذا میں چلا آیا۔ ابوالحسن صاحب نے فرمایا کہ آپ کا استخارہ عجیب رہا اور بیعت کرلیا۔

بزرگوں کے قیام کی برکت سے کھارا کنواں شیریں ہوگیا

مرتب کہتا ہے کہ: خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون جس کے بانی اور مسند ارشادوتربیت کے روحانی امام سید الطائفہ وسید الاقطاب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور حاجی صاحبؒ کے وصال کے بعد آپ کے عظیم وسراپا بابرکت جانشین امام طریقت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ رہے، اور جہاں آپ دونوں مشائخ کرام کی صحبت اور زیرتربیت دنیا کے بڑے بڑے اصحاب فکر ونظر اعیان وعلماء اور صلحاء کی جماعتوں نے روحانی تربیت کے حصول کیلئے سالہا سال مجاہدے، مراقبے، ذکرواذکار، قال اللہ، وقال رسول، کی دلنواز صداؤں سے خانقاہ اور اس کے اطراف کے ماحول کونورانی وبابرکت ماحول میں تبدیل کردیا تھا عجب نہیں کہ ایک کھارا کنواں جو غیر مفید اور بے معنی تھا ان حضرات کی آہوں اور آنسوؤں کے برکات سے شیریں بن گیا ہو۔ حکیم الامتؒ کے ذیل کا ملفوظ پڑھیے فرمایا:

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے کنویں کا پانی اس قدر شور تھا کہ وضو کے لوٹوں کو نونی لگ جایا کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بلاکسی ظاہری سبب کے بالکل شیریں کردیا ہے، اب شوریت کا کچھ بھی اثر نہیں اسی سلسلہ میں فرمایا: دیو بند میں ایک عجیب کنواں ہے اس کے ایک طرف کے پانی سے دال گل جاتی ہے اور دوسری طرف کے پانی سے بالکل نہیں گلتی بعض کنوئیں ایسے بھی سننے میں آئے ہیں کہ ایک طرف کا پانی کھارا اور ایک طرف کا میٹھا یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں۔

جتنی دین میں کمی ہوگی اسی قدر بزدلی ہوگی

فرمایا: مسلمان اپنی قوت سے کام نہیں لیتے ۔استقلال اور جم کر کوئی کام نہیں کرتے ۔ بہت جلد پژمردہ اور بددل ہو جاتے ہیں اسی لئے ان کی تحریکات غیر مکمل اور ان کے اعمال ادھورے رہ جاتے ہیں ۔ یہ حالت دین کی کمی ایمان

کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جتنی دین میں کمی ہوگی اسی قدر بزدلی پیدا ہوگی ۔دل میں مطلوب طاقت صرف روحانیت وایمان سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی طاقت ہی کا نام دلیری اورشجاعت ہے۔

پیری وصد عیب

بڑھاپے اور ضعف کے ذکر پر فرمایا کہ مولانا رومیؒ نے مثنوی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک معمر شخص طبیب کے پاس گئے اور ضعف بصر کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے ہے، بڑے میاں نے ضعف معدہ کا ذکر کیا طبیب نے کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ ے ہے انہوں نے پھر ثقل سماعت ودرد اعصاب کا تذکرہ کیا طبیب نے اپنے اسی سابق جواب کا اعادہ کردیا غرض یہ بوڑھے جو شکایت بھی کرتے طبیب یہی کہہ دیتا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے، حتیٰ کہ بڑے میاں کوغصہ آ گیا اور طبیب کے ایک دھول رسید کیا اور کہا بس تو نے یہی پڑھا ہے کہ

جو مرض ہو وہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔طبیب نے ہنس کر کہا بڑے میاں آپ کی اس حرکت سے کبیدہ نہیں ہوا یہ حرکت بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔واقعی یہ جو مشہور ہے کہ پیری وصد عیب بالکل درست ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں یہ سنتا تھا کہ جوانی جانے سے زندگانی جاتی رہتی ہے تو تعجب ہو کرتا تھا۔مگر جب بڑھاپا آ گیا تو اس کی تصدیق ہو گئی ۔ اور معلوم ہوا کہ یہ مقولہ بالکل درست ہے۔

جیسے تمہارے اعمال ویسے تمہارے حاکم

فرمایا: کہ ایک حدیث ہے مجھ کو اس کے متن الفاظ اور سند کی تحقیق نہیں، البتہ مضمون دوسری نصوص سے مؤید ہے غالباً الفاظ یہ ہیں''**اعمالکم عمالکم**'' یا''**عمالکم اعمالکم** '' یعنی اے مسلمانوں! جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے حکام تم پر مقرر کئے جائیں گے اعمال اچھے ہوں گے تو حکام بھی اچھے ہوں گے

اور اگر اعمال برے ہوں گے تو حاکم بھی شریر وظالم ہوں گے۔

ناجائز عشق کا مجرب علاج

آئینہ تربیت میں حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو ناجائز عشق کسی سے ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے (۱) ایک وقت خلوت مقرر کر کے لا الٰہ الا اللہ پانچ سو بار اس طرح سے کہے کہ بوقت نفی اس کے تعلق کو قلب سے خارج کرنے کا تصور کیا جائے (۲) اور اثبات میں محبت خدا ورسول کو قلب میں داخل ہونے کا تصور جمایا جائے (۳) مابعد الموت کا مراقبہ کہ دنیا سے رخصت ہو کر خدا کے روبرو جانا ہے سوال پر کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھلاؤں گا (۴) جس پر فریفتہ ہو اس کے مرنے کا تصور کرے کہ گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے۔صورت بگڑ کر قابل نفرت ہو جائے گی۔(۵) استغفار کی کثرت کرے۔

تہجد کیلئے آنکھ کھلنے کا مجرب طریقہ

آئنہ تربیت میں حضرت فرماتے ہیں : سورہ کہف کی آخری آیت: اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْاوَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ۔ سے آخر سورہ تک پڑھ کر دعاء کر کے سو رہنا تہجد کیلئے آنکھ کھلنے میں مجرب ہے۔

آئینۂ تربیت کی بعض اہم ہدایات

(۱) اصلاح بدون ہمت کے کسی کی توجہ سے نہیں ہوتی اور نری تمنا ہوس ہے (۲) بتکلف کسی کام پر دوام کرنے سے استقلال وملکہ ہو جاتا ہے۔ (۳) شیخ کے ساتھ حسن ظن سے فضل الٰہی متوجہ ہوتا ہے۔ (۴) اس فن کا مقصود صرف رضائے حق ہے جو دنیا میں مجاہدات اور ریاضات سے حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں اس کا ظہور ہوگا اور اس کے حصول کی شرط یہ ہے کہ رہبر پر پورا بھروسہ کرے۔ (۵) اہلیہ کی ناموافقت پر صبر کرنا یہ خود مجاہدہ ہے صبر سے برداشت کرنا چاہئے (٦) بعد عشاء چودہ

سو چودہ مرتبہ یاوہّاب پڑھنا حاجت براری کیلئے مفید ہے ۔(۷)اگر دعاء کے بعد اطمینان وفرحت محسوس ہوتو مبارک حالت ہے۔گریہ کے آنسوں متبرک نہیں ۔(۸)حق تعالیٰ بیمار بھی رکھیں تو اس پر راضی رہنا چاہئے کیونکہ وہ رحمت وحکمت سے خالی نہیں ہے اس تصور سے کچھ غم نہ ہوگا۔(۹)قبض بسط سے افضل ہے کیونکہ اس میں تواضع اور شکستگی حاصل ہوتی ہے (۱۰)اگر خواب میں شیخ یا کوئی کامل کسی امر کی ہدایت کرے تو یہ اعتقاد نہ کرے کہ خود ہی شیخ یا ولی تھے بلکہ ایک لطیفۂ غیبی نے اس خاص صورت میں ہدایت دی۔

ناراض شخص کوراضی کرنے کا مجرب علاج

(۱۱)اگر داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر بسم اللہ پڑھ کر کسی ناراض شخص کوسلام کرے تو یہ عمل باعث رضا مندی ہوگا۔

(۱۲)غیبت اور فناء کے احوال میں سے یہ بھی ہے کہ احیاناً

نماز یا ذکر میں الفاظ کی ادا بمشکل ہوتی ہے۔

(۱۳) مراقبہ کی تعلیم اس شخص کو دینا چاہئے جو صاحب علم ہو یا صحبت سے صاحب فہم ہو گیا ہو۔

(۱۴) بعض طبائع کو اشغال و مراقبات سے مناسبت نہیں ہوتی ہے جس کو کامل شیخ سمجھ سکتا ہے ایسے طالبین کو صرف ذکر لسانی مفید ہے۔

(۱۵) نماز میں نماز کی طرف توجہ مقدم ہے اور بلا اختیار ذکر قلبی جاری ہو جائے تو مخل صلوٰۃ نہیں۔

(۱۶) اگر کسی وقت تکان معلوم ہو تو ذکر کم کر دیں۔

(۱۷) مشغول آدمی کیلئے معمولات قلیلہ بھی غنیمت ہے۔

(۱۸) ہجوم وساوس کا سبب ایمان ہے ۔مگر انقطاع وساوس سے عدم ایمان کا شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کے اسباب اور بھی ہیں مثلاً یکسوئی سے نفس کو دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی یا شیطان نے مایوس ہو کر وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیا۔

(۱۹) منتہی کیلئے نفع رسانی اذکار واشغال سے افضل ہے۔

شیخ سے فیض لینے کا طریقہ

(۲۰) جب تک تمام سے منہ موڑ کر مرشد سے کامل اعتقاد نہ ہو اور حجاب نہ ٹوٹے اس وقت تک فیض نہیں ہوتا۔

(۲۱) مبتدی کیلئے کشف وکرامات رہزن ہے۔

(۲۲) کسی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دینا اس کی مقبولیت کی دلیل نہیں۔ (آئینہ حصہ دوم)۔

(۲۳) امام غزالی کا قول ہے: **قد وعد اللّٰہ ان یؤید ھذاالدین باقوام لاخلاق لھم فلا تشغل قلبک بأمر الناس فان اللّٰہ لا یضیعھم و انظر نفسک۔**

ترجمہ: امام غزالیؒ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس دین کی اخلاق سے محروم لوگوں سے تائید فرمائے گا ،لہذا تو اپنے دل کو لوگوں کے معاملہ میں مشغول مت کر اسلئے کہ

اللہ ان کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنے آپ پر نگاہ رکھ۔

(۲۴) قرآن مجید کے حکم امر بالمعروف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام صاحب کا مقصود خاص ان لوگوں کو خطاب کرنا ہے جو بغرض شہرت وعظ کا مشغلہ کرتے ہیں اور اپنی اصلاح سے غافل ہیں۔

(۲۵) ہاتھوں میں کوئی شئ رینگتی ہوئی معلوم ہونا حالت محمودہ ہے اس سے یکسوئی ولذت ذکر محسوس ہوتی ہے۔

صدمہ کا علاج

(۲۶) مضامین میں زہد وذم دنیا کا مطالعہ صدمہ کا علاج ہے۔

(۲۷) دریا کا نظر آنا عالم ملکوت ہے اور نور کا اس میں چلنا عمل روحانی ہے اور خود ذاکر کا چلنا عمل بدنی ہے۔

(۲۸) صورت ہائے مثالیہ اکثر اصل کے مطابق ہوتے ہیں۔

(۲۹) کشف سالکین کیلئے ایسا ہے جیسا کہ لڑکوں کے حق میں شیرینی کہ باعث ترغیب ہے مگر مقصود نہیں۔

(۳۰) ناسوت ناس سے مشتق ہے یعنی آدمیوں کے رہنے کی جگہ اور ملکوت ملک سے مشتق ہے یعنی فرشتوں کا رہنے کا مقام۔

(۳۱) سبز رنگ کا نور اور سینے کا نور اعمال کی صورت مثالیہ ہے اور دونوں کا متحد ہونا علامت قبولیت ہے اور بجلی کا نور خاندان چشتیہ کا اثر ہے۔

(۳۲) آسمان پر کسی حسینہ ماہر وعورت کا چاندی کے لباس میں دیکھنا حور جنت کی صورت مثالیہ ہے۔

(۳۳) دھوئیں کا نظر آنا مرتبۂ فنا ہے۔

(۳۴) قبض وبسط دونوں حالتیں ہیں اگر ایک حال رہے تو اس کا نہ کوئی لطف اور نہ اس کی حقیقت معلوم ہو جیسے کسی شخص نے کبھی کڑوی چیز نہ کھائی ہو تو میٹھے کی حقیقت سے نہ آشنا رہے گا۔

(۳۵) عبدیت کی علامت یہ ہے کہ اپنے اعمال سے نظر اٹھ جائے اور معاملہ آخرت میں خوف ورجا کے درمیان رہے۔

(۳۶) روح باعث غلبہ محبوبیت کے عورت کی صورت مثالیہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۳۷) قبر میں اپنی پیشانی کو پسینہ میں تر اور غبار آلود دیکھنا اور چہرہ سوتا ہوا نظر آنا یہ خود ذاکر کے فنا کی صورت اور پیشانی کا پسینہ خاتمہ بالخیر کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۸) تردد و پریشانی جو آثار تلوین سے رفع ہو جائے تو تکمیل کی علامت ہے۔

(۳۹) خواب میں عکس شیخ دیکھنا حصول ثمرہ کی بشارت ہے۔

(۴۰) پانی صوفیاء کے نزدیک عالم غیب سے عبارت ہے۔

شیطان کیسے دفع ہوتا ہے

(۴۱) لاحول اور تصور شیخ سے شیطان دفع ہوتا ہے۔

(۴۲) مراقبہ و شغل احوال پیدا کرنے کیلئے ہیں جب احوال پیدا ہو گئے تو ان کی ضرورت نہیں ہے۔

لطائف ستہ کی حقیقت ہے

(۴۳) لطائف ستہ کے الوان وانوار سلوک کا جزنہیں ہیں صرف یکسوئی میں معین ہوتے ہیں۔

(۴۴) نسبت جو عبارت ہے حضور مع اللہ سے اس کو کوئی سلب نہیں کرسکتا۔

اور جو سلب کی جاتی ہے وہ کیفیت شوق ہے جو بہ برکت ذکر پھر عود کرسکتی ہے۔

(۴۵) اصطلاح صوفیہ میں توجہ الی الصفات کو مشاہدہ کہتے ہیں اور توجہ الی الذات بلا التفات الی الصفات کو معائنہ اور تجلی ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴۶) اگر کسی تجلی کے ظہور کے بعد ضلالت ووحشت کی علامت پائی جائے تو یہ تجلی شیطانی ہے اگر ہدایت اور انس وفرحت کی علامت پائی جائے تو تجلی رحمانی ہے۔

(۴۷) تجلی کا ادراک صرف قلب سے ہوتا ہے اگرچہ ظاہری آنکھ بند کرلی جائے۔

(۴۸) انتہا میں سالک کی حالت مثل عام لوگوں کی ہوجاتی ہے۔صوفیوں کا ایک مشہور قول ہے۔(**مالنهاية قال العود الى البداية**) کے یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں۔

(۴۹) ایک نظر میں نواز نا شیخ کا اختیاری امر نہیں اس کا بھی ایک وقت ہے۔

(۵۰) ایک نظر میں خدارسیدہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ طالب میں استعداد اور صلاحیت اعمال اختیار نہ کرنے کی ہوجاتی ہے اور باقی تکمیل تو خود عمل سے ہوتی ہے۔

(۵۱) ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں اور نسبت بھی یہی ہے۔

(۵۲) فنا میں بھی التفات الی غیر الحق ہوتا ہے،لیکن نہ اتنا کہ جس قدر پہلے ہوتا تھا اور وساوس کا کم ہوجانا لازم فنا ہے اور زہد بمقابلہ

حرص ہے صرف حرص نہیں ہوتی باقی وسواس والتفات سب ہوتا ہے۔

ہمہ اوست کی حقیقت

(۵۳) ہمہ اوست کا معتقد اگر بغلبۂ حال ہے تو معذور ہے اگر بلا غلبۂ حال ہے تو کافر ہے۔

تصور حق

(۵۴) تصور حق اس طرح کرے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے اگر ذات کا تصور نہ جم سکے اور خطرات کا ہجوم ہو تو قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ تصور جمائیں کہ دل اللہ اللہ کرتا ہے۔

(۵۵) اصلاح اعمال کیلئے بیعت شرط نہیں۔

مرتب کہتا ہے یہ اس کیلئے جس کی طبیعت میں طلب اصلاح ازخود موجود ہو اور شرافت وموزونیت ہو ورنہ جس کی طبیعت میں شرارت وناہمواری ہو اس کیلئے اصلاح کا راستہ بیعت ہی ہے۔

(۵۶) بلا شدید ضرورت ذکر میں بات نہ کرے۔ (آئینہ حصہ سوم)

قضائے عمری کا آسان طریقہ

(۵۷) قضائے عمری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرے۔

کونسا ذکر مربی ہے

(۵۸) ذکر میں سے جس ذکر سے جمعیت خاطر ہو وہی اس کا مربی ہے اور ترقی کا کفیل ہے۔

(۵۹) اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنّ القلوب سے اطمینان عقلی مراد ہے نہ طبعی۔

یکسوئی کا مراقبہ

(۶۰) مرے سینہ میں عرش معلّٰی سے نور آرہا ہے یہ مراقبہ یکسوئی کیلئے مفید ہے۔

(۶۱) کوتاہی پر ندامت عبدیت کی علامت ہے۔

(۶۲) خوف علامت ایمانی ہے۔

تصور کیسے کریں

تصور جمانے میں زیادہ مبالغہ نہ کریں۔

(٦٣) شیطان کبھی سبب خیر ہوتا ہے۔

انوار کا فائدہ

(٦٤) انوار کبھی ناسوتی اور کبھی ملکوتی ہوتے ہیں اور صرف یکسوئی میں معین ہیں۔

(٦٥) کسی کی ناجائز محبت کے ازالہ کے بعد اگر خفیف میلان رہے تو یہ مضر نہیں۔

ریاء کیا ہے اور کیا نہیں ہے

(٦٦) ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ عمل اس مقصد سے کیا جائے کہ خلق راضی ہو اس کا علاج یہ ہے کہ قصد نہ کرے اگر باوجود اس کے آئے تو یہ وسوسۂ ریاء ہے جو مضر نہیں اور نہ ازالہ ضروری ہے۔

ہمت حاصل کرنے کا طریقہ

(٦٧) اہل اللہ کی صحبت یا کیمیائے سعادت کا مطالعہ ہمت پیدا کرتا ہے۔

مرتب کہتا ہے کہ صحبت اس دور میں دو قسم کی ہو گئی ہے ایک جسمانی، ایک بذریعہ فون وغیرہ ضروری دونوں ہیں اول مگر اعلیٰ ہے۔

(۶۸) اگر دو جگہ قیام میں تردد ہو تو جس جگہ قیام میں جمعیت ہو اس کو منجانب اللہ خیال کرے۔

عورتیں پریشان کم کیوں رہتی ہیں

(۶۹) عورتوں میں عاقبت اندیشی کم ہوتی ہے اس لئے بہ نسبت مردوں کے پریشان کم ہوتی ہے۔

رخصت پر عمل نہ کرنا شیطانی حرکت ہے

(۷۰) رخصت پر عمل نہ کرنا اور عزیمت پر ہمت نہ ہونا شیطان کی رہزنی ہے۔

(۷۱) اصلاح خیالات بجز کامل شیخ کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔

عمل کے لوجہ اللہ ہونے کی علامت

(۷۲) کسی کام کے لوجہ اللہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اسکی تعریف

اورقدر دانی نہ کی جائے تو اس کو ملال نہ ہو اور ملال ہو تو قابل علاج ہے۔

(۷۳) خوبصورت عورت دنیا کی صورت مثالیہ ہے۔

(۷۴) حدیث: **الارواح جنود مجندة فماتعارف منها اِئتلف وما تناکر منها اختلف۔**

ترجمہ: روحیں اللہ کا لشکر ہیں جن کا عالم ارواح میں تعارف آپس میں ہوگیا وہ آپس میں مانوس ہیں، اور جن کا تعارف آپس میں نہیں ہوا وہ الگ ہوگئے۔

(۷۵) موجودہ واعظوں کی مجالس میں شریک ہونے سے ذکر ومعمولات میں مشغول ہونا بہتر ہے۔

کتنا سونا چاہئے

(۷۶) صحت کیلئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے ایک دفعہ ہو یا بالتفریق۔

(۷۷) ذکر کیلئے کسی نشست کی قید نہیں۔

(۷۸) پان منہ میں رکھ کر ذکر یا درود شریف کے ورد کرنے کا حرج نہیں اگرچہ تمبا کو بھی ہو مگر الا ئچی شامل کرے۔

(۷۹) اگر شیخ کا تصور بلا اختیار جم جائے تو کلید سعادت ہے۔

(۸۰) خواب میں برہنہ دیکھنا تعلقات دنیا سے تجرد اس کی تعبیر ہے۔

(۸۱) احوال بند ہوں یا پیدا ہوں دونوں میں سالک ہی کی مصلحت ہے۔

(۸۲) اگر کسی حسین کی طرف میلان ہو تو یہ تصور کرنا چاہئے کہ حقیقی جمیل حق سبحانہ ہے دوسری طرف نظر نہ کرنا چاہئے۔

غصہ کا علاج

(۸۳) جس پر غصہ ہو اس سے دور ہو جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا۔ اپنی خطاؤں اور غضب خداوندی کو یاد کرنا غصہ کا علاج ہے۔

(۸۴) جس شخص کو خدا کے ساتھ توکل ویقین کی دولت نصیب ہو جائے اس کو کبھی پریشانی نہیں ہوتی۔

(۸۵) اپنی قبر کو دیکھنا فنا کی بشارت ہے۔

(۸۶) جو شخص عشق میں مبتلا ہو اور صبر کرے اور پھر مر جائے تو وہ شہید ہے۔

(۸۷) ذکر کا مقصود یہ ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہو جائے۔

(۸۸) جس قدر تقوی بڑھے گا بیوی سے محبت بڑھے گی۔

(۸۹) خواب میں دریا کا پار کرنا اور پھر واپس آنا فناء و بقاء کی علامت ہے۔

عبدیت

(۹۰) اپنے حال کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت ہے۔

خدا سے حجاب ایسے بھی ہوتا ہے

(۹۱) کسی کام میں رسوائی کا خیال بھی حجاب ہے۔

دعاء چاہے جس زبان میں کرو قبول ہوگی

(۹۲) دعاء کا مقصود تضرع و زاری ہے اگر اردو میں ہو تو بہتر ہے۔

(۹۳) شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تمام احوال و عیوب پیش کر کے تفویض کر دے اور جو نسخہ تجویز کرے

اس کو بلاتردد استعمال کرے۔

(۹۴) اگر حالت شریعت کے موافق ہوتو خواب کتنے ہی مخالف اور شدید نظر آئیں حجت نہیں۔

(۹۵) تکرار سورت نوافل میں جائز ہے، مگر التزام نہ کرے۔

سلسلہ امدادیہ کی تعلیم کا طریقہ

(۹۶) سلسلہ امدادیہ میں بہ طریق متعارف تصرف وہمت سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔طریق تعلیم صرف لسان ہے جو مطابق سنت ہے۔

(۹۷) عیوب کے علاج کے لئے امام غزالیؒ کے کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

(۹۸) حزن مجاہدہ عظیم ہے۔

تلاوت میں یکسوئی کا طریقہ

(۹۹) وقت تلاوت اگر یہ تصور کرے کہ اللہ جل جلالہٗ فرما رہے

ہیں اور ہماری زبان سے مثل باجہ کے آواز نکل رہی ہے تو یکسوئی کیلئے مفید ہے۔

(۱۰۰) فراق میں اگر رضائے محبوب ہے تو وہ وصل سے افضل ہے۔

(۱۰۱) اس عالم میں مقصود عمل ہے اور عالم آخرت میں کیفیت مع الثمر ات مطلوب ہے۔

قرۃ عینی کا ظہور اس طرح ہوتا ہے

(۱۰۲) جس پر قرۃ عینی فی الصلوۃ کا ظہور ہوتا ہے نماز میں تسلی ہونے لگتی ہے۔

(۱۰۳) کسی مجمع اور ریاء کے خیال سے ورد کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۰۴) درستی کا فکر اور نادرستی کا اندیشہ درستی کی علامت ہے۔

دفعۃً سکوت کا طاری ہونا کیا ہے

(۱۰۵) دفعۃً سکوت کا ایک عرصہ تک بلا قصد طاری ہونا عالم

غیب کے جذب کی علامت ہے۔

گھمنڈ کا آسان علاج

(۱۰۶) مسجد میں جا کر جوتے سیدھے کرنا اور پانی لوٹوں میں بھرنا اور موقع ہو تو جھاڑو دینا اس میں کبر کا علاج ہے۔

(۱۰۷) بد دینوں سے طبعی نفرت یہ غرور نہیں، مگر خیال کرے کہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی ایسی صفت ہو کہ عند اللہ ہم سے اچھا ہو۔

(۱۰۸) تنہائی کی وحشت اختلاط کی رقت سے بہتر ہے پہلی عارضی ہے دوسرا حظ نفس ہے۔

(۱۰۹) احوال اعمال پر استقامت کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

(۱۱۰) مواضع منہیہ جیسے پاخانہ یا جماع کے وقت ذکر نہ کرے البتہ دل سے دھیان رکھے۔

(۱۱۱) فرائض و سنن مؤکدہ کو بالاعلان پڑھنا چاہئے۔

(۱۱۲) اذکار میں زیادہ نافع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھے۔

(۱۱۳)اگر ذکر کی تعداد ایک جلسہ میں پوری نہ کرے تو دو جلسہ میں پوری کرے۔

(۱۱۴) شیخ کی صحبت بدون ریاضت بھی نافع ہے اگر استفادہ ہو۔

(۱۱۵) بقاء اثر ورسوخ ایک عرصہ کے بعد ہوتا ہے دلگیر نہ ہونا چاہئے۔

(۱۱۶) ہر شخص کا مجاہدہ اس کی طاقت واستعداد کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اور اسی میں اس کی کامیابی ہے۔

(۱۱۷) کام اگر دھن ودھیان کے ساتھ قلیل بھی ہو تو کافی ہے۔

(۱۱۸) پان وتمباکو حقہ وسگریٹ یہ تینوں ایک ہی درجہ میں ہیں ضرورت میں مباح اور بلاضرورت مکروہ ہے، مگر پان وتمباکو مناسب ہے کیونکہ وضع اہل علم کے خلاف نہیں ہے اور حقہ وسگریٹ دراصل فساق یا کفار کی اصل عادت ہے۔

(۱۱۹) تمام مجاہدات کا دارومدار ہمت پر ہے۔

(۱۲۰) تمام مناقشات سے علیحدہ رہنا اور گوشۂ گمنامی کو پسند کرنا ایک رفیع حالت ہے۔

(۱۲۳) اپنی پختہ قبر دیکھنا اعمال صالحہ کی بقاء کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲۴) اپنی بدحالی کا گمان اعلی درجہ کی خوش حالی ہے۔

(۱۲۵) اصل مجاہدہ اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہے اس کے بعد اخلاق حمیدہ تھوڑی سی توجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۱۲۶) صرف مداومت معمولات سے استقامت ہوتی ہے۔

(۱۲۷) اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھے تو کسی کی بدگوئی سے کم متأثر ہوگا۔

(۱۲۸) کبر کی شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی تعظیم نہ کرے تو غصہ آئے اور اس کے درپے ہو جائے۔

(۱۲۹) جب ایک نماز قضا ہو تو دو وقت کا فاقہ اس کا جرمانہ ہے۔

مجاہدہ کیا کیا ہیں

(۱۳۰) مجاہدہ تین جزء پر مرکب ہے۔(۱) معمولات پر مداومت۔ (۲) مواعظ کا التزام مطالعہ۔(۳) طاعت

ومعاصی میں ہمت وقصد سے کام لینا کوتاہی پر تدارک کرنا اور کیفیات کا انتظار نہ کرنا۔

(۱۳۱) نماز کی تکمیل جس طرح حضور قلب سے ہوتی ہے اسی طرح اس کی کوتاہی پر ندامت سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۳۲) باپ کی زندگی میں بھی اگر علیحدہ انتظام کی ضرورت ہوتو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۱۳۳) کفالت حقوق کے مختلف طرق ہیں بہتر طریقہ وہ ہے جوآسانی سے پورا ہوسکے۔

(۱۳۴) اگر مہمانداری کی وسعت نہ ہوتو جس قدر کھانا ہوسامنے لاکر رکھ دے اور صفائی سے کہنا کچھ مشکل نہیں اگر کبر نہ ہو۔

(۱۳۵) تعویذ گنڈا برا وہ ہے جو خلاف شرع ہو یا اس پر تکیہ واعتماد ہو۔

خیالات کی پریشانی اور بھوت پریت کا علاج

(۱۳۶) معوذتین پڑھ کر دم کرنے سے خیالات کی پریشانی

اور بھوت پریت کا علاج ہے۔

(۱۳۷) کسی عمل کے ذریعہ سے لڑکی کو مغلوب کر کے نکاح پر آمادہ کرنا جائز نہیں۔

کیا لطائف ستہ کے مشق کی ضرورت ہے

(۱۳۸) حصول مقصود کے لئے لطائف ستہ کے مشق کی ضرورت نہیں، مگر جس کے لئے شیخ تجویز کرے۔

(۱۳۸) اگر کسی کے متعلق کوئی ناگوار کلمہ نکل جائے تو اس کے لئے استغفار کیا جائے اور آئندہ کے لئے عزم قوی کیا جائے۔

سب سے بڑا جرمانہ

(۱۳۹) کسی گناہ کا سب سے بڑا جرمانہ نماز ہے کیونکہ وہی نفس پر سب سے شاق ہے۔

(۱۴۰) نفس کے ساتھ ہر معاملہ میں احتیاط اور بدگمانی چاہیئے۔

(۱۴۱) قرآن شریف پڑھ کر بخشنا کسی درجہ میں موجب حرمان

وخسارہ نہیں ہے قطع نظراس سے کہ خود کو بھی ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔

(۱۴۲) کسی محرم کی موت پر مثل اولاد کے بیچین ہونا نفس کا چھپا ہوا چور ہے جو ظاہر ہوا۔

(۱۴۳) حسد اگر چہ درجہ وسوسہ میں ہو، مگر احتیاطاً علاج یہ ہے کہ محسود کے حصول مقصود کے لئے دعاء کرے اور اس کے حصول پر مختلف مجامع میں اظہار مسرت کرے۔

(۱۴۴) نیند کے غلبہ میں ذکر ممنوع ہے۔

(۱۴۵) ذکر جہری میں مسجد میں سونے والے کی رعایت ضروری نہیں ہے۔

(۱۴۶) خواب میں سیاہ جبہ کا پہنے ہوئے دیکھنا علامت فنا ہے اور لمبا جوڑا دیکھنا کمال فنا کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۴۷) متقدمین کے احوال سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے مایوس نہ ہونا چاہئے کیونکہ کہ ہر زمانہ کی اصلاح کا طریقہ مختلف ہے۔

(۱۴۸) شیخ طالب کی صرف تعلیم کا ذمہ دار ہے نہ اصلاح کا۔

(۱۴۹) خواب واحوال قابل التفات نہیں ہیں کیونکہ اکثر ان کا سبب امور طبیعہ ہوتے ہیں۔

(۱۵۰) یک زمانہ صحبت با اولیاء سے مراد وہ وقت ہے جو احیاناً کسی پر آجاتا ہے جس میں وہ طالب کی ایک توجہ سے تکمیل فرمادیتے ہیں جو صد سالہ مجاہدہ سے میسر نہیں ہوتی اور کبھی شیخ کے قصد واختیار کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے، مگر ایسے واقعات کم ہوتے ہیں۔

مدرسہ نیچریوں کی اصلاح کے لئے ہے

فرمایا: کہ فلاں مدرسہ کے اختلاف کی نسبت کسی نے بہت عمدہ لطیفہ کہا ہے کہ مدرسہ نیچریوں کی اصلاح کے لئے تھا نہ یہ کہ نیچری مدرسہ کی اصلاح کریں جیسا کہ اس وقت چاہتے ہیں۔

ابوطالب کو حضرت ابوطالب کہنے کی وجہ

فرمایا: میں حضرت ابوطالب بلا لفظ حضرت کے ذکر نہیں کرتا۔ صرف اس تلبس کی وجہ سے جو ان کو حضور پر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے

ہے اور اسی تعلق کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک سمجھتا ہوں ۔کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے:لاتسبو الاموات فتؤ ذوا الاحیاء ۔اورظاہر ہے کہ کسی کے والدین کو یہ کہنا کہ بدمعاش کافر تھے اس سے اولاد کو طبعی طور پر رنج ہوتا ہے۔اس قاعدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رنج ہوتا ہوگا۔اورقرآن شریف میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤ ذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہ :الآیۃ ۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کے بارے میں بلاضرورت گفتگو کرنا باعث تأذی رسول ہے۔

کیا حضرت علی کو مشکل کشا کہا جا سکتا ہے

فرمایا:حضرت علیؓ کو مشکل کشا بمعنی اشکال علمی کو حل کرنے والے کہنا جائز ہے،مشکلات تکوینیہ کے حل اعتبار سے جائز نہیں ،جیسے اہل بدعت کا محاورہ ہے،لیکن پھر بھی لفظ چونکہ مبہم ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

کیا کھانے والے جانور کو ذبح کرنا رحم کے خلاف ہے یا اس سے اور رحم انسانی میں اضافہ ہوتا ہے

فرمایا: ذبح حیوان کو لوگ ترحم کے خلاف بتلاتے ہیں حالانکہ غور کیا جائے تو اس میں خاصیت ابقاء رحم (یعنی) رحم کو باقی رکھنے اور بڑھانے) کی ہے کیونکہ ذبح کے وقت ترحم کو حرکت ہوتی ہے اور بار بار حرکت ہونے سے وہ قوت محفوظ رہتی ہے چنانچہ دلیل اِنّیِ (یعنی تحقیقی ومشاہداتی) اس کی یہ ہے کہ گوشت کھانے اور ذبح کرنے والے لوگ بہ نسبت منکرین وتارکین ذبح (یعنی ذبح نہ کرنے والے (کے رحم دل زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ معاملات میں مشاہدہ ہے کہ مسلمانوں میں رحم زیادہ ہے ، ہندوؤں میں نہیں اور طبی قاعدہ ہے کہ جس قوت کو حرکت ہوتی رہے اور اس سے کام بار بار لیا جائے وہ قوت باقی رہتی ہے ۔پس ذبح میں ابقاء رحم (یعنی زیادہ رحم) ہے اور اس کے ترک میں افناء رحم (یعنی رحم کو ختم کرنا ہے)۔

تبلیغ کب واجب ہے

فرمایا: تبلیغ یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے ،بشرطیکہ مخاطب کو حق نہ پہنچا ہو اور گمان غالب ہو میرے تبلیغ کرنے سے مجھے ایسا کوئی ضرر بھی نہ ہو گا۔جس کو میں برداشت نہ کرسکوں گا ایسی حالت میں بحوائے من رای منکم منکراً :الخ ۔تبلیغ واجب ہے ۔اور جہاں قدرت نہ ہو یا جس کو تبلیغ کر رہا ہے اس کی طرف سے ضرر کا خطرہ ہو وہاں واجب نہیں ۔اسی طرح اگر ضرر کا تو خوف نہیں ،لیکن یہ اندیشہ ہو کہ وہ شخص مثلاً شریعت کو گالیاں بکنے لگے تو ایسی حالت میں بھی تبلیغ نہ کرے۔

بچوں کا دل صاف ہوتا ہے

فرمایا: جب میں گھر جاتا ہوں تو راستہ میں محلّے کے بچے میرے پاس آکر جمع ہو جاتے ہیں پھر دروازہ تک ساتھ آتے ہیں دروازہ میں پہنچا کر واپس چلے جاتے ہیں ۔ایک شخص کا

مقولہ نقل فرمایا کہ بچوں کا میلان کسی شخص کی طرف یہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ ان کا قلب صاف ہوتا ہے خیر مقبول ہونا تو بہت بڑی بات ہے، مگر اس سے کسی قدر طمع ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔

اہل اللہ تلاوت قرآن سے پہلے ذکر اللہ پر زور کیوں دیتے ہیں

فرمایا: مشائخ جو زیادہ تر ذکر بتلاتے ہیں تلاوت زیادہ کرنے کو نہیں بتلاتے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں زیادہ مقصود صرف یکسوئی پیدا کرنا ہے اور تلاوت سے خاص شان کی یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ تلاوت باوجودیکہ افضل ہے، مگر صوفیہ اس کی تعلیم نہیں کرتے، مگر یہ اعتراض بالکل بے موقع ہے ہے کیونکہ ذکر کی تلقین تلاوت ہی کا مقدمہ ہے اس لئے کہ اس سے یکسوئی ہو کر تلاوت کامل ہونے لگتی ہے باقی زیادہ تر مقصود تلاوت ہی ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ وضو یا دیگر شرائط صلوۃ مقدم ہوتے ہیں نماز پر

۔یہی وجہ ہے کہ جب ایک خاص درجہ کی یکسوئی ہو جاتی ہے پھر زیادہ تلاوت ہی میں مشغول کر دیتے ہیں باقی غیر محققین کا ذکر نہیں۔

میں تو مجنوں ہو جاتا اگر اولاد ہوتی

فرمایا: ایک شخص نے خط لکھا کہ میرے لئے دعاء کیجئے اللہ تعالیٰ اولاد عنایت فرمادیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ جب آپ اپنے لئے دعاء نہیں فرماتے تو میرے لئے دعاء کیسے فرمائیں گے اس پر فرمایا کہ تمہارے لئے دعاء کروں گا ۔کیونکہ مجھے تو اولاد کی خواہش نہیں تعلقات سے جی گھبراتا ہے اور تم کو تو خواہش ہے تمہارے لئے دعاء کروں گا۔پھر فرمایا کہ میں تو مجنون ہو جاتا اگر اولاد ہوتی۔

صرف لطیفۂ قلب کا اہتمام سنت ہے باقی لطائف خود درست ہو جاتے ہیں

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے صرف لطیفۂ قلب کا اہتمام سنت ہے کیونکہ حدیث میں اس کی اصلاح کی ترغیب ہے باقی لطائف کا اہتمام وارد نہیں وہ ازخود درست ہو جاتے

ہیں چنانچہ صلح الجسد کلہ وارد بھی ہے۔سبحان اللہ اس میں کس قدر سنت کی کامل موافقت ہے۔

اعتکاف کی حقیقت

فرمایا: رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں ایک عبادت خاص ہے جس کو اعتکاف کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ بلاضرورت شدید مسجد سے نہ نکلے خواہ مسجد میں سوتا ہی رہے۔خواہ پڑا رہے البتہ نماز پنجگانہ ادا کرے اور گناہ سے بچتا رہے،اس کے علاوہ کوئی عبادت یا ذکر واذکار وغیرہ اس کیلئے شرط نہیں ہیں۔

اعتکاف پر جو ثواب موعود ہے وہ اس حالت میں بھی مل جائے گا۔کیسی عجیب عبادت ہے کہ کرا کرایا کچھ بھی نہیں یعنی کوئی مشقت کا کام نہیں کیا اور ثواب مفت ہاتھ آ گیا۔اس کی عقلی وجہ بیان کرنا ضروری تو نہیں مگر تبرعاً بیان کرتا ہوں۔آپ نے مسجد کی حقیقت ہی نہیں سمجھی مسجد کی حقیقت کیا ہے،دربار خداوندی اور آستانۂ شاہی اسی

واسطے اس کے آداب میں سے ہے کہ بازاروں کی طرح اس میں بلند آواز نہ کریں طہارت اور صفائی کو لازم سمجھیں۔

اب اعتکاف کی حقیقت سمجھئے: اس کی حقیقت ہوگی دربار خداوندی میں پڑا رہنا اور ظاہر ہے کہ اگر کسی دنیا دار انسان کے دروازہ پر کتا بھی پڑا رہے تو دو چار دن تو شاید تغافل کرے آخر اس کو روٹی دے دیتا ہے کہ میرے دروازہ پر پڑا ہے۔ حق تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہیں وہ ایسے شخص پر کیوں نہ عنایت فرمائیں گے۔ خوب کہا گیا ہے ؎

خسرو غریب است وگدا افتادہ در کوئے شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

اور حدیث میں اعتکاف کی ایک خاص فضیلت آئی ہے: **یعکف الذنوب ویجری له من الحسنات کعامل الحسنات کلها۔** (رواہ ابن ماجہ)

پہلے جملے کا مضمون تو ظاہر ہے کہ سب معاصی سے بچنے کا

ثواب ملتا ہے کیونکہ واقعی مین وہ سب معاصی سے بچا رہا،لیکن دوسرے جملے میں یہ سوال ہے کہ جب واقعی میں اس نے سب حسنات نہیں کئے تو پھر سب حسنات کا ثواب کیوں ملے گا سو اس حدیث کا مطلب جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ حسنات سے مراد یہاں خاص وہ حسنات ہیں جن کو اعتکاف میں بیٹھنے کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا،مثلاً نماز جنازہ،عیادت مریض وغیرہ پس اگر معتکف کو ان کا ثواب نہ ملتا تو یہ حسرت ہوتی کہ اچھا اعتکاف کیا ایک عبادت کے سبب ہزاروں ثواب کی باتوں سے رہ گئے۔تو حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وعدہ فرما لیا کہ نہیں ان سب کا ثواب تم کو ملے گا کیونکہ نیت تو رفع موانع کی حالت میں عمل کرنے کی تھی اس واسطے ثواب مل گیا۔اگر کوئی یہ کہے حدیث میں حسنات تو مطلق ہے اس لئے یہ تخصیص کہ وہی حسنات مراد ہوں جن کو اعتکاف کی وجہ سے ادا نہیں کر سکا ٹھیک نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ممکن ہے مگر

جو صورت میں نے بیان کی ہے وہ ذوق سے زیادہ قریب ہے، گو
حق تعالیٰ کسی کے ذوق کے پابند نہیں اور اجتناب عن المعاصی کا
ثواب ملنے میں بھی ایک قید سمجھا ہوں وہ یہ کہ جن معاصی کے
ارتکاب سے بچنے کی نیت سے اعتکاف کیا خاص ان سے بچنے کا
ثواب ملے گا کل معاصی سے بچنے کا ثواب نہیں۔ وجہ یہ کہ معاصی
تو لاکھوں کروڑوں ہیں مثلاً ایک عورت سے زنا کرنا دوسری سے
زنا الی مالا یتناہی، ایک شخص کو قتل کرنا دوسرے کو قتل کرنا الی
مالا یتناہی، اگر سب پر ثواب ملے تو چاہئے کہ ہر آن میں ہر شخص کو
غیر متناہی ثواب ملا کرے، اور یہ بہت ہی بعید ہے، نیز اس کا کوئی
قائل بھی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ معتکف کا ترک معصیت
موجب اجر نہیں بلکہ جو ترک بطور کف کے ہو اس پر اجر ملتا ہے اور
کف عن المعاصی کا وہی حاصل ہے اس سے بچنے کی نیت ہو پس
اعتکاف کو جس کف عن المعاصی کا مقدمہ بنایا ہے انہی معاصی

سے کف پر ثواب ملے گا نہ کہ کل معاصی سے بچنے کا، اور اگر کوئی معاصی حسنات دونوں میں تعمیم کی امید رکھے تو خدا تعالیٰ کی رحمت میں کیا تنگی ہے اس امید پر معتکف کو لاکھوں گناہوں کے ترک کا اور لاکھوں حسنات کے مباشرت کا ثواب بدون مباشرت عمل کے مل سکتا ہے خلاصہ یہ کہ اقرب الی القواعد تو دونوں جگہ تنقید و تنقیص ہے لیکن اگر کوئی حسنات عموم پر رکھے اور ایسا ہی معاصی کو بھی اطلاق وعموم کے درجہ میں سمجھے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ پس نفی عموم سے غموم میں نہ پڑے۔

بزرگوں کے دیکھنے سے گناہ کیسے معاف ہوتے ہیں

فرمایا: کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ بزرگوں کے دیکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے فرمایا بظاہر تو اس کی کوئی سند نہیں ہاں شاید اس حدیث سے کہتے ہوں کہ: خیار عباد اللّٰہ الذین

اذارأوذکر اللہ۔جب ان کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ کی یاد آتی ہے اور خدا تعالیٰ کی یاد عبادت ہے اور عبادت سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ بزرگ اس کا سبب بنے بواسطہ ثواب کوسبب کی طرف منسوب کر دیا۔

دنیا کی عمر ۷۰۰۰ سال

فرمایا اہل تاریخ کے نزدیک آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک ۷۰۰۰ ہزار سال ہوتے ہیں اور بعض روایت کی بنا پر قیامت اب بالکل قریب ہے۔

معرفت کی دوکان

فرمایا: جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ اور مولانا شیخ محمد صاحبؒ یہاں (تھانہ بھون میں) موجود تھے اس وقت کے مشائخ اس مقام کو دوکان معرفت اوران حضرات کواقطاب ثلاثہ کہتے تھے۔

احوال کی دو قسمیں ہیں

فرمایا: جیسا بعض درختوں پر دو پھول آتے ہیں اول ایک آتا ہے وہ گر جاتا ہے اس کے بعد دوسرا آتا ہے اور باغبان اگر ناواقف ہو تو اس کے گر جانے سے غم کرتا ہے مگر ماہر جانتا ہے کہ اصلی پھول دوسرا ہے وہ ابھی آئے گا پھر پھل لگے گا یا جیسا صبح کی دو قسم ہے ایک صادق دوسری کاذب پس اسی طرح احوال کی بھی دو قسم ہیں ایک ناقص دوسرے کامل پہلے احوال پیدا ہو کر مضمحل ہو جاتے ہیں پھر دوسرے احوال ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور وہ راسخ ہوتے ہیں، اسی کو فرماتے ہیں ؎

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔

کیا قبرستان میں مردہ کی روح کو ہمارے آنے کی اطلاع ہوتی ہے

فرمایا: کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے تھے ایک بار ان کو خیال ہوا کہ معلوم نہیں

حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی ہے یا نہیں پس ان کی روح نے متمثل ہو کر شاہ صاحب سے خطاب کیا اور یہ شعر نظامی کا پڑھا ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

اب تحلیہ اور تخلیہ دونوں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں

ایک شخص پڑھوانے کیلئے بوتل میں پانی لایا وہ بھری ہوئی تھی مزاحاً فرمایا اس کو کچھ خالی کر کے لاؤ پھونک کہاں جائے گی باقی اصلی مصلحت حفاظت ہے۔ پھر بوتل کی مناسبت ہے۔ فرمایا: کہ صوفیہ کا معالجین میں اختلاف ہے کہ آیا تخلیہ مقدم ہے یا تحلیہ اور بوتل دونوں کے استدلال کی نظیر ہے مثلاً اگر بوتل میں ہوا بھرنا چاہیں تو بدون اخراج ماء کے ممکن نہیں یہ نظیر ہے تخلیہ (بالمعجمہ) کی تقدیم کی، اسی طرح اگر ہوا خارج کرنی چاہیں تو بدون ادخال ماء کے نہیں، یہ نظیر ہے تحلیہ (بالمہملہ) کی تقدیم کی اور اب تو متأخرین دونوں کو

ساتھ ساتھ شروع کردیتے ہیں یعنی تحلیہ اور تخلیہ دونوں یک دم شروع کرادیتے ہیں جیسے پہلے مدرسین کی رائے معقول یا منقول کی تقدیم میں مختلف تھی اور اب دونوں کو درس میں مقارن کردیا گیا ہے۔

مدرسہ کے چندہ سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں

فرمایا: مدرسہ میں جو چندہ آتا ہے اس سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں کیونکہ دینے والے کی غرض تو مصارف مدرسہ میں صرف کرنے کی ہوتی ہے اور یہ اس میں داخل نہیں اور مہتمم صرف امین اور وکیل ہوتا ہے، مالک نہیں ہوتا جس طرح چاہے تصرف کرے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا چندہ میں سے ثلث لے کر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ احقر نے کہا حدیث سرایا سے بعض لوگوں نے تمسک کیا ہے۔ فرمایا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اجرت کو غیر اجرت پر قیاس کرلیا وہاں تو امیر عامہ کو لشکر پر حسب مصلحت تقسیم کرنے کا حق ہے اور خود مال مباح ہے اور

یہاں قفیز طحان کے علاوہ جہالت اجرت کا فساد موجود ہے۔

لطیفۂ غیبیہ سے مراد کیا ہے

فرمایا: لطیفہ غیبیہ سے مراد کوئی عالم ملکوت کی جوہری چیز ہوتی ہے خواہ فرشتہ ہو یا کوئی روح ہو یا اللہ تعالیٰ کی کوئی اور مخلوق ہو۔

چشتیہ کے ہاں بے سامانی وقار ہے

فرمایا: نقشبندیہ کے یہاں یہ تعلیم بھی ضروری ہے شیخ ظاہری تجمل و وقار سے رہے گویا شاہی سامان میں رہے نیت اس میں بہتر ہے تا کہ مریدین کی نظر میں عظمت ہو اور اس عظمت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ مگر چشتیہ کے یہاں اس کا کچھ خیال نہیں بلکہ وہاں تو جلنا اور مرنا ہی ہے ان کے یہاں ظاہری شان کچھ نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اصل وقار افادہ سے پیدا ہوتا ہے جب مستفیدین کو فائدہ ہوگا تو وقار خود بخود پیدا ہوگا اور اگر ان کو فائدہ ہی کچھ نہیں پہنچا تو ظاہری وقار سے کیا ہوگا۔ چشتیہ کے یہاں بے سامانی ہی سے وقار ہے۔

معراج میں آسمانوں پر جن انبیاء علیہم السلام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی ان کے نام کا مخفف ہے ''**اعیاھم**'' فرمایا میں نے ان حضرات انبیاء علیہم السلام جن سے معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں میں ملے ہیں کے اسماء مبارکہ کی ترتیب یاد رکھنے کیلئے یہ جملہ مرتب حروف کا تجویز کیا تھا۔

اعیاھم: ہر نبی کے نام کا اول حرف لے لیا۔

الف سے: آدم علیہ السلام کا، نام، عین سے عیسیٰ علیہ السلام کا، جو آسمان ثانی پر ملے، اور چونکہ یحییٰ علیہ السلام، جو ان کے بھائی ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ ملے، ہیں اس لئے جداگانہ حرف کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آگے الف سے ادریس علیہ السلام کا نام، ی سے یوسف علیہ السلام کا نام، ہا سے ہارون علیہ السلام کا نام، میم سے مراد موسیٰ علیہ السلام، اور ابراہیم علیہ السلام، جو سب سے اوپر ہیں۔ ان کو زبانی یاد رکھ لیا جائے اور جملہ بھی

مناسب مقام کے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقت فرما کر سب کو عاجز کر دیا۔

کسی فاسق کو حقیر نہ جانئے

فرمایا: مجھ کو کسی فاسق کو دیکھ کر یہ خطرہ نہیں ہوتا کہ میں اس سے اچھا ہوں ہاں اس کے فسق فعل کو تو برا سمجھتا ہوں، مگر فاعل کو حقیر نہیں جانتا۔

عالم گیر کی تواضع کی عبرت آموز مثال

فرمایا: عالم گیر خود اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ حرف غلط لکھا گیا اس کو بنا دیا، مگر چونکہ وہ شخص خود غلطی پر تھا اس لئے اس کے جانے کے بعد ورق نکال دیا اور دوبارہ صحیح لکھا کسی نے کہا کہ اس وقت غلط کیوں لکھ دیا تھا عذر فرما دیا جاتا۔

فرمایا اس سے اس کا حوصلہ پست ہو جاتا پھر آئندہ کبھی وہ مشورہ نہیں دیتا پس میں اپنے مصلحین کی تعداد کم کرنا نہیں چاہتا۔

بادشاہ عالمگیر صاحب نسبت تھے

فرمایا: رقعات عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر صاحب باطن اور صاحب نسبت تھے، واقعی امر ہے کہ کورے آدمی کے ذہن میں ایسے مضمون نہیں آسکتے۔ اخیر وقت عالمگیر نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا، گو قرآن کی لکھائی کی اجرت بھی کچھ ہے۔ اور علماء نے اس کے جواز کا فتوی بھی دیا ہے، مگر بظاہر الفاظ یہ اشتراء بآیات اللہ ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔

عالمگیرؒ کا ادب

فرمایا: عالمگیرؒ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا، عالمگیرؒ نے ایک بار اس کو آواز دی اور کہا قلی، وہ فوراً لوٹا لے کر حاضر ہوا، بادشاہ نے وضو کیا اس وقت ایک شخص حاضر تھا حیران ہوا کہ بادشاہ نے وضو کا

پانی طلب نہ کیا تھا نہ یہ وقت وضو کرنے کا تھا تو نوکر کہاں سے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کیلئے پانی کی ضرورت ہے۔اس نے کہا میرا نام محمد قلی ہے اور بادشاہ نے غایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدھے نام سے نہیں پکارا ہمیشہ پورا نام لیا کرتے ہیں۔آج محمد کے لفظ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ اس وقت بے وضو ہیں اس واسطے لفظ محمد کو ادب کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

سبحان اللہ عالمگیرؒ کا ادب اور ملازم کا فہم دونوں عدیم النظیر ہے۔

شرافت اور شر وآفت

فرمایا: آجکل طبیعتوں میں اکثر شرافت نہیں رہی، صرف شر وآفت باقی رہ گئی۔

علماء کی فضیلت کبھی نہیں مٹتی

فرمایا: علماء کی فضیلت مکتسب (اپنی طرف سے حاصل شدہ) نہیں منجانب اللہ ہے کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی

جیسا بعضے بددین اس کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ سے صحیح تعلق پر ضرور نصرت ہوگی

فرمایا: جب حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جاتا ہے تو اس کی طرف سے نصرت ضرور ہوتی ہے اور نصرت کا وہ معنیٰ نہیں جو بندہ سمجھے بلکہ نصرت کبھی بہ شکل راحت ہوتی ہے، کبھی بشکل مرض، جیسے طبیب کا کام نصرت کرنا ہے، مگر کبھی مسہل سے، ہے اور کبھی مفرحات سے ،کبھی آپریشن سے، یہ سب نصرت ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں دل مشوش نہیں ہوتا اس میں سکون ورضا کی شان ہوتی ہے اور اس کا احساس بھی اس کو ہوتا ہے۔

ہماری نیکیاں دربار خداوندی کے اعتبار سے سیئات (گناہ) ہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ آیت: یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ ۔کے یہ معنیٰ فرماتے تھے کہ ہماری جو موجودہ نیکیاں ہیں دربار خداوندی کے اعتبار سے معاصی اور سیئات ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنی

رحمت سے قبول فرما کر حسنات میں داخل فرمائیں گے۔

ایصال ثواب قبر پر حاضر ہوئے بغیر بھی ہوتا ہے مگر حاضر ہونے سے روح کو مسرت ہوتی ہے

فرمایا: ایصال ثواب تو قبور پر حاضر ہو یا نہ ہو دونوں طرح برابر ہے ،لیکن حاضری سے ارواح کو مسرت ہوتی ہے،جیسا کوئی ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کرے اور کوئی اپنے ہاتھ سے دے۔

کیا ارواح کبھی اس عالم میں آتی ہیں

فرمایا: ارواح کبھی اس عالم میں آجاتی ہیں،لیکن عوام کو اس کی اطلاع مضر ہے کیونکہ وہ لزوم (یعنی وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کا اس عالم میں آنا لازمی ہے) کے قائل ہوجاتے ہیں۔قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ کبھی وہ قتال میں بھی شریک ہوجاتی ہیں۔

طریق باطن میں سب سے پہلے کبر کے ازالہ کی ضرورت ہے

فرمایا: اس طریق (یعنی طریق باطن میں سب سے اول کبر کا ازالہ ضروری ہے پھر آگے راستہ صاف ہے چلے چلو۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں فاقہ نہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں فاقہ نہیں ایک شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کو تنگی ہے حیران ہوکر فرمایا کہ ہمارے ہاں تو فاقہ نہیں، تحقیق پر معلوم ہوا کہ مرید نہ تھا خدا جانے بلا واسطہ مرید کے لئے یہ ارشاد ہے یا عام ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں داخل ہونے کی برکت

فرمایا: کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا فوراً جاتی رہتی ہے اور خوش فہم بھی صحیح ہوجاتا ہے اور فاقہ بھی جاتا رہتا ہے۔ خاتمہ اولیاء کی طرح ہوتا ہے یا بخیر ہوتا ہے۔

حضرت فریدالدین عطارؒ کے ایک شیخ کا قصہ

فرمایا: شیخ فریدالدین عطارؒ کے کئی شیخ تھے۔ ایک شیخ ایک لڑکی پر فریفتہ ہوکر نصرانی ہوگئے مریدین ان کو چھوڑ کر آگئے۔ عطار نے

فرمایا کہ ظالموا شیخ کو جہنم میں چھوڑ کر آ گئے۔خود وہاں گئے اور ادب سے ملے، پھر رات کو مسجد میں جا کر بہت دعاء کی ،مگر تبلیغ ان کو نہ کی کیونکہ تبلیغ تھی صبح، جب ملے تو شیخ نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔

ہر مسلمان بزرگ ہے

فرمایا: جو شخص پشت کے پیچھے بیٹھے اس کو کچھ نہ کہو۔اٹھ کر اس کے پیچھے بیٹھ جاؤ۔تا کہ اس کو معلوم تو ہو کہ کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔باقی یہ شبہ کہ وہ مجھے بزرگ سمجھتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ میں اس کو بزرگ نہیں سمجھتا۔ ہر مسلمان بزرگ ہے۔

شامل ہو جاؤ ورنہ اکیلے رہ جاؤ گے

فرمایا: کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں ایک شخص نے خط لکھا شامل ہو جاؤ ورنہ اکیلے رہ جاؤ گے ،فرمایا: کہ یہ مذاق ہے،لوگوں کا۔فرمایا جو حق پر ہو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو تے ہیں وہ اکیلا نہیں ہوتا۔

ایک شخص کو کچھ نصیحت فرمائی اس نے کہا حضرت کھاتا (خطا) ہوگئی معاف فرمادیں ،اور اس شخص نے اپنے منہ پر دونوں طرف خود ہی تھپڑ کس کے مارے پھر بار بار کہا کہ معاف کردو ،فرمایا کہ میرا حلق بند کرتا ہے۔

حقیقی تہذیب وہاں (تھانہ بھون میں) ہے

فرمایا: کہ ’’حفیظ‘‘ نام کے ایک شاعر تھے وہ یہاں آئے اور بیعت ہوئے انہوں نے ایک کتاب لکھی اس میں یہ لکھا کہ ساری عمر ہم جس کو تہذیب سمجھتے تھے تھانہ بھون جا کر معلوم ہوا کہ سراسر بے تہذیبی ہے، حقیقی تہذیب وہاں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو دھول کیوں مارا

فرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ملک الموت کو دھول مارا اہل علم کو اس کی وجہ میں اختلاف ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہچانا نہیں۔

ملک الموت انسان کی شکل میں آئے تھے اور کہا کہ میں جان لینے آیا ہوں تو مخالف جان کر دھول لگایا۔ دوسری دفعہ جان گئے اور تسلیم کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی گرہ کا کیا حال ہوا

فرمایا: کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ گرہ رہی یا دعاء کرنے کے بعد زائل ہوگئی بعض کہتے ہیں کہ دعاء کے بعد زائل ہوگئی دعاء یہ ہے: رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلی اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ۔

ترجمہ: اے! میرے پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دیجئے، اور میرے کام کو آسان کر دیجئے، اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ عقدہ زائل نہیں ہوا۔ اور وہ بھی قرآن سے تمسک کرتے ہیں۔

فرعون نے کہا: اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّلَا

یَکَادُ یُبِیْنُ۔ آیا میں بہتر ہوں اس شخص سے جو ذلیل ہے اور صاف بول بھی نہیں پاتا۔ اور آیت: وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ ۔ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ دعاء کا جواب یہ ہے کہ عقدہ نکرہ ہے حیز میں اثبات کے تو سب زائل نہیں ہوا۔ کچھ باقی رہا۔ صرف اتنا زائل ہوا کہ مخاطب بات سمجھ سکتا تھا اور دعاء پر شبہ نہ کیا جائے کہ اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کیوں رضا اختیار نہ کی ۔ جواب یہ ہے کہ چوں کہ نبی تھے اور جانتے تھے کہ مجھے تبلیغ کا کام کرنا ہے تو اللہ کی رضا اس میں ہے کہ کچھ عقدہ زائل ہو جائے اس واسطے دعاء میں لفظ بڑھا دیا کہ: یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۔ یعنی اتنا عقدہ زائل ہو کہ مخاطب بات سمجھ سکے، کتنا ادب ملحوظ رکھا کہ جتنی مقدار ضروری تھی اس سے زیادہ کا سوال نہیں فرمایا۔ پھر اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ مخاطب جب بات سمجھ سکتے تھے تو ہارون علیہ السلام کے

رسول ہونے کی دعاء کیوں کی۔ جواب یہ کہ اس دعاء کی وجہ قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ تھی کہ میری تصدیق کریں۔

فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُّصَدِّقُنِيْ۔ ہارونؑ کو میرے ساتھ معاون بنا کر بھیج دیجئے کہ وہ میری تصدیق کریں۔

تو تصدیق کرنا بھی مقصود تھا اور اس میں حوصلہ بڑھ جاتا ہے، چنانچہ مدرس دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ تقریر کر دی طلباء سمجھیں یا نہ سمجھیں ان کی روانی تقریر میں فرق نہیں آتا۔ اور ایک وہ ہوتے ہیں کہ اگر طلباء نہ سمجھیں تو طبیعت میں روانی نہیں ہوتی طبیعت میں تنگی ہوتی ہے، موسیٰ علیہ السلام چونکہ طبیعت کے تیز تھے اور فرعون کا انکار دیکھ کر یہ خطرہ تھا کہ طبیعت میں روانی نہ رہے گی اور یہ مقصد تبلیغ کے منافی ہے اس واسطے فرمایا کہ رسول ہو کر تصدیق کریں گے اور تائید میں سر ہلائیں گے تو طبیعت بڑھ جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شہزادوں کی طرح پرورش پائی

فرمایا: کہ موسیٰ علیہ السلام نے شہزادوں کی طرح پرورش پائی فرعون کے گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور اسی کی طرح کپڑے پہنتے تھے بہت خوبصورت تھے اسی واسطے حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) اور خود فرعون دیکھ کر فریفتہ ہو گئے۔

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ ۔میں نے تم پر یعنی (موسیٰ پر) اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔ سے یہی معلوم ہوتا ہے، کسی نے کہا کہ فرعون نے قتل ''قبطی'' پر غصہ کیوں ظاہر کیا (یعنی جب موسی علیہ السلام نے فرعون کی قوم کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا) فرمایا کہ آخر بادشاہ تھا اور قانون کا پابند تھا دوسرے جب اپنے آپ کو خدا کہتا تھا تو اس کو تو اور بھی انصاف کرنا ضروری تھا، اور فرمایا کہ بعد القاء تجلی اور بھی زیادہ خوبصورت ہو گئے تھے۔ اس واسطے جس بزرگ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہوتی ہے اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔جیسے حضرت مدار رحمۃ اللہ علیہ اس واسطے وہ منہ پر پردہ رکھتے تھے تا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں

فرمایا: کہ لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مغلوب الغضب تھے کہ تختیاں پھینک دیں۔ جواب یہ ہے کہ ''القاء'' اور ''قذف'' کے معنی ایک ہی ہیں فَاقْذِفِیْهِ: میں قذف کے معنی یہ نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو پھینک دیا بلکہ معنی یہ ہیں کہ جلدی سے دریا میں رکھ دیا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو جلدی سے رکھ دیا تھا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا محمد علی مونگیریؒ کی ملاقات

فرمایا: کہ مولوی محمد علی صاحبؒ مونگیر کی بات مجھ کو بہت پسند آئی ہے کانپور میں انہوں نے فرمایا کہ فطرۃً جو طبیعت ہوتی ہے کچھ تیز اور دوسری قسم کی پھر اسی پر نبوت اور ولایت آجاتی ہے تو وہ فطرت کا تقاضہ بھی باقی رہتا ہے بدلتا نہیں۔

قبر کی مقدار کتنی ہو

ایک جنازہ پر تشریف لے گئے فرمایا: کہ قبر کی مقدار فقہاء نے لکھی ہے کہ نصف قد اور صدر تک اور پورا قد اور حفرہ اس کے علاوہ ہوگا کیونکہ اس کو حفرۂ قبر کہتے ہیں قبر نہیں کہتے۔

فرمایا: کہ صدر تک بہتر ہے، مگر میت رکھتے وقت ذرا اس میں تکلیف ہوتی ہے پہلے لوگ قوی ہوتے تھے۔ پھر بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ قبر کی مقدار دو ہاتھ ہے اور حفرہ ایک ہاتھ اور مردہ کو قبلہ کی طرف استناد (سہارا) کر کے پھیر دیا جائے۔ صرف منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں۔ مشرقی دیوار سے استناد کر دیا جائے۔

والدین اساتذہ اور پیر و مرشد کے حقوق کے درجات

فرمایا: کہ استاد کا ادب کرے تو فائدہ ہوتا ہے۔ میں نے طلباء سے دیوبند میں یہ کہا تھا کہ استاد کا ادب کرو اس سے فائدہ ہوتا ہے پھر میں نے خود اس پر شبہ کیا اگر تم کہو کہ ہم حضرت مولا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

کرتے ہیں۔تو جواب یہ ہے کہ استاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد اور بھی ہیں اور بزرگوں کا ادب اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہوگا۔میں نے ''اصلاح القلوب'' میں ثابت کیا ہے کہ والدین کا حق سب سے مقدم ہے اور بعد میں استاد اور پیر کا۔مگر لوگ برعکس کرتے ہیں سب سے اول پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد، اور باپ تو نرا پاپ ہے۔

کیا مفت وعظ میں وعظ کی بے قدری ہے

فرمایا: کانپور میں ایک دفعہ وعظ کے بعد کسی شخص نے روپئے دئے میں نے واپس کر دیا۔ایک مولوی صاحب نے کہا کہ مفت وعظ میں وعظ کی بے قدری ہے، میں نے کہا کہ فروخت کرنے میں بے قدری نہیں اور مفت میں بے قدری ہے۔

کیا جماعت کی ضرورت ہے

فرمایا: کہ میں جماعت بنانے کو اچھا نہیں سمجھتا، بس ''حزب

اللہ‘‘ (اللہ کی جماعت) ہونی چاہئے۔

جس عورت کا شوہر غائب ہو وہ کیا کرے

عارف باللہ مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے عرض کیا کہ مولوی عبدالحی صاحبؒ مرحوم لکھنوی نے لکھا ہے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب کے مطابق مفقود (غائب) کی عورت چار سال بعد دوسری جگہ نکاح کرلے، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی سے فسخ کرالے۔اور فرمایا کہ مولوی عبد العلی صاحبؒ مدراسی نے کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالحی صاحبؒ کا مناظرہ نواب صدیق حسن صاحب سے نہ ہوتا تو غیر مقلد ہوجاتے۔مؤطا امام محمد میں تو مذہب حنفی کو قریب قریب معطا کردیا یعنی ترک کردیا۔

علاج کی تین قسمیں ہیں

فرمایا: کہ اصل فاعل (کام کرنے والا) اور منفعل (اثر لینے والا) طبی تحقیق میں طبیعت ہے۔اور علاج ودواء اس کے مؤید ہیں علاج

کے تین طریق ہیں ،علاج بالضد یہ تو یونانی کرتے ہیں۔اور علاج بالمثل یہ ہندی کرتے ہیں۔اوراس کا مدار نہ مثل پراور نہ ضد پر۔تجربہ یہ ہے کہ علاج بالمثل ہو یا بالضد چونکہ اصل فاعل طبیعت ہے تو جس قدر طبیعت قوی ہوگی اسی قدر مرض کو دفع کرے گی اور جس قدر کمزور ہوگی ،مرض کو قبول کرلے گی ،تو صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام نے طبیعت کوقوی بنادیا۔کیونکہ یہ حکم دے دیا کہ لَا عَدْوٰی۔اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہواس کی طبیعت نہایت خوش رہے گی اور قوی رہے گی۔اس کو کچھ پروانہ ہوگی ،اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی اس کی طبیعت نہایت کمزور ہوگی تو صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام نے کیسا انتظام فرمایا کہ طبیعت کمزور نہ ہواور مرض کو قبول ہی نہ کرے۔

اذان کہنے سے بھوت وغیرہ چلے جاتے ہیں

فرمایا: کہ تھانہ بھون میں ایک گاڑی بان ہے،اس نے بیان کیا

کہ ایک دفعہ رات کو کچھ بارش تھی اور میں جنگل میں تھا، کہیں سے گاڑی لا رہا تھا تو ایک عورت خوبصورت زیور پہنے ہوئے راستہ پر بیٹھی تھی بجلی چمکی تو نظر آئی۔ پھر پھلانگ کر میری گاڑی پر سوار ہوگئی ،اس وقت میں نہ سمجھا بعد میں خود ہی اتر گئی اور میرا نام لیا تو میں سمجھا کہ بھوت ہے۔ پس میں بے ہوش ہوگیا اور گاڑی کو بیل گھر لے گئے ،فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ جب ایسا موقعہ ہو تو اذان کہدو فوراً چلے جاویں گے۔

خلوت کس نیت سے کرے

فرمایا: کہ خلوت بایں وجہ پسند کرے کہ لوگ میرے شر سے بچیں، یہ قصد نہ ہو کہ میں لوگوں کے شر سے بچوں اور اپنے عیوب اور لوگوں کو ستانا یاد کر کے یہ نیت کر لے۔

کسی دینی مدرسہ کا اہتمام جاہل سے نہیں ہوسکتا

فرمایا: کہ مدرسۂ دینی کا مہتمم عالم ہونا چاہئے ، جاہل سے اہتمام

نہیں ہوسکتا۔ کانپور مدرسہ کا مہتمم جاہل تھا۔ ایک طالب علم گنگوہ سے گیا داخلہ کا وقت نکل چکا تھا، طالب شرح مائتہ پڑھتا تھا۔ میں نے مہتمم سے کہا اس کی روٹی مقرر کردو۔ اس نے کہا کہ کیا پڑھتا ہے میں نے کہا کہ شرح مائتہ، کہا یہ حدیث کی کتاب ہے ؟ میں نے کہا ہاں کوئی حدیث تو اس میں بھی ہوگی فرمایا میں نے گناہ کیا۔ اللہ معاف فرماویں۔

علماء ومشائخ کے کاموں میں فرق

فرمایا: کہ علماء تو نسخہ بتلا دیتے ہیں اور مشائخ راہ پر چلا دیتے ہیں۔

طلباء کو میں دعوت کیلئے کسی گھر جانے نہیں دیتا

مرتب قارئین اور خصوصاً مدرسہ کے سرپرستوں سے گزارش کرتا ہے کہ حضرت کی مندرجہ ذیل نصیحت پر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش کریں اس سے طلباء، وعلماء، کا وقار، ومقام، محفوظ رہے گا اور بڑھے گا اور حضرت کے ضابطہ پر عمل کرنے سے آپ

کے مدرسہ اور اہل مدرسہ کی عزت بڑھے گی اور برکت بھی ہوگی۔

ایک شخص نے آکر کہا کہ طلباء کو میرے گھر پر روانہ کردیں فرمایا کہ یہ کہیں نہیں جاتے اگر آپ کو کھلانا ہو یہاں لے آئے وہ صاحب کچھ تھوڑی دیر خاموش رہے۔تو خادم سے فرمایا کہ ان کو سمجھا دو، پھر کچھ دیر بعد اس شخص نے کہا کہ اچھا یہاں لاؤں؟ فرمایا: یہ تو تم مجبوری سے کہہ رہے ہو اور جس دعوت میں مجبوری ہو ہم بھی قبول نہیں کرتے۔

رمضان کے بعد اگر تم کو اسی طریقہ سے کھانا کھلانا ہو تو منظور کرلیں گے۔فرمایا: طلباء کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں اس واسطے میں ان کو کسی کے گھر جانے نہیں دیتا۔

بھائی کے گھر میں دعوت تھی اور وہ میرا ہی گھر ہے، مگر میں نے وہاں بھی انکار کردیا کہ لوگ کہیں گے کہ وہاں گئے اور ہمارے یہاں نہیں آئے۔فرمایا کہ ان میں اس کے سوا اور کیا عیب ہے: وَمَانَقَمُوْا

مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ۔ اورانہوں نے (کفار) نے نہیں بدلہ لیا ان سے (مسلمانوں سے) مگراس کا کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر۔

حنفی مذہب کتنا اونچا ہے

فرمایا: کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کوحدیثوں میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نصف النہار میں آفتاب۔

صاحب ہدایہ حافظ حدیث تھے

فرمایا: کہ" صاحب ہدایہ حافظ حدیث تھے۔ان کو حدیث کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی صرف تنبیہ کیلئے اتنا ہی کافی تھا جتنا وہ کہیں گے،مگراس زمانہ میں چونکہ تدین نہیں اس واسطے سطر،صفحہ سب کچھ لکھا جاوے تاکہ دوسرا دیکھ سکے۔

مناظرہ میں صرف دوغرضیں ہوتی ہیں

فرمایا: کہ اہل بدعت میں سے ایک مولوی صاحب تھے جن کا

نام محمد عمر تھا، انہوں نے ایک وعظ میں کہا کہ واللہ آمین بالسر کے بارے میں ایک لاکھ سے زیادہ احادیث ہیں، تو ایک شاگرد نے اپنی جگہ پر سے ان سے کہا کہ ایسی بات کیوں کہی۔ کہا کہ حدیث عرض ہے اور محدث کے ساتھ علیحدہ علیحدہ قائم ہے، اس واسطے ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں، انہی مولوی صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب سے کہا کہ مجھ سے مناظرہ کرلو، مولانا نے فرمایا کہ مناظرہ سے دو غرضیں ہیں۔

ایک یہ کہ وضوح حق کے بعد حق قبول کر لینا۔ سو اس کی تو آجکل امید نہیں، دوسری غرض یہ ہے کہ دوسرے پر غلبہ حاصل ہو تو اس کو میں پورا کر دیتا ہوں۔ پھر بلند آواز سے کہا کہ صاحبو! یہ بہت بڑے مولوی ہیں، ان کے سامنے ہم جاہل ہیں۔

انگریزی پڑھے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے

فرمایا: کہ والد صاحب نے ہماری تربیت مشائخ کی طرح کی

،بچپن میں مجھ کو عربیت پر لگایا اور بھائی کو انگریزی پر، تائی صاحبہ نے والد صاحب سے کہا کہ یہ کہاں سے کھائے گا۔ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ مگر انگریزی پڑھے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے اور یہ کسی کو منہ نہ لگائیگا۔ اور بچپن میں ہم کو کبھی دعوت پر نہیں لے گئے۔ میں اور بھائی دونوں دنگا کرتے تھے، مگر مجھ کو کبھی نہیں پیٹا بھائی کو پیٹا۔ جب میں بڑی بڑی کتابیں پڑھنے لگا تو خط میں مجھ کو مولوی صاحب کر کے لکھا کرتے تھے۔

علم کو حاصل کرنے کا طریقہ اصل یہی ہے

فرمایا: کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے علم کے حصول کیلئے شرط ہے کہ استاد کا ادب کرے اور تقوی حاصل کرے پھر علم آتا ہے۔

امیر خسرو اور مولانا جامیؒ ہمعصر تھے

فرمایا: کہ خسرو، اور مولانا جامیؒ معلوم ہوتا ہے کہ ہمعصر تھے۔ خسرو نے ایک شخص کو جس کا نام ادریس تھا مولانا جامیؒ کے پاس بھیجا اور

فرمایا کہ اگر تمہارا نام پوچھیں تو پہلے کھڑے ہو جانا پھر رکوع کرنا، پھر داڑھی سے پانی چھڑک دینا، چنانچہ جب وہ گئے مولانا جامیؒ نے نام دریافت کیا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، مولانا جامیؒ بہت ذہین تھے فوراً کہہ دیا کہ ''ادریس'' ہے۔

کافر کو سلام کا جواب کس طرح دینا چاہئے

مرتب کہتا ہے کہ ہندو دو طرح کا ہوتا ہے ایک ہندو وہ جو ہندوستانی ہے، اور ایک کافر، ذیل کے ملفوظ میں صرف کافر ہندو کا ذکر ہے۔

فرمایا: کہ جب ''ہندو'' (کافر) سلام '' کہتے ہیں تو میں ''جناب'' کہہ دیتا ہوں اور دل میں یہ سمجھتا ہوں کہ ''جنابت'' سے مشتق ہے۔ کیونکہ وہ غسل نہیں کرتے اور ''سلام'' اگر کہوں تو یہ ارادہ ہوتا ہے کہ ہم کو حق تعالیٰ کفر سے سلامت رکھیں۔ اور ''سلام'' میں بھی کیا حرج ہے، اور ''آداب'' کے معنی یہ ہے کہ آپاؤں داب یا ہندو کو جواباً اشارہ کر دے۔

بیمار تراویح آٹھ رکعت پڑھ لے

فرمایا: کہ بیماروں کوتو کہہ دیتا ہوں کہ تراویح آٹھ پڑھو، مگر تندرستوں کونہیں کہتا۔

دعاء کی برکت سے سمندر سے شیریں پانی مل گیا

فرمایا: کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ جہاز پر سوار تھے شیریں پانی جو پینے کیلئے تھا وہ ختم ہو گیا لوگوں نے عرض کیا کہ دعاء کیجئے۔فرمایا: کہ ہماری دعاءتو شیرینی سے چپکتی ہے۔پھر شیرینی لائے اور دعاءفرمائی تو سمندر سے ایک موج اٹھی تو فرمایا: کہ اسے بھرلو،لوگوں نے پانی بھرا نہایت شیریں تھا،سمندر کے اندر ہی شیریں پانی ان کومل گیا۔

دارالعلوم دیو بند کے مہتمم مولانا محمد منیر نانوتویؒ کا صحابہؓ والا تقوی

فرمایا: کہ مولوی منیر صاحبؒ جو مدرسہ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم بھی تھے،ایک دفعہ مدرسہ کی رپورٹ چھپوانے کیلئے گئے تو راستہ میں ڈیڑھ سو

روپئے کے نوٹ گم ہو گئے، مدرسہ میں اراکین نے کہا کہ امانت تھی، اسلئے اس کا تاوان مدرسہ نہیں لے سکتا، مولوی منیر صاحبؒ نے کہا نہیں میں تو دوں گا، یہاں تک کہ یہ بات مولوی منیر صاحبؒ اور اراکین مدرسہ میں جھگڑے کی شکل اختیار کر گئی، اور آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا گنگوہیؒ کو لکھا جاوے جو وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ لکھا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ مولوی منیر صاحبؒ اس پر ضمان (تاوان) نہیں، مولوی منیر صاحبؒ اس پر بہت بگڑے اور کہا کہ مولوی رشید نے یہ ساری فقہ میرے ہی لئے پڑھی تھی۔ میں تو جب جانوں کہ وہ اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دیں کہ اگر ان سے روپیہ ضائع ہو جاتا تو وہ کیا کرتے، مدرسہ میں داخل کرتے یا نہ کرتے ظاہر ہے کہ یقیناً کرتے، پھر مجھے کیوں منع کرتے ہیں، سبحان اللہ یہ کیسے لوگ تھے۔

آج تمہاری بزرگی کا پتہ چلے گا

فرمایا: کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک دفعہ ریل میں سوار تھے

اور مولوی منیر صاحبؒ بھی سوار تھے۔ایک فاحشہ عورت آ کر مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ساتھ مل کر بیٹھ گئی، مولانا منیرؒ خوب ہنسے اور کہا آج تمہاری بزرگی کا پتہ چلے گا۔مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو دیکھتے بھی رہے اور چھیڑتے بھی رہے،فوراً ایک ریل کا ملازم بابو آیا اس نے آ کر عورت سے کہا تو کیوں یہاں بیٹھی ہے؟ یہ عورت کا کمرہ نہیں ہے اس نے کہا کہ ہم بھی مردوں کی طرح ہیں، اس نے کہا کہ کھڑی ہو ورنہ بالوں سے پکڑ کر باہر کر دوں گا فوراً چلی گئی۔

مٹھائی کھلاؤ تو بیس روپے کا نوکر کرادوں

فرمایا: کہ مولوی منیر صاحبؒ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے معتقد بھی تھے اور بے تکلف بھی تھے،نوکری کے بھی متلاشی تھے،خواب دیکھا کہ بریلی سے سفید بط اڑ کر آئے ہیں، یہ خواب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے بیان کیا،تو مولانا نے فرمایا کہ اگر مٹھائی کھلاؤ تو بیس روپیہ کا نوکر کرادوں ،ورنہ گیارہ کا، کہا کہ مٹھائی لے لو،فرمایا کہ جاؤ بریلی بیس روپئے کا نوکر ہو

جاؤ گے، کچھ دن گزرے کہ اطلاع آ گئی کہ تمہاری درخواست منظور ہوگئی ہے اور بیس روپیئے ماہوار تنخواہ ملے گی، مولوی منیر صاحبؒ نے مولانا صاحبؒ سے کہا کہ بیس اور گیارہ کا قصہ بط سے سمجھ میں نہیں آ سکتا، اتنا سمجھ میں آ سکتا ہے کہ سفید اور حلال روپیہ ہوگا، مگر بیس اور گیارہ کا پتہ نہیں چلتا، فرمایا کہ بط اردو میں مخفف ہے اور عربی میں مشدد، تو اردو کے لحاظ سے تو با کے دو عدد ہیں اور طا کے نو، تو گیارہ ہو گئے، اور عربی کے لحاظ سے دو طا اعتبار کر کے اٹھارہ، اور با کے دو، تو کل بیس ہو گئے۔

شیخ سے محبت اصل ہے

فرمایا: کہ شیخ سے جتنی محبت مفید ہے اتنی تعلیم مفید نہیں۔

کیا من آنم کہ من دانم میں بھی تکبر ہے

فرمایا: کہ ایک شخص نے کانپور میں کہا کہ (من آنم کہ من دانم) اپنی حقیقت مجھ کو معلوم ہے، تو حاجی عبدالرحمٰن صاحب مالک مطبع

نظامی نے کہا کہ آپ تو پھر بہت بڑے آدمی ہیں، کیونکہ یہ آپ نے اقرار کرلیا کہ اپنے آپ کو جانتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے اللہ کو جان لیا، چنانچہ ارشاد ہے: من عرف نفسه عرف ربه۔ تو آپ نے حق تعالیٰ کو جان لیا۔ فرمایا کہ امی آدمی تھے مگر بہت عمدہ بات نکالی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کے دانت کھٹے کر دئے

فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف مبعوث تھے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے علوم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے دئے کہ ساری دنیا کے دانت کھٹے کر دئے، اور سہل عبارت میں بڑے بڑے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دئے۔

اب غصہ بوڑھا ہوگیا

فرمایا: کہ بچپن میں میرا غصہ اتنا تھا کہ غصہ کی وجہ سے بخار آجاتا تھا، اب تو غصہ بوڑھا بھی ہوگیا ہے اور کچھ غصہ نافذ بھی کرسکتا ہوں۔

جو بیعت ہوگا وہ نجات پائے گا

فرمایا: کہ حضرت سلیمان تونسویؒ سے ایک دفعہ اس وقت جب کہ جماعت مغرب کی اقامت ہو گئی ،ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی تو جماعت چھوڑ کر بیعت کرلیا اور ایک رکعت بھی جاتی رہی، ان کے مرید علماء بھی تھے،ان کو شیخ کے اس فعل کی وجہ معلوم نہ ہوئی،آخر دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے ساتھ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بیعت ہوگا وہ نجات پائے گا اس واسطے میں نے جلدی کی کہ نماز سے فراغت تک خدا جانے کون مرے اور کون رہے۔

مجھے سب سے زیادہ محبت صوفیاء سے ہے

فرمایا: کہ مولوی محمد اسحاق صاحبؒ بردوانی نے لکھا کہ مجھ کو سب سے زیادہ محبت محدثین کے ساتھ ہے، پھر فقہاء، پھر صوفیاء۔

میں نے ان کو لکھا کہ ہماری محبت اس کے برعکس ہے، پہلے

صوفیاء کیونکہ ان میں محبت زیادہ ہوتی ہے پھر فقہاء، کیونکہ وہ منتظم بڑے ہیں۔ پھر محدثین کیونکہ اگر محدثین احادیث جمع نہ کرتے تو فقہاء اپنی عقل کیسے لڑاتے۔

داڑھی رکھوانے کا حکیمانہ طریقہ

فرمایا: کہ ڈھاکہ میں شہر سے دور شاہی باغ میں میں نے وعظ کہا، وہاں سب نواب صاحب کی قوم کے لوگ تھے، جو داڑھی منڈے تھے، میں نے کہا کہ صاحبو! یہ تو مجھے امید نہیں کہ تم میرے کہنے سے داڑھی منڈوانی چھوڑ دو گے، مگر یہ تو کیا کرو کہ ہر روز سوتے وقت ایک دفعہ یہ خیال کرلیا کرو کہ یہ کام بہت برا ہے، ہم بڑے نالائق ہیں۔ بڑے خبیث ہیں، اس طرح ہر روز اپنے آپ کو ملامت کرلیا کرو۔

وعظ کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ آپ نے ایسی تدبیر بتلا دی کہ کبھی داڑھی منڈا ہی نہیں سکتے میں نے کہا ہاں میں چاہتا بھی یہی ہوں۔

سیر الی اللہ کا مفہوم

ایک اہل علم نے دریافت کیا کہ سیر الی اللہ کے کیا معنی ہیں؟ اور سیر فی اللہ کا کیا معنی ہیں؟ فرمایا: کہ یہ اصطلاحی لفظ ہیں۔

سیر الی اللہ سے مطلب مقامات کو حاصل کرنا ہے جس کا دوسرا عنوان اخلاق کی درستگی، صبر، توکل، رضا وغیرہ ہے۔ اور سیر فی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ بعد درستگی اس میں تبحر پیدا کرنا جس کو حالات کہتے ہیں۔

اس کی بعینہ یہ مثال ہے کہ جیسے درسیات پڑھنا پھر پڑھنے کے بعد اس میں تبحر پیدا کرنا کہ اس حالت میں مضامین کثرت کے ساتھ منکشف ہوں گے۔ جو درس اور مقامات کی تحصیل کے زمانہ میں اتنے نہ ہوتے تھے۔

عید کا مصافحہ

فرمایا: عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں، مگر مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہیؒ نہیں فرماتے تھے وہ فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔

حضرت حوا کی قبر پہاڑ ابوقبیس کے پاس ہے

فرمایا: حضرت حوا کی قبر مکہ میں پہاڑ ابوقبیس کے پاس ہے ،جدّہ میں نہیں۔جدّہ اصل عربی میں جدی ہے ''طریق واسع فی الجبل'' پہاڑ میں کشادہ راستہ کو کہتے ہیں۔

اس سے بعض نے یہ گھڑ لیا کہ حضرت حوا کی قبر جدہ میں ہے۔

عربی میں ''جدہ'' کے معنی ہیں ''دادی'' اس لئے لوگوں نے اس سے یہ سمجھا۔

ہندؤوں کے یہاں مردہ جلانے کی رسم کس طرح شروع ہوئی

فرمایا: ماموصاحب: فرماتے تھے کہ ہندؤوں کے یہاں مردوں کو جلانے کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ چونکہ ان کے نزدیک دنیا قدیم ہے تو پہلے دیوتا ان کے کچھ جن تھے اور ممکن ہے جنوں کے لئے پہلے کسی شریعت میں جلانا ہو کیونکہ وہ ناری ہیں اور ہر شئی اپنی اصل کی طرف جاتی ہے،

جیسے انسان خاکی ہے، اس واسطے اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، اور جنوں کی کتابوں سے دیکھ کر ہندوؤں نے بھی جلانا شروع کر دیا۔

گمشدہ لڑکے کے ملنے کا عمل

ایک شخص کا لڑکا گم ہو گیا، اسے ایک تعویذ دیا کہ وہ پتھروں کے درمیان رکھنا اور یَـامُعِیْـدُ یَـامُعِیْدُ پڑھنا اور یہ خیال کرنا کہ سلامت گھر آ جائے۔

کبر کی ایک بہت عمیق قسم

فرمایا: کہ کبر کی بہت اقسام ہیں، ایک بہت عمیق ہے۔ وہ یہ کہ کبر زائل کر کے تواضع اختیار کرنے کے بعد یہ خیال کرے کہ اب میرے اندر کبر نہیں تواضع آ گئی یہ بھی کبر ہے کہ اپنے آپ کو تواضع سے متصف جانتا ہے، یہ کمال ہے اور کمال کا دعوی کبر ہے، تواضع ہو اور تواضع کے ہونے کا خیال بھی نہ ہو تب کبر جاتا ہے، اور یہ سب حال کے درجہ میں ہو۔ باقی یہ شبہ کہ پھر حب فی اللہ و بغض فی

اللہ پر کیسے عمل ہوگا ؟ کیونکہ جب تواضع ہوگی اور ہر شخص کو اپنے سے اچھا سمجھے گا تو بغض کیسے ہوگا جواب یہ ہے کہ فعل کو حقیر جانے اور فاعل کو حقیر نہ جانے ، یہ خیال رکھے کہ ممکن ہے اس میں کوئی خوبی ہو جس کی وجہ سے اس کے سب گناہ معاف ہوجائیں ، اور ہمارے اندر کوئی ایسا رنگ ہو کہ کل اعمال اس کی وجہ سے مردود ہو جائیں۔اس کی ایک مثال میری سمجھ میں آتی ہے کہ ایک آدمی نہایت خوبصورت ہو، مگر منہ پر توے کی سیاہی مل لے اور اندر سے نہایت خوبصورت ہو، اور ایک نہایت بدصورت ہو، اور اوپر سے پوڈر ملا ہوا ہو، اسی طرح جس میں ظاہری اعمال خراب ہوں ممکن ہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہو جس کی اوپر کی جلد سیاہ ہو، ایک دن یہ سیاہی اتر جائے اور اندر سے خوبصورت نکل آئے ، اور جس کے ظاہری اعمال اچھے ہوں وہ ممکن ہے کہ اس شخص کی طرح ہو جو درحقیقت تو بہت بدشکل ہے مگر صرف ظاہر میں پوڈر ملا ہوا ہو وہ اتر

جائے اور اندر سے بد صورت نکل آئے ،اس واسطے کسی کو حقیر نہ سمجھے اس کو موالانا فرماتے ہیں ؎

ہیچ کا فر را بخو اری منگر ید

کہ مسلمان بو دنش با شد امید

کسی کافر کو حقیر نہ سمجھو کیا پتہ کل کہیں وہ مسلمان ہو جائے۔

تصرف تو مسمریزم کا جز، ہے

فرمایا: لوگ تصرف کو تصوف سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ تو مسمریزم کا جز اور محض تخیل پر مبنی ہے۔

تعویذ تو صرف نقوش ہیں

فرمایا: تعویذ تو صرف نقوش ہیں اصل چیز الفاظ ہیں ،اگر کوئی پڑھ سکے تو تعویذ نہ لے بلکہ خود پڑھ لے۔

مرتب کہتا ہے کہ: ناچیز کے یہاں بھی حضرت کے اسی ارشاد پر عمل ہے اس شخص کو تعویذ دیتا ہوں جسے کم سے کم الحمد للہ، قل ھو اللہ

احد بھی پڑھنا نہ آتا ہو، ہزاروں میں کسی ایک کو نہایت مجبوری میں دیتا ہوں، جس طرح حضرت نے تعویذ سے نفور و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے الحمد للہ مرتب کے یہاں بھی اسی پر عمل ہے۔

میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں

فرمایا: مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ کسی کو لکھا کہ ''میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں'' اس جملہ میں ایک مولانا گنگوہیؒ کا مخالف اور دوسرا موافق جھگڑنے لگے، مخالف نے کہا کہ ''ہم تو مولانا کو سچا سمجھتے ہیں کہ کچھ نہیں،،۔ موافق کچھ متردد ہو گیا، آخر اس نے مجھ سے پوچھا، میں نے کہا مولانا سچ فرماتے ہیں، کمالات دو قسم کے ہیں، ایک حاضرہ، اور ایک مستقبلہ، مولانا چونکہ عارف ہیں، اور عارف کی نظر ہمیشہ کمالات مستقبلہ کی طرف رہتی ہے، تو کمالات مستقبلہ کی نسبت وہ فرما رہے ہیں کہ کچھ نہیں۔ اور ہم مولانا کے معتقد ہیں باعتبار کمالات موجودہ کے یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا۔

مرتب کہتا ہے: خدا ہزاروں رحمتیں نازل فرمائیں آپ کی قبر مبارک پراے حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے (آمین)۔

آپ نے سالکین وطالبین کی کتنی اہم اور پیاری رہنمائی فرمائی، سالک کو چاہئے کہ دوران عمل حضرت کے اس سبق آموز جواب اور ارشاد کو ہرگز نہ بھولے بلکہ اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھے تاکہ کسی عمل یا اپنے کسی مقام سے دھوکہ نہ کھائے۔

تبلیغ کی اصل ضرورت کہاں ہے

فرمایا: کہ تبلیغ کی اصل ضرورت وہاں ہے جہاں احکام نہ پہنچ سکتے ہوں، جہاں احکام اوران کی اضداد، اوراضداد کی اضداد پہنچ گئی ہوں وہاں تبلیغ کی ضرورت نہیں، تغلیب کی ضرورت ہے۔

اسلامی زندگی گزارنے کے دو طریقے

فرمایا اسلام کے مطابق اسلامی زندگی گزارنے کے بس دو طریقے ہیں، ایک مکّی ، وہ یہ کہ عدم استطاعت کے وقت صبر کرے اور اس کا نام صبر ہے۔ دوسرا مدنی، وہ یہ کہ طاقت کے وقت حفاظت اسلام کے لئے سیف کا استعمال کرے اور اس کا نام سیف ہے۔ تیسرا طریقہ جو آج کل مناظرہ کا ہے وہ کچھ نہیں۔

نا اہل جب کام کا مدعی ہو تو اسے کرنے دے تا کہ اس کی قلعی کھل جائے

مدرسہ دیو بند کی شکایت کسی نے کی کہ آجکل اختلاف ہے، فرمایا جب اور کوئی مدعی کام کرنے والا پیدا ہو تو اس سے کہہ دو کہ اچھا تو کر، اس کی مثال تو فحش ہے مگر مولانا مثنویؒ میں لائے ہیں، کہ ایک شخص بانسری بجا رہا تھا ، دبر کے راستہ سے ہوا نکل گئی ،تو بانسری منہ سے نکال کر دبر میں دیکر کہا کہ لے تو ہی بجالے، غرض یہ کہ نا اہل جب کام کرنے کا مدعی ہو تو اسے کرنے دے تا کہ اس کی قلعی کھل جائے۔

چھینک آنے پر الحمدللہ سنانے کا حکم حدیث میں نہیں آیا

فرمایا: کہ مجھے جب چھینک آتی ہے تو میں الحمدللہ آہستہ کہتا ہوں، کیونکہ حدیث شریف میں کہنے کا حکم آیا ہے، سنانے کا حکم نہیں آیا۔ کسی نے کہا کہ اگر بلا سنے جواب دے دے تو فرمایا کہ خلاف سنت ہے، اور میں اس واسطے بلند نہیں کہتا کہ کسی کو جواب کی تکلیف نہ ہو۔ (سبحان اللہ جو اتنی تکلیف دینا بھی گوارا نہیں فرماتے، اور کیا تکلیف دیں گے، کسی نے کہا کہ اگر ثواب میں شامل کرنا مقصود ہو تو فرمایا دو نفل پڑھ کر اس کا ثواب اسے بخش دے، اگر ایسا ہی ثواب میں شریک کرنا ہے۔

درندوں کے چمڑے استعمال کرنا منع ہے

حدیث میں درندوں کے چمڑوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے، تو شراح حدیث نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ درندوں کی خصلت پیدا ہو جائے گی۔

بزرگوں کے قول اور لفظ میں برکت ہوتی اس لئے اس کو بدلنا نہیں چاہئے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بزرگوں کے قول اور لفظ میں بھی برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ کا تعویذ تھا ''خداوندا اگر منظوداری حاجتش برآری'' کسی نے کہا حضرت یہ شعر بھی ہوسکتا ہے اس طرح ''بفضلت حاجت اورا برآری، اس پر فرمایا کہ بزرگوں کے کلام میں تغیر جائز نہیں، مولانا گنگوہیؒ کا تعویذ کسی نے کھول کر دیکھا تو یہ تھا ''خداوندا یہ مانتا نہیں اور میں جانتا نہیں'' یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام۔

شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر

فرمایا: **ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید**۔ شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر ہے کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ شیخ نے اول ریاء کیا، پھر نیت بدل دی، اور مرید نے بر عکس، یا ریاء لغوی ہے تا کہ دوسرا دیکھ کر کام کرے، ریاء

اصطلاحی نہیں ۔ ریاء حقیقی یہ ہے کہ عمل کو ارادۃً خلق کیلئے کرنا کہ مخلوق مجھ کو دیکھ کر دنیا کا نفع پہنچاوے۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم

فرمایا: جو روپیہ ملازمین کی تنخواہ سے حکومت اپنے پاس رکھتی ہے وہ ملازم کا مملوک ہے، اس پر زکوٰۃ آئے گی اور اس پر جو زیادہ ملے گا وہ سود ہے، اجرت کے بارے میں فقہاء کی عبارتیں کبھی تستحق اور کبھی تملک وارد ہیں۔

باطن کا اثر بدن پر پڑتا ہے

فرمایا: باطن کا اثر بدن پر پڑتا ہے نیک کے باطن کا بھی اور بد کا بھی ایک نور یا ظلمت محسوس ہوتی ہے، ایک ہندو ریل کے سفر میں ساتھ سوار تھا، ایک کمرہ میں صرف وہ اور میں سوار تھے، کچھ گفتگو ہوئی پھر اس نے کہا تم کچھ ذکر کرتے ہو؟ میں نے کہا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا آنکھوں سے۔ تعجب کی بات ہے۔

اصل مقصود تکثیر ذکر ہے

فرمایا: ذکر میں اب تو میں نے بہت سے قیود گرادی ہیں اصل مقصود تکثیر ذکر ہے، اب تہلیل بتلا دیتا ہوں ماثور بھی ہے۔

مولوی ظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی صاحبؒ نے خواب میں فرمایا تم کیسے ذکر کرتے ہو، انہوں نے کچھ دیر گردن جھکا کر بہ تکلف ذکر کیا، تو فرمایا اتنی دیر میں زیادہ ذکر کر لیتے یعنی گردن جھکانے اور پھیرنے میں جتنا وقت لگایا اگر گردن نہ پھیرتے تو ذکر بہت ہو جاتا۔

عوام الناس کے معاملہ میں دخل دینا مناسب نہیں

فرمایا: عوام الناس کے معاملہ میں دخل دنیا مناسب نہیں، رزین کا یہ قول مجھے بہت پسند ہے۔ نعم الرجل الفقیه اذا احتیج الیه نفع وان استغنی عنه أغنا نفسه۔ نہایت اچھا ہے وہ فقیہ آدمی کہ جب اس کی طرف سے احتیاج ظاہر کی جائے تو نفع پہنچائے اور اگر

بے پروائی برتی جائے تو اپنے آپ کو یکسو کرلے۔''

اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ تبلیغ فرض ہے، کیونکہ تبلیغ ہو چکی، فرض کی بھی، اور اس کی ضد کی بھی، اس لئے اب مندوب ہے۔

خرید وفروخت اذان اول سے حرام ہو جاتی ہے

فرمایا: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ : الخ ۔جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید وفروخت بند کرو۔ پر اشکال یہ ہوا کہ اول اذان ثانی تھی اور یہی اذان بعد میں ہوئی، سو اب ترک بیع اذان ثانی سے ہونی چاہئے، حالانکہ فقہاء کہتے ہیں کہ حرمت بیع (خرید وفروخت) کی، اذان اول سے ہو جاتی ہے، بعض نے جواب دیا ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے، مگر میرے نزدیک عموم وہ معتبر ہے جو مراد متکلم سے متجاوز نہ ہو، جیسا: لیس من البر الصیام فی السفر ۔سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں، تو یہ وجہ تو درست نہ

ہوئی، وجہ یہ ہے کہ اذان ثانی تو مدلول ہے اور بوجہ اشتراک علت کے وہ بھی داخل آیت ہے۔ اور علت سعی الی ذکر اللہ ہے خوب سمجھ لو۔

علیحدہ علیحدہ لطائف کی کیا ضرورت ہے

فرمایا: انوار مقصود ہیں۔ خواہ صرف لطیفۂ قلب سے ہوں علیحدہ علیحدہ لطائف کی کیا ضرورت ہے؟ مثلاً حواس باطنہ، مثلاً حس مشترک، خیال حافظہ کے افعال مقصود ہیں، اگر سب ایک ہی حس سے حاصل ہو جائیں تو تعدد کی ضرورت نہیں ہے۔

مرتب کہتا ہے: سبحان اللہ عمل لطائف کی کیسی تشریح فرمائی کافی عرصہ سے فکر مند تھا کہ یا اللہ عام سالکین کا معاملہ تو الگ ہے سب کو کیسے ان کا مجاہدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

بلاشبہ مشائخ عالم نے آپ کو مجتہد طریقت بجا طور پر کہا ہے، خدا آپ پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین)

محقق کے کلام میں زیادہ زور نہیں ہوتا

فرمایا: محقق کے کلام میں زور نہیں ہوتا کیونکہ اس کے نزدیک وہ چیز محسوس ہوتی ہے، دلیل کی حاجت نہیں ہوتی۔

آداب تلاوت کا خلاصہ

فرمایا: آداب تلاوت تو بہت ہیں، مگر ایک ہی بیان کرتا ہوں جس میں سب آجاویں وہ یہ کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمائش کی ہے کہ تم پڑھو اور ہم سنتے ہیں، تو سنانے کے وقت جیسا سنوار سنوار کر پڑھتا ہے ویسا پڑھے۔

باقی یہ شبہ نہ کیا جائے کہ سنانے کے وقت مخلوق کو خوش کرنا ہوتا ہے اور یہ ریاء ہے، جواب یہ ہے کہ مخلوق کو خوش کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ خیال ہو کہ خوش ہو کر میرے معتقد ہو جائیں گے، اور کچھ ان سے یافت ہو جائے، یہ تو ریاء ہے۔

دوسرے یہ ہے کہ محض دل خوش کرنے کی غرض سے سنائے، سو

مسلمان کا جی خوش کرنا خود عبادت ہے، تو یہ جائز ہے، بلکہ موجب اجر ہے، جیسا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، کہ تمہارا قرآن میں نے سنا، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو: لَحَبَّرْتُ تَحْبِيْراً ۔یعنی اور سنوار کر پڑھتا، اگر منع اور ریاء ہوتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیتے، اور یہ مجھے مدت کے بعد معلوم ہوا ہے، باقی یہ کہ اللہ میاں نے کہاں فرمائش کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جابجا فرمایا۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ ۔اور حدیث میں ہے کہ: ما اذن اللّٰه لشئی ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن ۔اور ظاہر ہے کہ کان لگانا نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں، تغنی بالقرآن کی وجہ سے ہے، تو ثابت ہوا کہ اللہ میاں کو بعد فرمائش کے سنا رہے ہیں۔

دوسرے روز یعنی دس رمضان کو فرمایا کہ ایک بات کل یاد نہ رہی تھی وہ یہ ہے کہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ پھر جلدی

تلاوت نہ ہوسکے ہوگی ،تو جواب یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ انہوں نے فرمایا ہے، جلدی جلدی پڑھو۔ایک دفعہ امام احمد بن حنبلؒ نے حق تعالیٰ سے خواب میں استفسار کیا کہ آپ کا قرب کس شئی سے زیادہ ہوتا ہے، حق تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن مجید سے، اس پر امام احمد بن حنبلؒ نے عرض کیا کہ: **عن فهم او بلافهم**۔ سمجھ کر تلاوت کرنے سے یا بغیر سمجھے بھی، جواب ملا۔ **عن فهم او بلا فهم** ۔سمجھ کر یا بغیر سمجھے، اس کے بعد ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے سوال کیا اگر تدبر سے تلاوت کرتا ہوں تو مقدار میں کمی ہوتی ہے اگر بلا تدبر کرتا ہوں تو معانی کی طرف خیال نہیں رہتا، جواب میں فرمایا دو وقت تلاوت کے مقرر کرلو، ایک میں تدبر سے پڑھو، اور دوسرے میں بلا تدبر، فرفر پڑھتے جاؤ فرمایا کہ وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔

اعمال کے نور کا نام روشنی نہیں

ایک اہل علم نے سوال کیا کہ قلب پر معصیت سے جو سیاہی آتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا ظلمت اور اس کا اثر ہے، طاعت میں بے رغبتی، اور معاصی کی رغبت، اور اعمال میں نور کا پیدا ہونا اس کے معنی روشنی نہیں بلکہ نور کے معنی ہیں: ”ظاھر فی نفسه مظھر لغیره “۔اس کے کئی اقسام ہیں، عبادت سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ ذوقی شے ہے جس کا اثر انشراح اور عبادت میں رغبت اور معاصی سے نفرت ہے۔

مجھ کو مقصود اپنی تسلی ہے تمہاری تسلی مقصود نہیں

فرمایا: کہ مولوی عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنی ایک باطنی حالت کی نسبت سوال کیا۔ میں نے جواب دیا انہوں نے کہا کہ اس سے تسلّی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا مجھ کو مقصود اپنی تسلی ہے اور وہ حاصل ہے تمہاری تسلی مقصود

نہیں۔طبیب کو اپنی تسلی ہونی چاہئے ،مریض کی تسلی اس کے اختیار میں نہیں اور نہ مقصود ہے اور نہ مضر ہے۔فرمایا، انہوں نے کہا کہ اب اس سے تسلی ہوگئی۔

خشوع کے لئے کتنی توجہ کافی ہے

فرمایا:خشوع کے لئے عمل کی ابتدا میں توجہ کافی ہے، ہر ہر لفظ پر ضروری نہیں ۔مثلاً قرآن شریف کی تلاوت سے پہلے یہ خیال کرے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے تلاوت کرتا ہوں یہ کافی ہے، ہر ہر حرف پر ایسی توجہ ضروری نہیں ، کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے مگر اس میں یہ قید بھی ہے، کہ جب تک اس کی مضاد (خلاف) توجہ متحقق نہ ہو اس وقت تک اسی پہلی توجہ کو حکماً باقی سمجھا جائے گا جیسا انسان چلنے سے پہلے یہ ارادہ دل میں کر لے کہ جامع مسجد کی طرف چلتا ہوں بس اتنا کافی ہے ہر ہر قدم پر یہ ارادہ ضروری نہیں ورنہ چلنا ہی دشوار ہو جائے گا ،ہاں اگر کسی دوسری طرف

ایسی توجہ جو اس پہلی توجہ کی مضاد (خلاف) ہو پائی جائے تو پھر پہلی توجہ معدوم ہو جائے گی۔

کیا تلاک، کہنے سے طلاق ہو جائے گی

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے عورت کو لفظ ''طلاق'' نہیں کہا بلکہ ''تلاک'' کہا: فرمایا کہ نکاح کے وقت بھی ''نکاح'' نہ کہا تھا ''نکاہ'' کہا تھا اگر اس سے نکاح ہو گیا تھا تو ''تلاک'' سے بھی ''طلاق'' ہو گئی اور اگر اس سے نکاح نہ ہوا تھا تو عورت سے نکاح نہ ہونے کے سبب جدا ہونا چاہئے۔

کیا گناہ میں ملی ہوئی نیکی اس گناہ کا کفارہ ہو سکتی ہے؟

فرمایا: کبھی معصیت (یعنی کوئی گناہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کچھ عبادت بھی ملی ہوتی ہے) مخلوط بالطاعت ہوتی ہے۔ اس طاعت کو معصیت کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے۔ فرمایا اس کی دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے جس میں ایک صاحب نے جھوٹی قسم کھائی تو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تو نے لَا اِلٰهَ اِلَّا للّٰه۔ ایسے اخلاص سے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے تجھ کو معاف فرما دیا۔ قسم جھوٹی، معصیت، اور کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰه طاعت ہے۔ اس طاعت سے معافی فرمائی گئی ہے۔ فرمایا: کہ قصہ پیر چنگی کا جو مثنوی میں ہے اس کو حدیث سے حل کیا ہے۔ پیر چنگی کا گانا تو منع تھا، اور اخلاص یہ عبادت تھی، اس اخلاص کی وجہ سے وہ گانا معاف کر دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا پیر چنگی کی دلجوئی کا۔ اس جگہ حضرت سے مولانا خیر محمد صاحب نے سوال کیا کہ ''پھر تو کل بدعات جائز ہوئی ہی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ فتویٰ نہیں بیان ہو رہا ہے یہ اسرار ہیں کہ لکھے نہ جائیں تا کہ اشرار تک نہ پہنچ جاویں۔

پیر و مرشد کی ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر ہے

فرمایا: کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید۔ پیر و مرشد کی ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر ہے۔

کیونکہ شکل ریاء کی ہوتی ہے حقیقت ریاء کی نہیں۔

عمل کو تباہ کرنے والی ریاء یہ ہے

اراءۃ العمل للغرض الفاسد۔ اپنے عمل صالح کو دکھانا اور لوگوں پر ظاہر کرنا ناپاک مقصد کے لئے (دنیائے مردار کے لئے)۔

اور شیخ کی ریاء ہے۔ اراءۃ العمل للغرض الصحیح۔ کسی عمل کا اظہار صحیح اور نیک مقصد کے لئے۔

اہل اللہ کا مزاج ہو تو ایسا ہو

فرمایا: کہ علوم تو حق تعالیٰ اہل حق کو عنایت فرماتے ہیں، منطقیوں کو تو اس کی ہوا تک نہیں لگتی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم کو دیکھئے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے قسطنطنیہ جانے کے وقت جب ان کو سلطان نے بلایا تھا، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ آپ اجازت دیں تو آپ کا تذکرہ سلطان سے کروں۔ فرمایا: کہ پھر کیا ہوگا غایت (زیادہ سے زیادہ) یہ ہوگی کہ معتقد ہو جائے گا۔ پھر یہ ہوگا کہ

آپ کی طرح بلائے گا۔ پھر یہ ہوگا کہ بیت اللہ سے بعد اور بیت السلطان سے قرب ہوگا۔ اس تقریر میں ایک گونہ شان تھی تو بعد میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ: ہاں سلطان چوں کہ عادل ہے، اور سلطان عادل کی دعاء منظور ہوتی ہے اس واسطے میرے لئے دعاء کرائیں۔

اس سے نفس پر لتاڑ ہے۔ پھر فرمایا دعاء کا طریق بھی عرض کر دیتا ہوں۔ میرا اسلام عرض کر دیں وہ وعلیکم کہیں گے، یہی دعاء ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں سبحان اللہ کیسے علوم تھے۔ مرتب کہتا ہے اہل اللہ کا مزاج ہو تو ایسا ہو۔

حضرت منصور کے انا الحق کہنے کا ٹھوس دفاع یہ ہے

ایک بزرگ کا ذکر فرمایا کہ: انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ۔ (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں) کہا تو وہ مردود ہوگیا۔ اور منصور نے انا الحق (میں ہی حق

ہوں) کہا تو مقبول ہو گیا۔ جواب ملا کہ فرعون نے ہمارے مٹانے کے لئے کہا، اور منصور نے اپنے مٹانے کے لئے کہا، مولانا رومؒ نے اس کو ذکر کیا ہے ؎

رحمت اللہ ایں انا را در وفا

لعنت اللہ آں انا را در قفا

حضرت حکیم الامت کا نظریہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے بارے میں کیا تھا

فرمایا: کہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ بہت مستغنی تھے، گو صوفی نہ تھے، مگر روح تصوف ان کو حاصل تھی۔ جو مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے، وہ ان کو فطرۃً حاصل تھا۔

علم منطق میں الفاظ کی پرستش ہوتی ہے

فرمایا: کہ کوئی پوچھتا ہے کہ کیا حال ہے؟ تو کہتا ہوں کہ تیر تو جاتا رہا کمان باقی ہے اور کیا کہوں؟ حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ خلیفۂ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: اہل حق کے علوم بیان کرنے کے

بعد فرمایا کہ منطقیوں کے علوم یہ ہیں کہ۔ کــلامــی هــذا کـاذب ۔میرا یہ کلام جھوٹ ہے بھی حل نہیں ہوتا۔ یہ نہیں سمجھے کہ احتمال صدق وکذب اس کلام میں ہوتا ہے جو محاورہ میں بولے جاتے ہیں۔ یہ تو گھڑی ہوئی مثال ہے۔اسی طرح ایک اشکال اور ہے وہ یہ کہ موجود دو قسم ہے۔موجود فی الخارج اور موجود فی الذہن، اور یہ دونوں قسم ہیں۔پھر شبہ یہ ہے کہ موجود فی الذہن بھی موجود فی الخارج ہے، کیونکہ ذہن خارج میں ہے اور جو موجود فی الخارج میں ہوگا، وہ خارج ہوگا۔تو فرمایا جواب یہ ہے کہ موجود فی الخارج کا مطلب یہ ہے کہ موجود فی الخارج بلا واسطہ۔اور موجود فی الذہن۔وہ فی الخارج بالواسطہ ہے،تو موجود فی الخارج نہ ہوگا۔

فرمایا: کہ پڑھنے کے وقت ذہن ادھر گیا تھا،منطقیوں نے اس کے جواب میں بہت کچھ لکھا ہے،مگر صرف الفاظ کی پرستش ہے۔

پیر ناراض ہوجائے تو فیض بند ہوجاتے ہیں

فرمایا: کہ جب پیر ناراض ہوتو فیوض بند ہوجاتے ہیں، گو مریدی باقی رہتی ہے، اس لئے کوشش کر کے شیخ کو راضی رکھنا چاہئے۔

کوئی کافر جہنم میں نہ جائے گا

فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کسی نے آ کر کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ''کوئی کافر جہنم میں نہ جائے گا'' شاگردوں سے فرمایا کہ اس شخص کے قول کی کوئی توجیہ ہوسکتی ہے؟

سب نے کہا کچھ نہیں۔ کہنے والا کافر ہے۔فرمایا کہ یہ تاویل کرنی چاہئے کہ جب کافر مرجائیں گے تو سب کو علم ہوجائے گا، اور ایمان حاصل ہو جائے گا، گو مفید نہ ہوگا ،تو وہ مومن ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

یعنی۔کانوالکفار فی الدنیا والذین آمنوا فی الآخرۃ

میں ایک مجذوب کی دعاء سے پیدا ہوا ہوں

فرمایا: میں ایک مجذوب کی دعاء سے پیدا ہوا ہوں۔نانی صاحبہ نے والدہ صاحبہ کوایک مجذوب کے جونہایت بوڑھے تھےاوران سے شرعاً پردہ نہ تھا سامنے کیا، اور کہا کہ اس کے لئے دعاء کرو،اس کی اولاد زندہ نہیں رہتی ،ان مجذوب نے کہا زندہ کیسے رہے؟علیؓ اور عمرؓ میں کھینچ تان ہوتی ہے۔''اس خط کشیدہ جملہ کا مطلب صرف والدہ صاحبہ نے سمجھ لیا۔بہت ذہین تھیں۔

ہمارے بچپن ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔مطلب یہ ظاہر فرمایا کہ باپ فاروقی ہیں اور میں (یعنی والدہ صاحبہ) علوی حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں۔مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں، بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری بیوی حضرت حنیفہ رحمۃ اللہ علیہا سے،تو اس واسطے پہلے جولڑکے ہوئے ان کے نام والد کے نام کے ہم قافیہ رکھے گئے اور والد کا نام عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

اوران کے کنبے کے بھی اسی قسم کے نام تھے جن کے آخر میں ''حق'' آتا ہے۔تو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کا جھگڑا رہتا تھا والدہ نے ان مجذوب سے کہا کہ آپ نام مقرر کردیں۔انہوں نے فرمایا ایک کا نام ''اشرف علی خان'' ہے وہ حافظ اور مولوی ہوگا۔دوسرے کا نام ''اکبرعلی'' وہ دنیا دار ہوگا وہ تمہارا ہے۔اس واسطے میرے اندر مجذوب کا اثر ہے۔اورفرمایا: کہ ارواح میں کچھ تصرف ہوتے ہیں۔ اورعنوان کوبھی کچھ دخل ہوتا ہے۔ترجیح میں علی کا اسم والدہ نے پسند کیا،اورروح کے تصرف کے لئے بدن کا سالم رہنا شرط نہیں۔ورنہ روح بدن کے شغل میں رہتی۔

کیا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ندوہ کے مخالف تھے ؟

فرمایا ندوہ والوں نے میری شکایت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کی کہ وہ ندوہ کا مخالف ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں تو مخالفت کی مادہ ہی

نہیں ۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو کیسا جان لیا حالانکہ میں کچھ زیاد
ہ نہ ملا تھا۔مولوی محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے شکایت کی تھی۔

تبلیغ کرنے کی اجازت کس کو ہے

فرمایا:حق یہ ہے کہ تبلیغ وہ کرے جو پہلے اپنی اصلاح کر چکا ہو تبلیغ کی رعایت بدون اس کے ہو نہیں سکتی۔

مرتب کہتا ہے: کہ میرے ذہن میں بھی یہی ارشاد مبارک ،الہامی طور پر بار بار آتا تھا کہ مبلغ مصلح ہوتا ہے،لہذا اس کی اصلاح اول ہو جانی چاہئے ،تاکہ وہ تبلیغ کے حقوق صحیح طور پر ادا کر سکے، ورنہ ’’نیم ملاّ خطرہ ایمان‘‘ کا مصداق ہو جائے گا،جیسا کہ آج کل عام طور پر رسمی تبلیغوں میں دیکھنے میں آرہا ہے ،اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے ،اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

کتنے بڑے مسئلہ کا حل حضرت نے ایک جملہ میں فرما دیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

اللہ سے بغض رکھنا کفر ہے

فرمایا: اگر حق تعالیٰ سے محبت ہو تو حوادث کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرے ورنہ زید عمرو غیرہ کی طرف کرے، کیونکہ ناگوار واقعہ سے بغض پیدا ہوتا ہے، اور حق تعالیٰ سے بغض رکھنا کفر ہے، اگر محبت ہے تو واقعات سے گرانی نہیں ہوتی۔

لیلۃ القدر میں یہ دعاء ضرور کیجئے

فرمایا: حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اگر مجھ کو لیلۃ القدر ملے تو میں اس میں صحبت نیک کی دعاء کروں۔ یہ بہت بڑی دولت ہے۔

کافر اور شیعہ کو اپنے مذہب پر اطمینان نہیں

فرمایا: کفر میں اطمینان نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو کافر مسلمان ہو جائے اس سے حلفاً (قسم دے کر) پوچھے تو یہی کہتا ہے کہ ہم کو کبھی اطمینان نہیں ہوا۔

اور فرمایا کہ بدعت میں بعض دفعہ اطمینان ہوتا ہے، اور راز یہ ہے کہ اطمینان صدق پر ہوتا ہے، اور کفر میں چونکہ کسی طرح صدق نہیں، اس واسطے وہاں کسی طرح اطمینان نہیں، اور بدعات میں چونکہ عبادت کا بھی ایک اثر یا جز ہوتا ہے، اور اس جز کے لحاظ سے بعض دفعہ بدعات میں اطمینان ہوتا ہے۔

ایک شیعی مولوی ظفر صاحب سے ملے تھے، وہ کہتے تھے کہ تم کو اپنے مذہب پر اطمینان ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! شیعی نے کہا تم تو جنت میں ہو، ہم کو اپنے مذہب پر اطمینان نہیں۔

میں اس شرط پر بیعت ہوتا ہوں کہ نماز بھی نہ پڑھوں گا اور ناچ بھی دیکھوں گا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک شخص مرید ہوئے وہ بہت آزاد تھے، حضرت نے خود ہی ان سے فرمایا کہ مرید ہو جاؤ، انہوں نے کہا حضرت جی دل تو میرا بھی چاہتا ہے، مگر میری بُری عادت کا مجھ سے ترک ہونا مشکل ہے میں نماز نہیں پڑھتا، ناچ وغیرہ میں شریک

ہوتا ہوں، میں اس شرط سے بیعت ہوتا ہوں کہ نماز بھی نہ پڑھوں گا، اور ناچ بھی دیکھوں گا، حضرت نے فرمایا منظور ہے، مگر ایک شرط میں بھی لگاتا ہوں، اللہ اللہ آسانی سے جتنا ہوسکے پابندی سے روزمرہ کر لیا کرو۔ اگر کوئی خشک مولوی ہوتو یہ کہے گا کہ اچھا امر بالمعروف کیا، بلکہ اس کا عکس کیا: یَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْف۔ مگر جب نماز کا وقت آیا تو ان کے بدن میں کھجلی شروع ہوگئی آخر یہ خیال کیا کہ سر پانی سے دھولوں، ہاتھ منہ دھویا تو کچھ سکون ہوگیا، اس نے کہا لاؤ سارا وضو ہی کیوں نہ کرلوں، وضو کیا تو نصف کھجلی جاتی رہی، پھر نماز کا وقت آئے تو یہی سلسلہ ہونے لگے، رفتہ رفتہ پکا نمازی بن گیا۔ ناچ چھوڑ دیا، کہ نماز پڑھ کر پھر ناچ دیکھنا بیہودہ حرکت ہے، تو حضرتؒ کا امر بالمعروف بالقلب تھا۔

جب تک تسلی نہیں ہوتی جواب نہیں دیتا

جلسۂ خاص میں جب ایک حکیم تھانہ بھون کے تھے اور ایک

احقر (مفتی محمد حسن امرتسریؒ) تھا اپنے ضعف اور کثرت کام کے ذیل میں فرمایا کہ میں نے اس رمضان میں خلاف معمول تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، کیونکہ اس وقت علاقہ میں کوئی شخص یہ کام (اصلاح نفس) کرنے والا نہیں ہے، قریباً ڈیڑھ گھنٹہ سالکین کے سوال کا جواب دیتا ہوں اور جواب صرف علمی توجیہ سے نہیں دیتا بلکہ شرح صدر سے جواب دیتا ہوں۔ اسی واسطے بعض لوگ اقرار کرتے ہیں کہ جواب کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آگ پر برف رکھ دی، یہ تسلی اس واسطے ہوتی ہے کہ ادھر سے بھی پوری تسلی سے جواب دیتا ہوں ، جب تک تسلی نہیں ہوتی جواب نہیں دیتا، کیونکہ بعض دفعہ یہ کہہ دیتا ہوں کہ پرچہ کل پر ڈال دیا جائے، چونکہ مجھے شفقت بہت ہے ، پوری دماغ سوزی کرتا ہوں، اس واسطے تکلیف بہت ہوتی ہے، اور فرمایا یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اوذیت فی الله مالم یؤذ احد** ۔ مجھے اللہ کے دین کی تبلیغ کے بارے میں جتنی

تکلیف اٹھانی پڑی اتنی کسی اور پرنہیں پڑی۔

حالانکہ پہلے حضرات انبیاءعلیہم السلام کو بظاہر تکلیف بہت ہوئی ہیں۔ امتداد زمانہ کے لحاظ سے بھی اور ظاہری تکالیف کے لحاظ سے بھی، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ نوسو سال تکلیف میں گزرا۔ بعض دفعہ ان کو کافر ہاتھ پاؤں باندھ کر چھوڑ آتے تھے، اور ہمارے حضورﷺ کے چالیس سال کے بعد نبوت اور تین سال فترت کے تو باقی تھوڑی مدت تکلیف کی رہتی ہے۔ یعنی صرف بیس سال، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفقت بیحد تھی اور جس قدر شفقت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے ذیل میں فرمایا کہ ایک دفعہ گھر کے کچھ لوگ کچھ روز کیلئے کہیں چلے گئے تھے، اور گھر میں مرغیاں پلی ہوئی تھیں، ان کا صبح کو نکالدینا میں نے خود اپنے ذمے لے لیا تھا، ایک دن بھول گیا، پرچۂ سالکین لے کر

جواب دینے لگا تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔فوراً یاد آیا کہ گھر مرغ بند ہیں، پرچہ چھوڑ کر گیا، جب کھول دیا تو فوراً جواب سمجھ میں آ گیا۔

حکیم صاحبؒ نے سوال کیا کہ اضمحلال تو نہیں؟

تو اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اضمحلال تو مجھے کبھی نہیں ہوا۔حق تعالیٰ کے انعامات کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے، اور فرمایا: اگر کسی کو حق تعالیٰ سے تعلق ہو گو محبت سے نہ ہو، ہیبت سے ہو تو اس میں بیحد مزہ آتا ہے اس کو کبھی اضمحلال نہیں ہوتا۔

مفتی صاحب: فرماتے ہیں کہ لہجہ سے کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ سے محبت کا ایسا تعلق ہے کہ تجلیات حق تعالیٰ کا ہر وقت مشاہدہ رہتا ہے اس واسطے کبھی بھی پریشانی نہیں ہوتی۔

بُرے خوابوں کی اچھی تعبیر

فرمایا کہ: حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تعبیر خواب سے بہت مناسبت تھی۔ایک شخص نے ایک خواب کی تعبیر دریافت کی

کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے میرے ایک لڑکی ہے وہ بہت وزنی ہے اور میں اس کو اٹھا نہیں سکا۔ ایک کتیا کا پیٹ چاک کر کے اس میں رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دور چلا اور کتیا بھی ساتھ ہی، پھر وہ غائب ہو گئی۔ مولانا تکلف نہیں فرماتے تھے، خواب سن کر کہا مجھے تعبیر نہیں آتی۔ جب نماز کو گئے تو تعبیر سمجھ میں آ گئی، فارغ ہو کر فرمایا تعبیر دریافت کرنے والا کہاں ہے، وہ شخص حاضر ہوا۔ فرمایا تمہارے خواب میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو زمانۂ ماضی میں گذر چکا ہے۔ فرمایا کہ تو نے کسی فاحشہ سے زنا کیا اور اس سے حمل رہ گیا۔ وہ لڑکی تمہاری منی تھی جو آئندہ چل کر لڑکی ہوئی، وزنی اس واسطے تھی کہ منی تم پر غالب آ گئی۔ کتیا فاحشہ عورت تھی اور پیٹ میں منی رکھنا یہ زنا تھا اور جدا ہونا اس کی بے وفائی تھی۔

فرمایا: اسی طرح ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ، میں نے انڈا توڑا

ہے سفیدی لے لی اور زردی چھوڑ دی۔ حضرت سیرینؒ نے فرمایا خواب تو نے دیکھا ہے؟ کہا ہاں ! کہا کسی اور نے تو نہیں دیکھا ؟ کہا نہیں ۔خدام سے کہا اسے پکڑ لو۔ یہ کفن چور ہے، چھلکے سے مراد قبر ہے سفیدی سے مراد کفن ہے اور زردی سے مراد مردہ ہے۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی نے کہا کہ خواب میں مسجد میں پاخانہ پھر رہا ہوں فرمایا کسی دنیاوی کام کے لئے وظیفہ پڑھتے ہو گے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو کسی شخص نے خواب میں برہنہ دیکھا اور اس خواب کا ذکر حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا ایسا خواب مجمع میں بیان نہیں کرنا چاہیئے ،فرمایا اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ دنیاوی تعلق سے بالکل علیحدہ ہیں اور صرف آخرت کے ہو رہے ہیں۔

کسی بھی خواب کی تعبیر پوچھنے والے کو یہ جواب دینا کہ خواب اچھا ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

فرمایا کہ: خواب کے بارے میں کبھی پریشان نہ ہو، کیونکہ غیر اختیاری ہے، کسی نے کہا کہ تعبیر میں یہ کہہ دینا صحیح ہے کہ خواب اچھا ہے۔فرمایا: ہاں ! کیونکہ کل امور غیر اختیاری اچھے ہیں، تقسیم اچھے اور غیر اچھے کی عبد کے فعل اختیاری میں ہے ۔اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حدیث میں ہے:**الرویاء علی رجل طائر مالم تعبر** ۔خواب انسان پر معلق رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دی جائے۔

فرمایا: ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنی بہت عمدہ بیان کئے ہیں۔کہ تعبیر بھی منجملہ اسباب میں سے ہے جیسے دواء اور غذا اسباب ہیں۔اس طرح دعاء اور تعبیر بھی اسباب میں سے ہے ۔اس کا دخل خواب میں ایسا ہے جیسا اور اسباب کا ہوتا ہے، جو اشکال وہاں ہوگا ،اور جو اس کا جواب ہوگا، وہی خواب میں بھی سمجھ لیا جائے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ کا کیا مقام تھا؟

فرمایا: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا معتقد نہیں جتنا ابن قیم رحمہ اللہ کا ہوں۔ کیونکہ وہ صوفی بھی ہیں، چونکہ ابن قیم رحمہ اللہ ان کا بڑا ادب کرتے ہیں اس واسطے میں بھی ابن قیم رحمہ اللہ کی وجہ سے ان کا ادب کرتا ہوں۔ یہ سب نیک تھے اور نیت سب کی حفاظت دین کی تھی۔

حرم شریف میں کبھی کتّا داخل نہیں ہوتا

فرمایا منٰی میں حرم شریف سے کتے نہیں جاتے عجیب بات ہے۔ مولوی محمد سعید صاحبؒ مہتمم مدرسہ صولتیہ فرماتے تھے کہ حرم میں کبھی کتّا داخل نہیں ہوتا، اور کبھی داخل ہوتو لوگ اہل تجربہ کہتے ہیں کہ کوئی کافر حدود حرم میں داخل ہو گیا ہے، پھر تلاش کرتے ہیں تو مل بھی جاتا ہے ہنس کر فرمایا گویا پتہ دیتا ہے کہ میرا بھائی بھی آیا ہے۔

دنیا والے اپنا اخلاق دنیا کے نفع کے لئے دکھاتے ہیں، اور اہل دین اخلاق دینی نفع کے لئے دکھلاتے ہیں

فرمایا: اہل دنیا میں اخلاق کی بناء مصالح دنیوی پر ہوتی ہے۔ اور مصالح دنیا چونکہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس واسطے ان کے اخلاق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً اگر ایفاء عہد اور صدق میں دنیا کا فائدہ دیکھا تو ایفاء اور صدق اختیار کیا۔ اگر ایفاء اور صدق میں دنیا کا نقصان دیکھا تو کذب اختیار کیا۔ بخلاف اہل دین کے کہ ان کے اخلاق کی بناء مصالح دینیہ پر ہوتی ہے، اور ان میں چونکہ کوئی تغیر نہیں ہوتا، اس واسطے جو شخص اخلاق کو دین کی وجہ سے اختیار کئے ہوئے ہے اس کے اخلاق میں کبھی تغیر نہ ہوگا، کیونکہ مبنی میں تغیر نہیں، آجکل کی سلطنتیں روزمرہ وعدہ کر کے توڑ دیتی ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں ایفاء عہد میں دنیا کا فائدہ ہوتا ہے اور کبھی نقض (توڑنے میں)۔

کیا لطائف کی بھی کوئی جگہ ہے؟

مرتب کہتا ہے: کہ احقر تصوف کی ڈھیر ساری کتابوں میں لطائف ستہ کی تفصیلی وتاکیدی تحریریں پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ یہ لطائف معلوم نہیں کیا معمہ ہیں، کیا یہ معمہ کبھی حل ہوگا بھی یا نہیں؟ مگر آج یہ معمہ حضرت حکیم الامتؒ کے الہامی ونورانی ملفوظ نے حل کردیا، کہ اس کے پیچھے پڑنا لا حاصل ہے نہ یہ خود متمکن ہیں۔ نہ ان کی کوئی جگہ ہے۔

ذیل کا ملفوظ پڑھیئے۔

فرمایا روح اور قلب۔ خفی اور اخفی وغیرہ لطائف کو صوفیاء فوق العرش کہتے ہیں اور یہ بھی صوفیاء کی ایک اصطلاح ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ متمکن نہیں، اور کوئی ان کا مکان نہیں، چونکہ عرش کے اوپر کوئی مکان نہیں۔

اس واسطے یہ تعبیر فرمائی، اور صوفیاء کے نزدیک عرش کے

اوپر خلا ہے، اور خلا کے محال ہونے کے جو دلائل اہل فلسفہ نے بیان کئے ہیں وہ بالکل مہمل ہیں۔

کیا مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ادب ضروری ہے؟

حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خطاب میں بیان فرماتے ہیں کہ: میں نے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم سے بہت سی چیزوں میں اختلاف رکھتے ہیں... قیام، عرس، میلاد وغیرہ مسائل میں اختلاف رہا مگر جب مجلس میں ذکر آتا تو فرماتے: مولانا احمد رضا خاں صاحب... ایک دفعہ مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص نے کہیں بغیر مولانا کے احمد رضا خاں کہہ دیا، حضرت نے ڈانٹا اور خفا ہو کر فرمایا، عالم تو ہیں اگرچہ اختلاف رائے ہے۔تم منصب کی بے احترامی کرتے ہو کس طرح جائز ہے؟ رائے کا اختلاف اور چیز ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کو خطا پر سمجھتے ہیں، اور صحیح نہیں سمجھتے، مگر ان کی توہین اور بے ادبی کرنے کا کیا مطلب؟

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نہ کہنے پر برا مانا، حالانکہ

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے مقابل جو مولانا تھے وہ انتہائی گستاخی کیا کرتے تھے۔مگر مولانا تھانوی رحمہ اللہ اہل علم میں سے تھے، وہ تو نام بھی کسی کا آتا تو ادب ضروری سمجھتے تھے چاہے بالکل معاند ہی کیوں نہ ہو،مگر ادب کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنا چاہئے۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اوپر کفر کا فتوی لگانے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

حضرت قاری صاحبؒ فرماتے ہیں: میں نے مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کا واقعہ سنا کہ دہلی کا قیام تھا،حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے،حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ، دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہوی رحمہ اللہ ،حاجی امیر شاہ خاں صاحب مرحوم یہ بھی وہاں موجود تھے،مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھائی لال کنویں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے،کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں۔تو شیخ الہندؒ نے غصہ میں

آ کرفرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی ، بے غیرت ، وہ ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا ، یہ جملہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے کان میں پہنچے اگلے دن حضرت نانوتویؒ ان سب شاگردوں کولیکر اسی مسجد میں صبح کی نماز پڑھنے کی خاطر پہنچے، اس امام کے پیچھے جا کرنماز پڑھی ،سلام پھیرا،چونکہ یہ اجنبی تھے ،نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت ، تو پوچھا کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ہیں ،اور ان کے شاگرد شیخ الہند محمود الحسنؒ اور مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ ان کے تلمیذ ہیں۔

امام کوسخت حیرت ہوئی کہ میں رات دن انہیں کافر کہتا ہوں،اور یہ نماز کیلئے میرے پیچھے آ گئے ،امام نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا،اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا، میں آج شرمندہ ہوں، آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی ، حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا، حضرت

نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ میرے دل میں آپ کے اس جزبے کی قدر ہے، اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے، کیوں اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی کہ میں توہین رسول کرتا ہوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین، تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا، ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ، روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی، مگر بہر حال تکفیر کی بنیاد توہین رسول ہے، اور توہین رسول جو مسلمان کرے گا تکفیر واجب ہو گی ، دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا ،تو فرمایا کہ میرے دل میں آپ کی غیرت ایمانی کی قدر ہے۔

ہاں شکایت اسلئے ہے کہ ایک بار تحقیق کر لیتے کہ خبر صحیح ہے یا غلط، تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے، اور میں خود اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں، جو ادنی درجہ میں بھی نبی کی توہین کرے ، اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔الخ۔

اب امام بے چارہ قدموں پر گر پڑا اچھا جاتا ہے،تو بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع للہ،اور ادب مع اللہ،اس درجہ رچا ہوا تھا، کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا ،استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے،اپنے معاند کی بھی بے قدری نہیں کرتے تھے، بلکہ صحیح محمل پر اتار کر یہ کہتے ہیں کہ جو ہمیں کافر کہتے ہیں... یہ ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے... البتہ یہ تحقق کر لینی چاہئے کہ واقعۃً ہم توہین رسول کرتے ہیں؟ ہم معاذ اللہ دشمنان رسول ہیں یا دوستان رسول؟ اس کی تحقیق ان کو واجب تھی۔ بلا تحقیق حکم نہیں لگانا چاہئے، تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ، ادب اور تأدب دین کی بنیاد ہے،جس کو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ؎

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

مرتب کہتا ہے: مندرجہ بالا مضمون جس کے ایک ایک حرف پر ہمارے اسلاف عامل تھے، ہمارے اسلاف کی عظمت واخلاص پر شاہد ہے، مذکورہ واقعات اہل فکر ونظر اور دانشوران قوم کیلئے واضح دلیل راہ ہیں، ان کو حرز جان بنا کر تہہ دل سے عمل کرنے والا ہی اسلام اور مسلمانوں کی صحیح اور نتیجہ خیز قیادت ونمائندگی کا مبارک فریضہ انجام دے سکتا ہے، قلیل العلم اور بے بضاعت ہوتے ہوئے بھی اصلاحی انقلاب برپا کر سکتا ہے، جس کی آج شدید ضرورت ہے۔

اے کاش! اکابر واسلاف کی علمی واصلاحی زندگی کا عشر عشیر بھی ہمارے اور ہمارے علماء و بزرگان دین کو نصیب ہو جائے۔

پیر کو اپنے معتقدین کے لئے سخت ہونا چاہئے

فرمایا: میں معتقدین کیلئے سخت ہوں۔ منتقدین (نکتہ چینی کرنے والا) کیلئے نہیں۔ مرتب کہتا ہے کہ یہی ہمارے اکابر

کا اصول رہا ہے کہ اپنے متعلقین و مریدین کی ذراسی کمی پر اصلاح کی خاطر سخت برہم ہوتے، اور معترض کی بڑی سے بڑی ناگوار بات پر بھی اف نہ فرماتے، لہذا علماء و مشائخ طریقت اور دینی کام کو انجام دینے والے حضرات کو چاہیے کہ ضرور اس پر عامل ہوں۔

دست غیب سے حاصل ہونے والا پیسہ حرام ہے

فرمایا: دست غیب سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ حرام ہے، کیونکہ وہ بذریعہ جنات حاصل ہوتی ہیں اور جن چوری سے لا دیتے ہیں یا اپنا مال مجبوری سے دید یتے ہیں، اور یہ دونوں صورتیں حرام ہیں۔

سختی سے سمجھانے میں اثر ہوتا ہے

فرمایا نرمی سے سمجھاتا ہوں اثر نہیں ہوتا، سختی سے فوراً اثر ہوتا ہے اور ہاتھ اٹھاؤں تو اور بھی برکات ہوتی ہیں، مگر اب بڑھاپے میں اتنا جوش نہیں ہے، الّا گاہے گاہے۔

لوگوں کوگمراہ کرنے کے لئے شیطان کے پاس کتنی عقل ہے

فرمایا: شیطان کو اضلال (گمراہ کرنے کی) اس قدر عقل ہے جتنی نبی کو ہدایت کی، یہی وجہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے تابعدار اتنے نہیں جتنے ابلیس کے ہیں، اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں اضلال (گمراہی) کی قابلیت زیادہ ہے۔ ہدایت کی قابلیت کم ہے ورنہ نبی کے مؤثر ہونے میں کوئی شک نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس جس شئی کی دعوت دیتا ہے وہ تو نقد ہے، اور حضرات انبیاء کا وعدہ بظاہر ادھار ہے، اور طبیعت نقد کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کے قلب کی حقانیت دیکھئے

فرمایا: میرے قلب پر جو وارد ہوتا ہے وہ خلاف واقعہ نہیں ہوتا۔

مرتب کہتا ہے کہ: مذکورہ ملفوظ پر آپ سے ادنی محبت رکھنے والا بھی ان شاء اللہ سو فیصد یقین رکھے گا، خدا ہم سب کو اپنے اکابر

سے مکمل حسن ظن کی توفیق عطا فرمائے اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ۔(ابن حبان)

یہی وہ تائید غیبی کی نعمت ہے جو اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے ،جس کے وسیع اور لامتناہی نور میں منشاء خداوندی کو یہ حضرات پالیتے ہیں،اوراس شعر کا مصداق بن جاتے ہیں ۔

گفتۂ او گفت اللہ بود

اگر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

بعض انسان کو بعض سے محبت اور بعض سے نفرت کیوں ہوتی ہے؟

فرمایا: بعض اہل کشف نے لکھا ہے: الارواح جنود مجندۃ۔ارواح ایک مجتمع لشکر ہیں۔

چار طریق پر تھا۔ایک یہ کہ ان میں سے کچھ کے منہ تو ایک دوسرے کے سامنے تھے ،دوسرے یہ کہ دونوں کی پشت تھی ،تیسرے یہ کہ ایک کا منہ دوسرے کی پشت ،چہارم یہ کہ اس کا بر

عکس، جس صورت میں ہر ایک کا منہ ایک دوسرے کی جانب تھا اس صورت میں دنیا میں آکر دونوں کی محبت، اور جس صورت میں ہر دو کی پشت تھی، ان میں اختلاف، اور جس صورت میں ایک کا منہ دوسرے کی پشت تھی اس صورت میں جس کا منہ تھا اس کی طرف سے محبت ،اور دوسرے کی طرف سے عداوت، حدیث کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے ''مجندہ'' فرمایا مصففین نہیں فرمایا اور کشف کے ردکا کوئی قرینہ موجود نہیں اس واسطے یہ مقبول رہے گا۔

تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی ڈالو کہ وہ جوتا ماررہا ہے

فرمایا: حضرت گنگوہیؒ کی شان اور مدح میں کسی نے عربی میں قصیدہ لکھ کر سنانا شروع کیا۔حضرت خاموش ہوکر سنتے رہے، جب وہ سنا کر فارغ ہو چکا تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی لیکر اس کے منہ میں ڈال دی اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: **احث التراب فی فم المداحین**۔ تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی ڈالدو۔

اور اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کی شان میں قصیدہ لکھ کر سنایا

تو جب وہ فارغ ہوا تو حضرتؒ نے فرمایا: ارے بھائی کیوں جوتے مارا کرتے ہو۔

کیا مولوی بادشاہ سے کم ہے

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا: کہ مولوی بادشاہوں سے کم نہیں کتابیں اور ران کے پاس فوج اور رسالے ہیں اور مولویوں کے پاس رسالے ہیں۔

مرتب کہتا ہے: مولوی سے مراد مولوی عرفی نہیں، بلکہ مولوی اصطلاحی ہے، اور مشائخ کی اصطلاح میں مولوی وہ ہے جو صوفی بھی ہو۔

حضرت حکیم الامتؒ کا ایک ملفوظ یہ بھی ہے کہ: وہ بھی کوئی عالم ہے جو یہ سمجھے کہ میں عالم ہوں۔

جہاں تک ہو اس کی کوشش کرو کہ دنیا میں دل لگا ہوا نہ ہو

دنیا کے کمانے کا مضائقہ نہیں، مگر نہ یہ ہے کہ اس میں بالکل کھپ جاؤ جیسے ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ گویا خدا تعالیٰ سے کوئی واسطہ

نہیں ہم کو، مثلاً جب کپڑا لے کر پسند کرنے بیٹھتے ہیں معلوم ہوا کہ گویا ان کا یہی دین ہے، یہی ایمان ہے، جب زیور کے پیچھے پڑیں گے تو اس طرح کہ بس وہی دل میں بسا ہوگا، میں پھر کہتا ہوں کہ میں دنیا کا کام کرنے سے منع نہیں کرتا، مگر یہ کہتا ہوں کہ اس میں دل نہ لگاؤ، کام سب کرو مگر جی اترا ہوا ہونا چاہئے۔

دل کھپا دینا یہی زہر ہے یہ وہ بلا ہے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ مرتے وقت یہی غالب نہ ہو جائے، اور اللہ ورسولؐ کے نام سے اس وقت بالکل بے تعلقی نہ ہو جائے لہذا جہاں تک ہو اس کی کوشش کرو کہ دنیا میں دل لگا ہوا نہ ہو۔ دل خدا تعالیٰ ہی میں لگاؤ ہاتھ سے کام کرو کچھ حرج نہیں۔

واقعہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وازواجہ وسلم گھر میں سب کام کر لیتے تھے، لیکن اذان کے وقت یہ حالت ہوتی کہ: قام کأنہ لا یعرفنا ۔ اس طرح اٹھ کھڑے ہوتے کہ گویا ہم کو جانتے

پہچانتے ہی نہیں ۔ اور ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی دنیا کے کام میں مصروف ہوں گے تو اس میں اس قدر منہمک ہوں گے کہ پھر نہ نماز کی فکر رہے گی ، نہ روزے کی ۔ غرض کہ اس قدر انہماک ہے جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دین کی کچھ خبر اور فکر ہی نہیں ، اور دین کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ۔ افسوس ! کیا دین ایسی ہی بے فکری کی چیز ہے ؟ یہ معاملہ تو دنیا کے ساتھ ہونا چاہئے ، کسی نے خوب کہا ہے ؂

غم دیں خور کہ غم غم دین است
ہمہ غمہا فروتر ازیں است
غم دنیا مخور کہ بیہودہ است
ہیچ کس در جہاں نیا سودا است

گناہگار کو بھی نیک کام پر ثواب ملے گا

فرمایا : اگر گناہگار بھی نیک کام کرے گا تو اس پر اجر ملے گا ، اور

معصیت کا وبال معصیت پر، اگر وہ معاف نہ ہوتو الگ ہوگا، جیسے کوئی حاکم اپنے عہدہ کا کام بھی انجام دے اور رشوت بھی لے، تو اگر حکام بالا کو اطلاع ہو جائے تو رشوت لینے پر سزا ملے گی، لیکن جس وقت تک عدالت کا کام کیا ہے اس وقت تک کی تنخواہ بھی ضرور ملے گی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ:

اگر نیک کام کیا جائے اور گناہوں سے بچتا رہے تو اس وقت طاعت کی بدولت جو نور ہوگا وہ گناہوں کے ساتھ ہرگز نہ ہوگا۔ اور وہ رونق و شگفتگی اور مسرت جو کہ طاعت کرنے سے ہوتی ہے وہ نہ ہوگی، بلکہ ایسا ہوگا جیسا کہ بہت لذیذ کھانا پکایا اور اس میں تھوڑی سی راکھ بھی جھونک دی، تو راکھ جھونکنے کے بعد وہ کھاتا تو رہا، لیکن کرکرا ہوگیا۔ اسی طرح گنہگار آدمی نماز پڑھتا ہے لیکن طبیعت پھیکی پھیکی رہتی ہے، وہ نشاط وانبساط جو نماز سے ہوتا ہے وہ اس کو نہیں ہوتا، اگرچہ دلیل سے گھیر جیپ کر یہ سمجھے کہ ثواب ملے

گا، لیکن قلب بالکل کورا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قدر بے برکتی ہوتی ہے کہ جو ثواب ملتا ہے وہ نظر ہی نہیں آتا، بلکہ گناہوں کے حجاب میں چھپ جاتا ہے۔اس کی ایسی مثال سمجھئے کہ جیسے کسی آئنہ میں چراغ کو رکھ کر اوپر سے سیاہ کپڑا لپیٹ دو، اس صورت میں چراغ کی روشنی باقی رہے گی لیکن اس قدر دھیمی ہو جائے گی کہ بعض اوقات راستہ بھی نظر نہ آئے گا، البتہ بہت ہی کوئی دقیق النظر ہو تو وہ دیکھ لے گا یا کوئی دیکھ کر بتلا دے تو مان لیں گے، باقی خود کچھ نظر نہ آئے گا، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ثواب ملے گا اس لئے ہم مانیں گے کہ اندر روشنی ہے، مگر اوپر سے اس قدر مٹی پڑی ہے کہ وہ بالکل نظر نہیں آتی۔

کیا حکم ہے اس شخص کا جو یہ کہے کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو

مرتب قارئین سے عرض گزار ہے کہ: حضرت حکیم الامتؒ کے اس ملفوظ کے ابتدائی کلمات سے دل برداشتہ نہ ہوں، بلکہ صبر سے

پڑھ لیں ،خدانخواستہ خیال شریف پر بار لگے تو کسی اہل علم سے رجوع کرلیں.......

فرمایا: گناہ کوطاعات سے دوقسم کا علاقہ ہے،بعض تو وہ گناہ ہیں کہ نصوص سے ثابت ہے کہ وہ طاعات کو حبط (برباد) کردیتے ہیں۔آسان لفظوں میں اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ قبولیت طاعت کیلئے ان کا نہ ہونا شرط ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کوکوئی دخل نہیں ہے،اور جن کودخل ہے ان کی دوقسمیں ہیں بعض کا نہ کرنا صحت کی شرط ہے،اور بعض کا نہ ہونا بقا کی شرط ہے۔

اول جیسے کفر کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نیک صحیح نہیں ہے،اور نہ باقی رہتا ہے،یعنی اگر کوئی کافر نماز پڑھے تو صحیح نہیں ۔اور اگر کوئی نماز پڑھ کر کافر ہو جائے تو وہ نماز باقی نہ رہے گی ، یہاں سے ان لوگوں کوعبرت حاصل کرنی چاہئے جوکہ کلمات کفر کی پرواہ نہیں کرتے ،چنانچہ دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں کو جب

روزہ رکھنے کیلئے کہا جاتا ہے تو، وہ جواب دیتے ہیں کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو، اگر کسی کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا تو وہ کافر ہو گیا۔ ۱؎

اور اس کو نکاح پھر کرنا چاہئے، حج پھر کرنا چاہئے، پہلے کے سب عمل اس کے حبط ہو گئے۔ (۲)

جب تک اس سے توبہ نہ کرے تب تک اگر یہ کوئی عمل نیک آئندہ کو کرے گا تو وہ بھی مقبول نہ ہو گا۔ دوسرے علاوہ اس کے ایک اور عمل بھی ہے کہ نص قطعی سے ثابت ہو گیا ہے کہ اس کا اثر بھی مثل کفر ہی کے ہے۔ یعنی اس عمل سے ''حبط'' عمل ہو جاتا ہے۔ اور وہ عمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچائی جائے اور حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کی جائے اگر چہ

بلا قصد ہو، مگر قلت مبالات ۱؎ سے ہو، اور اس سے حضور ﷺ کا مرتبہ معلوم ہو گا کہ آپ ؐ کتنے جلیل القدر ہیں وہ نص قطعی یہ

ہے۔يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَاتَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْن ۔اے مسلمانوں!تم اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے ساتھ اس طرح زور زور سے نہ بولا کرو جیسے بعض بعض کے ساتھ زور سے بولتے ہو،خوف ہے کہ تمہارے اعمال غارت نہ ہو جائیں، اور تم کو احساس نہ ہو، اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ بے ادبی سے ''حبط'' عمل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے سامنے ذرا جھجھک کر بولنا چاہئے ،البتہ بات جو کہو نہایت صاف کہو کہ اس میں کسی قسم کی پیچید گی اور گنجلک نہ رہ جائے ،اب ہم میں یہ منحوس حالت ہے کہ ہم دونوں میں فرق نہیں کرتے۔

شوخ مزاج کا مقام

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا:ہمارے ماموں امداد علی

صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخی مزاج دلیل ہے نفس کے مردہ ہونے اور روح کے زندہ ہونے کی، اور متانت دلیل ہے روح کے مردہ ہونے اور نفس کے زندہ ہونے کی، اسی لئے اکثر اہل اللہ شوخ مزاج یعنی زندہ دل ہوتے ہیں۔ (وعظ آداب المصائب)

انتہائی صبر و برداشت کا ہدایت آموز واقعہ

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ میری سفارش نوکری کے لئے فلاں شخص سے کر دیجئے، وہ شخص جس سے سفارش چاہی گئی تھی آپ کا مخالف تھا، مگر باوجود اس امر کے آپ نے اپنی خوش خلقی سے رقعہ لکھ دیا، اس شخص نے حامل رقعہ سے اس رقعہ کی بتّی بنا کر کہا کہ، شاہ صاحب سے کہہ دینا کہ اس کو اپنے اس مقام (دبر) میں رکھ لو ۔استغفر اللہ: اس بھلے آدمی نے ویسے ہی آ کر روایت نقل کر دی، فرمانے لگے کہ اگر تیرا مقصود اس طریق سے حاصل ہو جاتا یا اب

بھی ہو جائے تو خدا کی قسم مجھے اس سے بھی عذر نہیں۔اس سائل نے اس مخالف سے جا کر یہ حکایت نقل کی وہ متأثر اور متضرع ہوا اور آ کر عقیدت ظاہر کی ،خطا معاف کرائی اور بیعت ہوا۔(ماہنامہ الامداد)۔

خاکپائے اسلاف

(خلیفہ ومجاز حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ)
خلیفہ ومجاز حاذق الامت حضرت مولانا حکیم ذکی الدین احمد صاحب نوراللہ مرقدہ پرنامبٹ
(خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ)
(خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

شجرۂ امدادیہ کی عظمت وفضیلت

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: کہ میں نے بہت سے درویشوں سے سنا ہے کہ بزرگوں کے نام کے شجرے تو لوگوں نے بہت لکھے ہیں، لیکن کوئی شجرہ حضرت حاجی صاحبؒ کے شجرہ سے بہتر نہیں۔ اس میں خاص درد ہے اگرچہ شاعری کے اعتبار سے بلند پایہ نہ ہو۔

شاید یہاں کسی کو یہ سوال پیدا ہو کہ بزرگوں کے شجرہ کو تم نے ذکر میں کیوں کر داخل کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ شجرہ کا حاصل دعاء مع التوسل ہے اور دعاء ذکر کی فرد ہے، یہ تو وہ شجرہ ہے جس

میں بزرگوں کے واسطہ سے دعاء مانگی جائے، جیسے ہمارے حاجی صاحبؒ کا شجرہ ہے۔ اور ایک شجرہ دوسرا ہے کہ پیر کے نام کا وظیفہ پڑھا جائے جیسے **یا شیخ عبد القادر شیأً للّٰہ** یہ ناجائز ہے۔

اور ابن تیمیہؒ تو پہلے شجرہ کو بھی ناجائز کہتے ہیں، کیونکہ وہ توسل بالاموات کو مطلقاً منع کرتے ہیں، گو مسئلہ اجتہادی ہے، مگر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ان کی رائے صحیح نہیں، کیونکہ توسل کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں بزرگ کے طفیل سے ہمارے حال پر رحمت فرما، اب اس میں صرف اشکال یہ ہے کہ اس بزرگ کی بزرگی کو رحمت حق میں کیا دخل، اور اس سے کیا تعلق ہے؟ اس اشکال کو میں نے بہت سے علماء سے حل کرنا چاہا، مگر کسی سے حل کی امید نہ تھی ،ایک جگہ امید تھی کہ یہ اشکال حل ہو جاتا، مگر وہاں ادب کی وجہ سے زیادہ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی، یعنی حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ سے حل کی امید تھی، مگر میں نے حضرت سے جو عرض

کیا کہ حضرت توسل کی کیا حقیقت ہے؟ تو فرمایا سائل کون ہے، حضرت نے میری آواز اس وقت نہ پہچانی، اور بینائی زائل ہو چکی تھی میں نے عرض کیا کہ اشرف علی سائل ہے، حضرت نے تعجب سے فرمایا کہ تم توسل کی حقیقت پوچھتے ہو، بس میں خاموش ہو گیا، پھر عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی یا تو اس واسطے کے مکرر سوال کرنے میں کرکری ہوگئی کہ ایسی آسان بات بھی معلوم نہ ہوئی، یا یوں کہو کہ ادب کی وجہ سے خاموش ہو گیا، اور یہ سمجھا کہ حضرت اس وقت اس مسئلہ کو بیان کرنا نہیں چاہتے، مگر حضرت کی شان یہ تھی ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

گو حضرت نے بظاہر توسل کی حقیقت بیان نہیں فرمائی مگر حضرت کی برکت سے اشکال حل ہو گیا اور مجھے خود بخود اس کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

غور سے سنئے کیونکہ یہ حقیقت اس عنوان سے کتابوں میں آپ کو نہ ملے گی اور اس کے یاد کر لینے سے بڑا اشکال حل ہو جائے گا وہ یہ کہ توسل بالصلحاء کی جو صورت ہے کہ اے اللہ! فلاں بزرگ کے طفیل سے ہمارے حال پر رحم فرما، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے، اور مقبولین سے محبت رکھنے پر۔ المرأ مع من أحب ۔میں آپ کا وعدۂ رحمت ہے، آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں، پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت وثواب مانگتا ہے، اور محبت اولیاء اللہ کا موجب رحمت وثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے ،چنانچہ متحابین فی اللّٰہ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں، اب یہ اشکال جاتا رہا کہ بزرگ کی بزرگی اور برکت کو رحمت حق میں کیا دخل، دخل یہ ہوا کہ اس بزرگ سے محبت

رکھنا حب فی اللہ کی فرد ہے اور حب فی اللہ پر ثواب کا وعدہ ہے، اس تقریر کے بعد اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ پر عمل کر کے تحدیث بالنعمة کے طور پر کہتا ہوں کہ ابن تیمیہ اگر یہ تقریر سنتے تو توسل کے جواز کا ہرگز انکار نہ کر سکتے کیونکہ اس کے سب مقدمات صحیح ہیں۔اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ وکعبہ کی ارشادفرمودہ ایک مناجات جس میں بزرگوں کے توسل سے تمام خیر وسعادت طلب کی ہے اس کو آخر میں لگا دی جاوے تا کہ اس کو ذوق وشوق سے جناب الٰہی میں عرض کیا کریں اوراس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ بزرگوں کے توسل سے دعاء جلد قبول ہوتی ہے۔دوسرا فائدہ خاص حضرت صاحب کے متوسلین کے لئے یہ بھی ہے کہ ان کو اپنے سلسلے کا اتصال ہوجاوے گا، وہو ہذا۔

شجرۂ پیرانِ چشت اھلِ بہشت

حمد ہے سب تیری ذات کبریاء کیواسطے　اور درود ونعت ختم الانبیاء کیواسطے

اور سب اصحاب وآلِ مصطفےٰ کے واسطے

در بدر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے　آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے

رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

اِن بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول　کیجیو یہ عرض میری ان کی برکت سے قبول

ہاتھ اُٹھاؤں جب تیرے آگے دعاء کے واسطے

کر مجھے علم وعمل سے اے خدا آراستہ　بابِ عرفاں کا کشادہ ہو دے مجھ پر راستہ

حضرت اشرف علی شمش الھدےٰ کے واسطے

دین ودنیا میں نہ کھاؤں ٹھوکریں اے کبریاء　عاجز ومسکین ہوں طالب تری امداد کا

حاجیؒ امداد اللہ پارسا کے واسطے

ایسے مرنے پر کروں قربان یارب لاکھ عید　اپنی تیغِ عشق سے کرلے اگر مجھ کو شہید

حاجی عبد الرحیم اہلِ غزا کے واسطے

پاک کر ظلماتِ عصیاں سے دل مرا　کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل مرا

حضرت نُور محمدؐ پر ضیاء کے واسطے

کر وہ پیدا درد وغم میرے دل فگار میں　بار پاؤں جس سے اے باری تیرے دربار میں

شیخ عبد الباری شہ بے ریاء کے واسطے

شرک وعصیان وضلالت سے بچا کر اے کریم　کر ہدایت مجھ کو تو راہ صراطِ مستقیم

شاہ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے

دین و دنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے اپنے کوچہ کی عطا کر ذلّت وخواری مجھے

شاہ عزیزالدین عزیز دوسرا کے واسطے

دے مجھے عشقِ محمد اور محمدؐ یوں میں گن ہو محمد ہی محمد وِرد میرا رات دن

شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے

حُبِّ حق حُبّ الٰہی حُبّ مولیٰ حُبِّ رب الغرض کر دے مجھے محو محبت سب کا سب

شہ محبّ اللہ شیخ باصفا کے واسطے

گرچہ میں غرق شقاوت ہوں سعادت سے بعید پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو تو سعید

بوسعید اسد اھلِ ورا کے واسطے

قال ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام لطف سے اپنے مرے کر ملک و دین کا انتظام

شہ نظام الدین بلخی مقتداء کے واسطے

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو با جاہ وجلال

شہ جلال الدین جلیل اصفیاء کے واسطے

حب دنیاوی سے کر کے پاک مجھ کو اے حبیب اپنے باغِ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب

عبد قدوس شہ قدس وصفا کیواسطے

کر معطر روح کو بوئے محمد سے مری اور منور چشم کر روئے محمد سے مری

اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے،

کر عطا راہِ شریعت روئے احمد سے مجھے اور دکھا نورِ حقیقت خوئے احمد سے مجھے

شیخ عارف صاحبِ لطف وعطا کے واسطے

کھول دے راہ طریقت قلب پر یا حق مرے کر تجلی حقیقت قلب پر یا حق مرے

احمد عبد الحق شہ ملکِ وبقاء کے واسطے

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ وجلال ایک ذرّہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال

شہ جلال الدین کبیر الاولیاء کے واسطے

ہے مکدر ظلمتِ عصیاں سے میرا شمس دین کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں

شیخ شمس الدین ترک شمس الضحٰی کے واسطے

اے مرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل ونہار عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بیتاب وقرار

شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو رب نمکینیٔ ایمان سے اور حلاوت بخش گنج شکر عرفاں سے

شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے

عشق کی رہ میں ہوئے جوں اولیا اکثر شہید خنجر تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید

خواجہ قطب الدین مقتول دلا کے واسطے

بے ترے ہے نفس وشیطان درپے ایمان ودین جلد ہو آ کر مرا یا رب مددگار ومعین

شہ معین الدین حبیب کبریاء کے واسطے

یا الٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام جس سے اُٹھ جا پردۂ شرم وحیا وننگ ونام

خواجۂ عثمان با شرم وحیا کے واسطے

دور کر مجھ سے غم موت وحیات مستعار زندہ کر ذکر شریعت حق سے اے پروردگار

شہ شریف زندنی با اتقاء کے واسطے

آتشِ شوق اس قدر دل میں مرے بھرا دے ودود ہر بن مو سے مرے نکلے تری الفت کا دود
خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہِ ضلالت سے نکال بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال
شاہ بو یوسف شہ شاہ و گدا کے واسطے

مست اور بے خود بنا بوئے محمد سے مجھے محترم کر خواری کوئے محمد سے مجھے
بو محمد محترم شاہِ دلا کے واسطے

صدقے احمد کے یہی امید تیری ذات سے کہ بدل کر دے عصیاں کو حسنات سے
احمد ابدال چشتی باصفا کے واسطے

حد سے گزرا رنج و وقت اب تو اے پروردگار کر مری شامِ خزاں کو وصل سے روزِ بہار
شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کے واسطے

شادی و غم سے دو عالم کی مجھے آزاد کر اپنے دردِ غم سے یارب دل کو میرے شاد کر
خواجہ ممشاد علوی بو العلا کے واسطے

ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں اندھا ہوں پر بخش وہ نورِ بصیرت جس تو آوے نظر
بو ہبیرہ شاہ بصریٰ پیشوا کے واسطے

عیش و عشرت کی دو عالم سے نہیں مطلب مجھے چشمِ گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے

نے طلب شاہی نے خواہش گدائی کی مجھے بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے

شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کے واسطے

راہزن میرے ہیں دو قزاق با گرز گراں تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں

شہ فضیل ابن عیاض اھلِ دعاء کے واسطے

کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرفِ دور دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور

خواجہ عبدالواحد بن زید شاہ کے واسطے

کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن تا کہ ہوں سب کام مرے تیری رحمت سے حسن

شیخ حسن بصری امام اولیاء کے واسطے

دور کر دل سے حجاب جہل وغفلت میرے رب کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے اب

ہادیٔ عالم علی مشکل کُشا کے واسطے

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل گلزار سے کر مشرف مجھ کو تو دیدارِ پُر انوار سے

سرورِ عالم محمد مصطفےٰ کے واسطے

آپڑا اوپر ترے ہر طرف سے ہو کر ملول کر تو ان ناموں کی برکت سے دعاء میری قبول

یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریاء کے واسطے

ان بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں

مجھ ذلیل وخوار ومسکین وگدا کے واسطے

اس دوئی نے کر دیا ہے دور وحدت سے مجھے کر دوئی کو دور کر پُر نور وحدت سے مجھے

تا ہوں سب مرے عمل خالص رضا کے واسطے

کر دیا اس عقل نے بے عقل دیوانہ مجھے کر ذرا اس ہوش سے بیہوش ومستانہ مجھے

یارب اپنے عاشقان باوفا کے واسطے

کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنی نگاہ

یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے

چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم چارسو ہے فوجِ غم کر جلدی اب بہر کرم

کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہجہاں پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں

کون ہے تیرے سوا مجھ بےنوا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے

ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب نے عبادت نے زہد نے خواہش علم وادب

دردِ دل پر چاہئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل وہوش وفکر اور نعمائے دنیا بےشمار کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار

بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کے واسطے

گرچہ عالم میں الٰہی سعی میں بسیار کی پر نہ کچھ تحفہ ملا لائق تیرے دربار کی

جان ومال لایا و لے تجھ پر فدا کے واسطے

گرچہ ہدیہ نہ میرا قابلِ منظور ہے پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے

کشتگانِ تیغ وتسلیم ورضا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا کر میری امداد اللہ وقت ہے امداد کا

اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے

جس نے یہ شجرہ دیا ہے جس نے یہ شجرہ لیا جس نے یہ شجرہ لکھا، یا جس نے یہ شجرہ پڑھا

بخش دیجئے سب کو ان اہل صفا کے واسطے

یہ مثلث حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فرمودہ ہے

تغمد اللّٰہ بغفرانہ۔

معمولات

صبح و شام

معمولات اوران کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کوان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں۔راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت وعاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

(طبقۂ اولیٰ)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کوشروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیرِکَ وَ نَوِّرْقَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ (۳)

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْه (۱۰)

درود شریف (۱۰)

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (۲۰۰)

الّا اللّٰہ (۴۰۰)

أَللّٰہُ أَللّٰہُ (۶۰۰)

أَللّٰہُ (۱۰۰)

درود شریف (۱۰)

استغفار (۱۰)

تلاوت قرآن پاک کم از کم ایک سیپارہ مع سورہ یٰسین۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ ہر روز۔ ایک منزل۔

راقم کے یہاں اس طبقہ کیلئے شام کے معمولات صرف یہ ہیں۔

شام کے معمولات

استغفار (۱۰۰)

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (۱۰۰)

درود شریف (۱۰۰)

(طبقۂ ثانیہ)

راقم کے یہاں اس طبقہ کے مریدین کیلئے تہجد کے بعد یہ معمولات ہیں۔

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْقَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ (۳بار)

أَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْه (۱۰۰)

درودشریف (۱۰۰)

لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰه

(۱۰۰)

اَللّٰهُ اَللّٰه (۱۰۰)

أَللّٰه (۱۰۰)

درودشریف (۱۰)

استغفار (۱۰)

کم ازکم یٰسین شریف کی تلاوت

مناجات مقبول ہرروز۔ ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار (۱۰۰)

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (۱۰۰)

درودشریف (۱۰۰)

(نوٹ)

(طبقہ اولی) کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورہ اخلاص (۱۰۰)

تیسرا کلمہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (۱۰۰)

طبقہ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

استغفار (۳)

درود شریف (۳)

لَااِلٰهَ اِلّا اللّٰه (۳۳)

أَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَيْه (۳۳)

درود شریف أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدِ نِ النَبِيِّ الاُمِّىْ وَآلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (۳۳)

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔

شام کے معمولات:

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (۳۳)

استغفار (۳۳)

درود شریف (۳۳)

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔

التماس اخیر

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کتاب ہذا میں کہیں کوئی حذف یا اضافہ نظر آئے، تو راقم کی اصلاح فرمانے کی زحمت گوارہ کریں، تاکہ دوسرے ایڈیشن میں کوتاہی نہ رہے، ان تمام مشائخ وبزرگان دین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے دعائیہ اور بابرکت کلمات سے صاحب کتاب، اور کتاب کو نوازا، اور ہمت افزائیاں فرمائیں۔ اللہ تعالی سب کے درجات کو بلند فرمائے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

اعلان

اگر کسی شخص کی یہ مبارک نیت ہو کہ اردو کے علاوہ دنیا کی دوسری زبانوں میں اس کی طباعت کی جائے تو اجازت لے کر چھاپ سکتے ہیں، تاکہ امت اسلامیہ اور عام انسانوں کو زیادہ سے زیادہ نفع ہو (مرتب)

﴿مؤلف کا تعارف﴾

نام : علاء الدین قاسمی بن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا) 847427

ابتدائی تعلیم : ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند

فراغت : ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات . . .

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔

مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴ ۔ تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔ غیبت ایک گندہ عمل ہے۔